

! اسلام علیکم
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا
تک پہنچانا چاہتے ہیں تو زوبی ناولز زون

<https://www.zubinovelszone.com>

آن لائن ویب سائٹ آپ کو پلیٹ فارم فراہم کر رہا ہے اگر آپ ہماری ویب سائٹ پر اپنا ناول، افسانہ، کالم آرٹیکل یا شاعری
پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ابھی ای میل کریں۔

ZUBINOVELSZONE@GMAIL.COM

آپ ہمارے فیس بک پیج اور ای میل اور وٹس ایپ کے ذریعہ رابطہ کر سکتے ہیں
وہاٹس ایپ پر رابطہ کرنے کے لئے نیچے لنک پر کلک کرے

<https://wa.me/923444499420>

<https://www.facebook.com/Zubi.Novels.Zone.10>

انتباہ! اس ناول کے تمام جملہ حقوق زوبی ناولز زون کے پاس محفوظ ہیں کسی بھی طرح کاپی کرنے سے گریز کیا جائے۔

<https://www.facebook.com/groups/Z.Novel.Zone>

ناول: افیت

مصنف: زارون علی

EPISODE 1 TO 15

یار کالے کالے توڑ ونا، یہ کیا کچے توڑ توڑ کر نیچے پھینک رہے ہو۔““
زمین پہ بچھے اسٹالر سے سبز رنگ کے شہتوت اٹھاتے نور عین نے
ناک سیکڑی تو اذلان نے ٹہنیوں کی اوٹ سے سر نکالتے اُسے کھا
جانے والی نظروں سے گھورا۔

مجھے ایسے ہی توڑنے آتے ہیں اس لیے تمہیں زیادہ پتا ہے تو خود اوپر آ“
کے توڑ لو۔“ لفظوں کو چباتے اُس نے نور عین کی بات کا جواب دیا اور
ہاتھ میں پکڑے شہتوت نیچے پھینکے۔

ٹھیک ہے میں خود توڑ لوں گی اور آج کے ٹیسٹ کا بھی گھر جاتے ہی ”
ماموں کو بتادوں گی۔ پچاس میں سے دو نمبر آئے تھے نا تمہارے؟“
پلکیں جھپکتے اُس نے اذلان کی اکڑ پہ اپنے درمیان طے شدہ معاہدے
کی یاد دہانی کرواتے معصومیت سے دھمکی دی۔

زیادہ فضول بولنے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر تم نے گھر جا کر کسی
سے بھی ٹیسٹ کا ذکر کیا تو میں دوبارہ تمہاری کبھی کوئی بات نہیں
مانوں گا اور نہ ہی ابو سے چھپ کر تمہیں گندے چیس اور گول گپے لا
کر دوں گا۔“ اُس کی بات سنتے ہی اذلان نے بھی اُس کا منہ بند رکھنے
کے لیے ایک سنجیدہ سی دھمکی دی۔

ٹھیک ہے نہیں بتاؤں گی تم بس جلدی سے اپنا کام کرو ورنہ کوئی آ
جائے گا۔“ اپنی ذات پہ بات آتے ہی نور عین نے جلدی سے ہامی
بھری اور تیزی اپنے اسٹالر پہ گرے شہتوت اکٹھے کرتے بیگ میں

رکھنے لگی تو اذلان نے بھی مزید شہتوت اکٹھے کرنے کے لیے ٹہنیوں میں سر چھپایا۔

کیا ہو رہا ہے یہ؟“ اپنے اپنے کام میں مگن اُن دونوں کو ہوش تب ”آیا جب ایک بھاری اور سرد آواز اُن کے کانوں میں پڑی۔

مسٹر پونے بارہ۔۔۔ میرا مطلب زارون بھائی۔۔۔ آپ یہاں ”کیوں آئے؟ نہیں مطلب کب آئے؟“ آواز کے تعاقب میں دیکھتے ہی جہاں اذلان نے ہڑ بڑاہٹ میں درخت سے نیچے چھلانگ لگائی وہیں اُس کھڑوس کو سامنے دیکھ کر نور عین کی بھی زبان لڑکھڑائی۔ پانچ منٹ میں گھر پہنچو۔“ ایک سخت نظر اذلان پہ ڈالتے زارون نے اُن دونوں کو حکم دیا اور مزید کچھ کہے بغیر تیزی سے قدم اٹھاتے گھر کی جانب بڑھا تو نور عین نے جلدی سے اسٹالراٹھا کر اپنے گلے کے گرد لپیٹا۔

آج ہماری خیر نہیں، میں نے تم سے بولا بھی تھا کہ جلدی کرو ہمیں۔“ کوئی دیکھ لے گا پر تمہیں تو بس باتیں بنانے کی پڑی تھی۔“ اپنا بیگ کندھے پہ لٹکاتے نور عین نے زارون کے جاتے ہی سارا مدعا اذلان پہ ڈالا۔

ہاں ہاں اب سارا الزام مجھ پہ لگا دو، حد ہے ایک میں تمہاری ہر جائز۔“ ناجائز بات میں تمہارا ساتھ دیتا ہوں اور تم ہر بار مجھے ہی پھنسو ادیتی ہو۔“ زارون کے غصے سے خائف اذلان نے نور عین کی غلط بیانی پہ بُرا منایا۔

اچھا ناراض مت ہو اور پلیز یہ سوچو کہ اب گھر جا کر کیا بولنا ہے؟“ مطلب کیا بہانہ کرنا ہے؟“ اُسے خفا دیکھ کر نور عین نے مزید کوئی بد تمیزی کرنے کے بجائے اذلان کو مکھن لگاتے پریشانی سے پوچھا۔ پتا نہیں، مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آرہی اور تمہیں تو صرف ڈانٹ ہی۔“ پڑنی پر مجھے تو ساتھ جوتے بھی پڑیں گے۔“ زارون کے کرخت

تاثرات سے اُس کی اگلی کارروائی کا اندازہ لگاتے اذلان نے جھر جھری
لی اور اپنا بیگ سنبھالتے ڈرتے ہوئے گھر کی طرف روانہ ہوا جہاں
ایک آفت اُن دونوں کے انتظار میں بامشکل اپنا غصہ ضبط کیے لان
میں ہی ٹھہل رہی تھی۔

ذیشان صاحب کا تعلق ایک کھاتے پیتے خوشحال گھرانے سے ہے۔
اُن کی چار اولادیں فیضان، زارون، عائشہ اور اذلان ہیں۔ فیضان کم
گو، نرم مزاج اور اپنے کام سے کام رکھنے والا ایک چھبیس سالہ لڑکا جو
پڑھائی میں دلچسپی نہ ہونے کی وجہ سے ایف اے کے بعد ہی اپنے والد
کے ساتھ کاروبار میں ہاتھ بٹانے لگا۔

فیضان پچھلے دو سال سے اپنی خالہ زاد سے منسوب ہے اور شادی بھی ان قریب ہی طے ہے۔ زارون فیضان سے دو سال چھوٹا ایم بی اے کا طالب علم، خوب رو شخصیت اور اپنی غیر معمولی ذہانت کی وجہ سے خاندان بھر میں مشہور ہے۔ تعلیم کے مختلف درجات میں نمایاں کارکردگی کے علاوہ زندگی کے ہر میدان میں اپنی قابلیت منوانا زارون کی شخصیت کی خاص خوبی ہے جو شروع سے ہی اُسے اپنے بہن بھائیوں میں نمایاں رکھتی۔ زارون کے بعد تیسرے نمبر پر عائشہ جو بیس سالہ اور بی ایس کمیسٹری کے چوتھے سیمسٹر کی طالب علم ہے۔ اپنے سانولے رنگ سے پریشان، تعلیم پہ کم اور کریموں پہ زیادہ تحقیق کرنے والی احساس کمتری کا شکار لڑکی۔ چوتھے نمبر پر اذلان سولہ سالہ ایک نٹ کھٹ شرارتی اور نور عین کے ساتھ مل کر گھر بھر کی ناک میں دم کرنے والا لڑکا، جس کی شکایتیں آئے دن اسکول اور

نایت کی ع محلے سے موصول ہوتی رہتی ہیں مگر عالیہ بیگم کی خاص وجہ سے گھر کا کوئی فرد اُسے ڈانٹ نہیں سکتا۔

نور عین اذلان کی ہم عمر اور ذیشان صاحب کی چھوٹی بہن کی آخری نشانی ہے جس کے اس دنیا میں آتے ہی اُس کے باپ نے بیٹی ہونے کا جرم ثابت کرتے نورین کو طلاق دے کر میکے بھیج دیا۔ کچھ لوگوں کی خاصیت ہوتی ہے کہ وہ منہ میں سونے کا چمچ لے کر پیدا ہوتے مگر کچھ کہ پیدا ہوتے ہی اُن کی بد قسمتی کا باب لکھ دیا جاتا ہے اور نور عین کا شمار انہی لوگوں میں ہوتا ہے جس نے آتے ہی اپنی ماں کے لیے بہت سی مشکلات کھڑی کیں اور پانچ سال کے اندر اندر اُسے قبر کی گہرائی میں دھکیل کر اپنے ماتھے پہ ہمیشہ کے لیے منحوس جیسے کالے حروف کندوا لیے۔ بچپن سے لوگوں کی زبان سے اپنے لیے کڑوے الفاظ سننے کی وجہ سے نور عین کی طبیعت میں خاصی ہٹ دھرمی اور تلخی اچکی تھی اسی لیے وہ اکثر گھر کے افراد کے ساتھ بد تمیزی کرتی اور

ذیشان صاحب کے علاوہ کسی کے سمجھانے پہ کان نہ دھرتی۔ اذلان
دہ بنتی تھی اسی لیے ذیشان صاحب یا سے اُس کی گھر میں سب سے ز
نے اپنے دل و دماغ میں اُن کے مستقبل کے لیے ایک اہم فیصلہ کر
رکھا تھا تا کہ نور عین کو ہمیشہ کے لیے اپنے ساتھ رکھ سکیں۔

پہلے تم جاؤ۔“ گیٹ پہ پہنچتے ہی اذلان نے نور عین کو آگے کرتے ”
اندر جانے کا بولا۔

نہیں، مجھے مسٹر پونے بارہ سے ڈر لگتا ہے اس لیے پلیز پہلے تم۔“
جلدی سے پیچھے ہٹتے نور عین نے غیر ارادی طور پہ اذلان کو دھکا دیا تو
وہ سنبھلے بغیر کھلے گیٹ سے لڑکھڑاتے ہوئے اندر کی طرف گرا۔
کیا بد تمیزی ہے یہ؟ تمہیں گھر میں داخل ہونے کی تمیز نہیں ہے؟“
کیا؟“ گیٹ کے دیوار پہ لگنے سے پیدا ہونے والی آواز نے زارون

کے غصے میں مزید اضافہ کیا تو وہ تیزی سے قدم اٹھاتے اذلان کے سر پہ پہنچا۔

بھائی مجھے نور عین نے دھکا دیا ہے۔“ مقابل کے خطرناک تیور ”
دیکھ کر اذلان نے اٹھنے کے بجائے وہیں زمین پہ لیٹے لیٹے بدحواس
سے انداز میں کہا۔

نہیں، میں نے دھکا نہیں دیا۔ میں نے تو اسے یہ بولا تھا کہ پہلے تم ”
اندر جاؤ۔“ اذلان کی بات سنتے ہی نور عین نے جلدی سے اندر
داخل ہوتے وضاحت دی۔

میں تم سے کوئی بات کرنا نہیں چاہتا اس لیے اپنی شکل گم کر واور تم ”
اٹھو تمہاری طبیعت تو مجھے خود ہی بڑے اچھے طریقے سے صاف
کرنے آتی ہے۔“ ایک اچھٹی نظر نور عین پہ ڈالنے کے بعد زارون
نے اذلان کو کان سے پکڑ کر کھڑا کیا اور اپنے ساتھ لیے صحن کی بائیں
جانب قدم بڑھائے۔

فضول انسان، نہیں بات کرنی تو نہ کریں، میں کون سا ان کی سریلی ”
آواز سننے کے لیے ترس رہی ہوں۔“ اُن دونوں کے منظر سے
او جھل ہوتے ہی نور عین نے منہ بسور اور اذلان کو بچانے کے لیے
اندر کی جانب دوڑی تاکہ عالیہ بیگم کو اس واقعے کی اطلاع دے سکے۔

بچے کی جان لوگے کیا اب؟ کب سے بے چارہ تمہیں سوری بول رہا ”
ہے۔“ نور عین سے اطلاع ملتے ہی عالیہ بیگم بیٹے کو بچانے کے لیے
زارون کے کمرے میں پہنچیں تو اُس نے ماں کی کوئی بھی بات سننے
بغیر چھوٹے بھائی کو مرغا بنے رہنے کا اشارہ کیا۔

سوری تو یہ ہر غلطی کے بعد بولتا ہے مگر سدھرتا نہیں اس لیے پلیز ”
آپ اس کی حمایت کر کے اسے مزید مت بگاڑیں۔“ ماں کی طرف
داری پہ لہجے میں سختی لیے زارون نے دو ٹوک انداز میں کہا۔

نہیں بگڑتا اور اس عمر میں ہر بچہ اسی طرح شرارتیں کرتا ہے اس”
لیے تمہیں زیادہ عقل مند بننے کی ضرورت نہیں ہے۔“ اذلان کی
ستی ہوئی صورت دیکھ کر عالیہ بیگم نے زارون کے غصے کے پروا کیے
بغیر آگے بڑھ کر اُسے کھڑا کیا۔

میں نے تو نہیں کی اور نہ ہی فیضان بھائی نے اور امی یہ اب بچہ نہیں”
ہے۔ سولہ سال کا ہو گیا ہے اس لیے پلیز آپ ہر بات میں اس کا ساتھ
مت دیا کریں۔“ اذلان کی مسکین صورت دیکھتے ہی زارون کا پارہ
مزید چڑھا تو اُس نے ماتھے پہ بل لیے ماں کو سمجھایا۔

بس بس زیادہ بولنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میرا بچہ اس گھر کی”
رونق ہے اس لیے جب تک میں زندہ ہوں کسی میں اتنی جرأت نہیں
کہ اسے کچھ بولے۔“ زارون کی بات سمجھے بغیر اُلٹا اُس پہ چڑھائی
کرتے عالیہ بیگم نے اپنا فیصلہ سنایا اور مزید وہاں رکنے کے بجائے
اذلان کو اپنے ساتھ لیے باہر کی جانب بڑھیں۔

اس کا دماغ امی کی بے جا حمایت کی وجہ سے ہی خراب ہوتا جا رہا ہے۔ بس آج ابو کے آتے ہی میں اُن سے اسے ہاسٹل بھیجنے کی بات کرتا ہوں اور نور عین کا بھی دماغ سیٹ کر دیتا ہوں۔ حد ہے کیسے بغیر دوپٹے کے گلی میں بیٹھی تھی۔“ عالیہ بیگم کے جاتے ہی زارون نے کچھ دیر پہلے کا منظر یاد کرتے غصے سے خود کلامی کی اور بیڈ پہ پڑی کتابیں اٹھا کر ٹیبل پہ رکھنے لگا۔

شکر ہیں امی آپ آگئیں ورنہ آج تو میں نے بھائی کے ہاتھوں شہید ہو جانا تھا۔“ زارون کے کمرے سے نکلتے ہی اذلان نے سکھ کا سانس لیا اور سیڑھیاں اترنے کے بجائے ریکنگ پہ بیٹھ کر جھولتے ہوئے نیچے پہنچا۔

فضول مت بولو اور میں نے تمہیں کتنی بار منع کیا ہے کہ یوں ”
ریکنگ پہ مت جھولا کرو۔“ ایک ناراض نظر اُس پہ ڈالتے عالیہ بیگم
نے سیڑھیاں اترتے ہی اُسے ٹوکا۔

ٹھیک ہے اگر آپ کو میرا ریکنگ سے اترنا پسند نہیں تو پلیز ابو سے ”
بول کر یہاں ایکسلیٹر لگوا دیں یا لفٹ۔“ ماں کی بات کو سنجیدہ لینے
کے بجائے اذلان نے کچھ سوچتے ہوئے ایک معقول مشورہ دیا۔
ہوائی جہاز نابودوں میں تمہیں اس دو قدم کے فاصلے کے ”
لیے۔“ اُس کی بات سنتے ہی عالیہ بیگم کو تپ چڑھی تو اُنہوں نے
اذلان کا کان پکڑتے طنز آپو چھا۔

یہ آئیڈیا بھی اچھا ہے مگر ابو کا بہت خرچا ہو جائے گا۔“ اپنی ”
مسکراہٹ چھپاتے اذلان نے آنکھوں میں چمک لیے ماں کے فیصلے کو
سراہا تو عالیہ بیگم نے اُس کی ڈھٹائی دیکھ کر اُسے خفگی سے گھورا۔

اچھا اچھا اب تنگ نہیں کروں گا پلیر آپ میرے لیے چپس بنا دیں،”
قسم سے بہت بھوک لگی ہے۔“ ماں کو خفا دیکھ کر وہ فٹ سے سنجیدہ
ہوا اور اُن کے ہاتھ سے اپنا کان آزاد کرواتے ایک نئی فرمائش کی۔

ٹھیک ہے تم ہاتھ منہ دھو لو میں جب تک چپس بناتی ہوں۔“ اُسے ”
مستی کے موڈ میں دیکھ کر عالیہ بیگم نے فی الوقت کچھ سمجھا کر اپنا دماغ
خراب کرنے کے بجائے اُسے تاکید کی اور خاموشی سے کچن کی جانب
بڑھیں تو اذلان نے اپنے کمرے میں جانے کے بجائے نور عین کی خبر
لینے کے لیے (جو اُسے پھنسا کر خود منظر عام سے غائب ہو چکی تھی)
بائیں جانب موجود کمرے کا رخ کیا۔

ہائے آپی! کیوں مجھ غریب کا ہارٹ فیل کروانا ہے۔“ کمرے میں ”
داخل ہوتے ہی اذلان کا پہلا سا منعا نشہ سے ہوا (جو اپنے چہرے پہ
کالے رنگ کا کوئی عجیب و غریب سا ماسک لگا کر کمرے میں ٹہل رہی

تھی) تو اُس نے خوف سے جھر جھری لیتے کھڑے رہنے کے لیے دیوار کا سہارا لیا۔

تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ میں نے تم سے کتنی بار کہا ہے کہ دروازے ”پہ دستک دے کر آیا کرو۔“ اذلان کے یوں اچانک آنے پہ گڑ بڑاتے ہوئے عائشہ نے اپنا رخ موڑا اور جلدی سے بیڈ پہ پڑا دوپٹہ اٹھا کر گلے میں ڈالنے لگی۔

سوری، میں بھول گیا تھا مگر آئندہ یاد رکھوں گا تا کہ ایسے اچانک ”آپ کا بھیانک چہرہ دیکھ کر میرے معصوم دل کو تکلیف نہ ہو۔“ چہرے پہ مصنوعی خوف سجاتے اذلان نے بہن کو چڑانے کے لیے جان بوجھ کر گہرا سانس لے کر اپنے سینے پہ ہاتھ پھیرا۔

بھاڑ میں جاؤ تم اور ابھی اس وقت میرے منہ نہ لگو۔“ بولنے کی وجہ ”سے عائشہ کے چہرے پہ کھنچاؤ پڑا تو اُس نے مزید کوئی جواب دینے کے بجائے بیڈ سے کشن اٹھا کر اذلان کو رسید کیا۔

ٹھیک ہے میں آپ کے منہ لگنا بھی نہیں چاہتا۔ میں تو یہاں نور عین ”
کو دیکھنے آیا تھا۔“ کشن پڑتے ہی اذلان نے خفگی سے مقابل کو گھورا۔
وہ باہر ہی ہے اس لیے فٹافٹ یہاں سے اپنی شکل گم کرو۔“
نور عین کی غیر موجودگی کا بتاتے عائشہ نے اشارے سے اُسے جانے کا
بولا اور ٹیبل پہ رکھی پلیٹ سے کھیرے اٹھا کر اپنی آنکھوں پہ رکھنے
لگی۔

اس گھر میں سب ہی میرے دشمن ہیں۔ حد ہے مجھے تو لگتا می ابو ”
مجھے کسی شاہی خاندان سے چرا کر یہاں اس غریب خانے میں آپ
جیسے ناقد رے لوگوں کے بیچ لے آئے ہیں۔“ بہن کی بد تمیزی پہ
دل برداشتہ ہوتے اذلان نے ایک ٹھنڈی آہ بھری تو عائشہ نے اُس کی
ڈرامے بازی پہ پھر سے اُسے گھورا۔

شاہی خاندان سے نہیں بلکہ کوڑے کے ڈھیر سے لائیں ہیں تب ہی ”
تم اتنے ڈھیٹ اور بد تمیز ہو اور اب اگر تم نے یہاں سے اپنی شکل گم

نہیں کی تو میں یہ گلدان اٹھا کر تمہارے سر پہ دے ماروں گی۔“ اُسے اپنے کمرے میں جمادیکھ کر عائشہ نے دھمکی دی تو اذلان نے اپنی عزت افزائی پہ بُرا سامنہ بنایا۔

ٹھیک ہے جارہا ہوں مگر یہ یاد رکھیے گا کہ دوسروں کا دل دکھانے والے چاہے جتنی مرضی کریمیں اور ماسک لگالیں پر کبھی گورے نہیں ہوتے۔“ عائشہ سے اپنی بے عزتی کا بدلے لیتے اذلان نے سنجیدہ سے انداز میں اُسے آگ لگائی اور اُس کے کسی رد عمل سے پہلے ہی چھلانگ مارتے کمرے سے نکلا۔

بد تمیز، جاہل، گدھا کہیں کا، اس منحوس کی زبان کی وجہ سے ہی” میری جلد پہ کسی چیز کا اثر نہیں ہوتا۔ مجھے پتا ہے اب یہ گلا پھاڑ کے میرے اس نسخے کے متعلق بھی پورے گھر کو بتا دے گا۔ حد ہے میرا ہی دماغ خراب تھا جو اس ٹائم ماسک لگا کر بیٹھ گئی۔“ اذلان کے جاتے

ہی عائشہ نے اپنی بے وقوفی پہ خود کو کو سا اور دل برداشتہ ہوتے
آنکھوں میں نمی لیے اُٹھی تاکہ واش روم میں جا کر اپنا چہرہ دھو سکے۔

تم یہاں ہو اور میں تمہیں پورے گھر میں ڈھونڈ ڈھونڈ کر تھک ”
گیا۔“ عائشہ اور نور عین کے مشترکہ کمرے سے نکلتے اذلان نے
ادھر ادھر جھانکنے کے بعد کچھ سوچتے ہوئے لان کا رخ کیا تو نور عین
سامنے ہی اُسے جھولے پہ بیٹھی نظر آئی۔
ہاں تو کس نے بولا تھا کہ مجھے ڈھونڈو۔“ جھولے کو ہلکی سی حرکت ”
دیتے اُس نے اذلان کی طرف دیکھنے کی زحمت کیے بغیر لاپرواہی سے
کہا۔

ہاں تو، کس کو ڈھونڈتا؟ ویسے ڈانٹ تو مجھے پڑی ہے مگر موڈ تمہارا ”
کیوں آف ہے؟ لگتا ہے زارون بھائی کی شکل گم کرنے والی بات کچھ

زیادہ ہی تمہارے دل کو لگ گئی۔“ اپنے پار ٹنر کو اداس دیکھ کر
اذلان نے خود ہی نتیجہ اخذ کیا۔

دل کو لگاتی ہے میری جوتی، وہ مسٹر پونے بارہ اس قابل ہیں کیا جو”
میں اُن کی فضول گوئی پہ اپنا موڈ خراب کروں۔“ اذلان کی بات
سننے ہی وہ بھڑکتے ہوئے جھولے سے اُٹھی۔

اچھا تو پھر کیا ہوا ہے؟ مطلب یہاں کیوں بیٹھی تھیں؟ اور امی کو”
خطرے کی اطلاع تم نے دی تھی نا؟“ سوالیہ نظروں سے مقابل کی
طرف دیکھتے اذلان نے اندازہ لگایا۔

ہاں، میں نے ہی بتایا تھا اور شکر کرو بتا دیا ورنہ تم ابھی تک مسٹر”
پونے بارہ کے کمرے میں بیٹھے اُن کی سڑی ہوئی شکل دیکھ رہے
ہوتے۔ ویسے آج کیا سزا دی تھی اُنہوں نے تمہیں؟“ نظروں میں
دلچسپی لیے نور عین نے اُسے کریدنے کی کوشش کی۔

بہادر مرد خفیہ طور پہ پڑنے والے جو توں کا ذکر نہیں کرتے اس”
لیے اس راز کو راز ہی رہنے دو اور چلو مجھے بہت بھوک لگی
ہے۔“ گردن اکڑا کر اپنی انا کو بلند کرتے اُس نے آخر میں نور عین کا
ہاتھ پکڑتے اُسے اپنے ساتھ اندر کی جانب کھینچا تو وہ (دل ہی دل میں
زارون سے اپنی بے عزتی کا بدلہ لینے کا منصوبہ بناتے) چہرے پہ
خوشامدانہ مسکراہٹ سجائے اذلان کے ساتھ چل پڑی تاکہ اپنے
ارادے کی تکمیل میں اُس کی مدد لے سکے۔

یار نہیں، زارون بھائی ہماری جان لے لیں گے۔ اُن کا تو ابھی پہلا”
غصہ ہی ختم نہیں ہوا۔“ چپس سے انصاف کرنے کے بعد نور عین
نے تسلی سے اُسے اپنے منصوبے سے آگاہ کیا تو اذلان نے اُس کی پوری
بات سننے کے بعد باقاعدہ کرسی سے اچھلتے نفی میں سر ہلایا۔

مطلب تم میری بات نہیں مانو گے؟ ٹھیک ہے ویسے بھی مجھے ”
تمہاری مدد کی کوئی ضرورت نہیں۔“ اذلان کے انکار پہ منہ پھلاتے
نور عین نے لاپرواہی سے کندھے اچکائے۔

نہیں یار ایسی بات نہیں ہے بس مجھے زارون بھائی کے غصے سے ڈر ”
لگتا ہے۔“ مقابل کو خفا دیکھ کر اذلان نے اُسے سمجھانے کی کوشش
کی۔

ٹھیک ہے تم ڈرتے رہو مگر میں نے جو سوچا ہے وہ کر کے ہی دم ”
لوں گی۔“ نظروں میں بے خوفی لیے نور عین نے اٹل انداز میں
اُسے اپنا فیصلہ سنایا۔

یار ایسا نہ کرو، مطلب اپنے بدلے کے لیے کچھ اور سوچ لو نا۔“ ”
کمزور سی مزاحمت کرتے اذلان نے اُسے منانے کی کوشش کی۔
نہیں، میں نے جو سوچ لیا ہے وہ کافی ہے اس لیے اگر تمہیں میرا ”
ساتھ دینا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ بلال کے ساتھ سگریٹ پینے والی بات

تو تمہیں یاد ہی ہو گی۔“ ذو معنی انداز میں کہتے نور عین نے اپنی مسکراہٹ چھپاتے جو س کاسپ لیا۔

میں نے نہیں پی تھی، میں نے بس بلال کے کہنے پہ ویسے ہی ”سگریٹ ہاتھ میں پکڑی تھی اور یہ تم پچھلی باتیں بتاتا کر مجھے دھمکیاں مت دیا کرو۔“ اُس کی مکاری پہ دانت پیستے اذلان نے وضاحت دی تو نور عین نے لا پرواہی سے کندھے اچکائے۔

ٹھیک ہے جب تم فیصلہ کر ہی چکی ہو تو میں بھی قربانی کا بکرا بننے کے ”لیے تیار ہوں مگر میں بتا رہا ہوں اگر اس دفعہ کوئی گڑبڑ ہوئی تو میں سارا الزام تمہارے سر لگا دوں گا۔“ اُس کا منہ بند رکھنے کے لیے ہامی بھرتے اذلان نے دل ہی دل میں اس بار اُس سے ان دھمکیوں کا بدلہ لینے کی ٹھانی تو نور عین نے اُس کے ارادے سے بے خبر چہرے پہ ایک فاتحانہ مسکراہٹ سجاتے اُسے اپنے اگلے لائحہ عمل سے آگاہ کیا۔

یہ بے ایمانی ہے۔ تم نے کہا تھا کہ ڈراما ختم ہوتے ہی ریموٹ مجھے دو”
گی۔“ نور عین نے اُس کے تقاضے پہ جلدی سے ریموٹ پاس بیٹھی
عائشہ کے ہاتھ میں تھمایا تو اذلان نے اپنی جگہ سے اُٹھتے احتجاج کیا۔
میں نے کب کہا؟ میں نے تو ایسی کوئی بات نہیں کی تھی۔“ اپنے”
وعدے سے صاف مکر تے نور عین نے چہرے پہ معصومیت طاری
کی۔

عائشہ آپ! یہ جھوٹ بول رہی ہے نا؟ اس نے ابھی کچھ دیر پہلے ہی”
آپ کے سامنے مجھے ریموٹ دینے کی بات کی تھی نا؟“ نور عین کی
چالاکی پہ زچ ہوتے اذلان نے جلدی سے بہن کو مخاطب کیا۔

کون سی بات؟ مجھے تو ایسا کچھ یاد نہیں۔“ بھائی کا ساتھ دینے کے
بجائے عائشہ نے لاعلمی ظاہر کرتے اذلان سے اپنا ماسک خراب
کرنے کا بدلہ لیا۔

میں جانتا ہوں آپ دونوں ملی ہوئی ہیں۔ آپی پلیز ایسا نہ کریں، پہلے
ہی اس چھپکلی کی وجہ سے میرا ادھا میچ گزر چکا ہے۔“ نور عین کے
چہرے پہ مسکراہٹ دیکھ کر اذلان نے دل ہی دل میں کڑھتے عائشہ
کی منت کی۔

چھپکے ہو گے تم اور آپی اب آپ نے اسے بالکل بھی ریموٹ نہیں
دینا۔“ اپنی شان میں اُس سے قصیدہ آرائی سنتے نور عین نے بھی
میدان میں آتے اُس کی خبر لی۔

بھئی میرا دماغ خراب مت کرو اور تم لوگوں کا جو بھی معاملہ ہے
اُسے اسکرین کے سامنے سے ہٹ کر حل کرو۔“ اُن کی باتوں میں
دلچسپی لینے کے بجائے عائشہ نے ماتھے پہ بل لیے اپنا مدعا بیان کیا تو

اذلان نے کھا جانے والی نظروں سے بہن کو گھورا اور جھپٹ کر غصے سے پاس کھڑی نور عین کے بال کھینچے۔

”میں تمہارا منہ توڑ دوں گی۔ تمہاری جرأت کیسے ہوئی میرے بال“ کھینچنے کی؟“ مقابل کی حرکت پہ چیختے نور عین نے اُسے مارنے کے لیے اپنی چیل اٹھائی تو اذلان نے اُسے موقع دیے بغیر ہی باہر کی جانب دوڑ لگائی۔

امی پلیز! مجھے اس چڑیل سے بچالیں۔“ اپنے بچاؤ کے لیے کچن میں پہنچتے اذلان نے عالیہ بیگم کا سہارا لیتے خود کو اُن کے پیچھے چھپایا۔ ممانی پلیز آپ ہٹ جائیں، اس نے میرے بال کھینچے ہیں، وہ بھی“ اتنی زور سے۔“ عالیہ بیگم کو کچھ بولنے یا سمجھنے کا موقع دیے بغیر نور عین نے بھی کچن میں پہنچتے اذلان پہ جھپٹنے کی کوشش کی تو وہ ماں کو سامنے کرتے خود اُن کے پیچھے چھپ گیا۔

کیا مصیبت پڑ گئی ہے تم دونوں کو؟ ابھی کچھ دیر پہلے تو اچھے بھلے ”
ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھے تھے۔“ ایک دم سے آئی آفت پہ
بوکھلاتے عالیہ بیگم نے نور عین کا ہاتھ پکڑا جو ان قریب ہی اذلان تک
پہنچنے والا تھا۔

ممائی اس نے بلا وجہ میرے بال کھینچے ہیں اور مجھے تھپڑ بھی مارا ”
ہے۔“ اپنی ناکامی پہ کھلتے اُس نے پاؤں پٹختے عالیہ بیگم سے شکایت
کی۔

امی یہ جھوٹ بول رہی ہے۔ میں نے صرف بال کھینچے تھے تھپڑ ”
نہیں مارا۔“ نور عین کے الزام پہ اذلان نے جلدی سے صفائی دی۔
تو کیوں کھینچے؟ میں نے تمہیں کتنی بار منع کیا ہے کہ ہاتھ مت چلایا ”
کرو۔ اذلان اب تم چھوٹے نہیں ہو جو ہر وقت یوں بچوں کی طرح
لڑتے ہو۔“ نور عین کی آنکھوں میں نمی دیکھ کر عالیہ بیگم نے بیٹے کو
کان سے پکڑتے اپنے سامنے کیا۔

میں نے جان بوجھ کر نہیں کھینچے، اس سے پوچھیں کیسے اس نے پہلے ”مجھے بھائی بھائی بول کر ڈراما دیکھنے کے لیے ریموٹ لیا اور پھر مجھے دینے کے بجائے عائشہ آپنی کودے دیا۔“ اپنے دفاع میں آواز اٹھاتے اذلان نے بھی اُس کی شکایت کی۔

ممائی یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ میں نے اس سے ریموٹ نہیں لیا۔“ دھ کی شدت سے آواز نور عین کے گلے میں اٹکی تو اُس نے اپنی بات ادھوری چھوڑتے عالیہ بیگم کے ساتھ لگتے رونا شروع کر دیا۔ اذلان تم بہت بد تمیز ہو، آلینے دو ذرا تمہارے ابو کو۔“ بھانجی کے ”رونے پہ پریشان ہوتے عالیہ بیگم نے بیٹے کی کلاس لی۔

جی میں ہی اس گھر میں بُرا اور بد تمیز ہوں، جسے دیکھو ہر وقت مجھے ”ہی ڈانٹتا رہتا ہے۔“ ماں کو نور عین کی سائیڈ لیتا دیکھ کر اذلان کا دل ٹوٹا تو اُس نے منہ پھلاتے غصے سے عالیہ بیگم کی بات کی تصدیق کی اور تیزی سے قدم اٹھاتے کچن سے نکلا۔

بس کر دو، اتنا بھی کوئی ظلم نہیں کیا اذلان نے تم پہ۔“ پچھلے دس”
منٹ سے اُسے مسلسل آنسو بہا تا دیکھ کر عالیہ بیگم نے تھک ہار کر تھوڑا
غصہ دکھایا۔

اُس نے بہت زور سے میرے بال کھینچے تھے۔“ عالیہ بیگم کی بات ”
سنتے ہی نور عین نے دکھ سے ہنچکی لی۔

اچھا کوئی بات نہیں۔ بھائی ہے تمہارا اور تم اُس کی ہم عمر ہونا اس”
لیے تمہیں تنگ کرتا رہتا ہے۔ یہ لو پانی پیو اور چپ ہو جاؤ۔ تمہارے
ماموں آنے والے ہیں۔“ ٹیبل سے گلاس اٹھا کر اُس کے لبوں سے
لگاتے عالیہ بیگم نے اس بار اُسے نرمی سے سمجھایا۔

اچھا ہے آجائیں، میں اُن کے آتے ہی اُن سے اذلان کی شکایت”
کروں گی اور یہ بھی بتاؤں گی کہ آج اُس کے ٹیسٹ میں دو نمبر آئے

ہیں۔“ چند گھونٹ پانی کے بھر کے اُس نے آنسوؤں کے بیچ اٹکتے ہوئے بامشکل اپنی بات مکمل کی۔

دو نمبر؟ کون سے ٹیسٹ میں؟“ گلاس واپس ٹیبل پہ رکھتے عالیہ ”بیگم نے حیرت سے اُس کی طرف دیکھا۔

میتھس کے ٹیسٹ میں پچاس میں سے دو نمبر آئے ہیں۔ میم نے ”پوری کلاس کے سامنے کھڑا کر کے بے عزتی کی اور بولا کہ پورا ہفتہ وہ اُن کے پیریڈ میں کھڑا رہے گا۔“ اُن کا سوال سنتے ہی انکشاف کرتے نور عین نے اسٹالر سے اپنی ناک رگڑی۔

اچھا اچھا کوئی بات نہیں، پڑھائی میں اونچ نیچ ہو ہی جاتی ہے۔ بس ”میرا بیٹا اب تم اپنے ماموں کو یہ بات مت بتانا کیونکہ زارون آج پہلے ہی تم دونوں کی شکایت لگانے کی ٹھان کے بیٹھا ہوا ہے۔“ انگلیوں کی پوروں سے اُس کے آنسو صاف کرتے عالیہ بیگم نے اُس سے درخواست کی۔

ٹھیک ہے آپ کہہ رہی ہیں تو نہیں بتاؤں گی پر آپ وعدہ کریں کہ ”
آپ بھی مجھے اذلان کے بال کھینچنے دیں گی۔“ اُن کی بات ماننے کے
لیے شرط رکھتے نور عین نے سوالیہ نظروں سے اُن کی طرف دیکھا۔
اچھا ٹھیک ہے جو دل ہوا کر لینا پرا بھی کے لیے اُٹھو اور جا کر اپنا منہ ”
دھو۔“ اُس کے سرخ چہرے اور روئی ہوئی آنکھوں کو دیکھ کر عالیہ
بیگم نے فی الوقت بیٹے کو بچانے کے لیے اُس کی بات مانی تو نور عین
نے اثبات میں سر ہلایا اور اُٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔
توبہ ان دونوں نے تو مل کر میری ناک میں دم کیا ہوا ہے۔ مجال ہے ”
جو ایک دن بھی سکون سے گزار لیں۔“ نور عین کے جاتے ہی خود
کلامی کرتے عالیہ بیگم نے سر جھٹکا اور کلاک کی طرف دیکھتے عائشہ کو
آواز لگائی تاکہ اُسے ٹیبل پہ برتن سیٹ کرنے کا کہہ سکیں۔

ابو مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔“ ذیشان صاحب کی آمد کے ”
بعد سب لوگ کھانے کی میز پہ اکٹھے ہوئے تو زارون نے ایک نظر
اذلان اور نور عین پہ ڈالتے باپ کو مخاطب کیا۔
ہاں بولو۔“ اپنی پلیٹ میں سالن نکالتے ذیشان صاحب نے ”
سر سری سے انداز میں گویا ہوتے اجازت دی۔
کچھ نہیں بولنا، چپ کر کے کھانے پہ دھیان دو۔“ گرم روٹی نکال ”
کر ذیشان صاحب کی پلیٹ میں رکھتے عالیہ بیگم نے زارون کے کچھ
بولنے سے پہلے ہی بات کاٹی۔
کیوں نہیں بولنا؟ امی آپ کی ان طرف داریوں کی وجہ سے بگڑے ”
ہیں یہ دونوں۔“ ماں کی حمایت پہ ماتھے پہ بل لیے زارون نے سنجیدہ
سے انداز میں ہاتھ میں پکڑا نوالہ پلیٹ میں رکھا۔

کون دونوں؟ لگتا ہے آج پھر اذلان اور نور عین نے کوئی شرارت کی ہے؟“ ایک نظریوی کی جانب دیکھتے ذیشان صاحب نے تصدیق کے لیے اپنا دھیان مکمل طور زارون پہ مرکوز کیا۔

شرارت نہیں بد تمیزی، ابو یہ دونوں آج سلیم صاحب کے درخت سے شہتوت چوری کر رہے تھے۔ یہ صاحب درخت کے اوپر چڑھے شہتوت توڑنے میں مگن تھے اور یہ میڈم اپنا اسٹالرز میں پہنچائے ننگے سر بیٹھی تھیں۔“ ماں کی نظروں کی پروا کیے بغیر زارون نے باری باری اُن دونوں کی طرف اشارہ کرتے اُن کے کارنامے کا ذکر کیا۔

بات شرارت کی نہیں ہے بلکہ عزت کی ہے۔ کیا انہیں گھر میں کچھ کھانے کو نہیں ملتا جو یہ اس طرح بغیر پوچھے کسی کے گھر سے پھل چوری کر رہے تھے۔ ابوان دونوں کا دماغ دن بدن بہت خراب ہوتا جا رہا ہے اس لیے بہتر ہے کہ آپ میسٹر مکمل ہوتے ہی اذلان کو

ہاسٹل بھیجیں اور امی پلیز آپ بھی نور عین کو تھوڑے لڑکیوں والے طور طریقے سکھائیں۔“ باپ کو مشورہ دیتے اُس نے ساتھ ہی ماں کو تاکید کی۔

میرا بیٹا کہیں نہیں جائے گا اور اگر تم لوگوں نے دوبارہ اسے ہاسٹل بھیجنے کی بات کی تو میں بتا رہی ہوں کہ میں اپنے بچے کو لے کر احمد کی طرف چلی جاؤں گی۔“ ذیشان صاحب کے کچھ بولنے سے پہلے ہی عالیہ بیگم نے جذباتی سے انداز میں اپنے بھائی کے گھر جانے کی دھمکی دی۔

بس بس زیادہ جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں اور بچوں کے سامنے ”اُن کی سائیڈ لے کر اُنہیں شہ مت دیا کرو۔“ بیوی کی بات سنتے ہی ذیشان صاحب نے نظروں میں سختی لیے اُنہیں دیکھا تو عالیہ بیگم نے خاموشی اختیار کی۔

تم دونوں کھانا ختم کر کے میرے کمرے میں آؤ۔“ چند منٹ ”
خاموشی کے بعد ذیشان صاحب کھانا ختم کر کے اُٹھے تو نور عین اور
اذلان نے ایک ساتھ اُن کی طرف دیکھا جو حکم سنا کر وہاں سے جا چکے
تھے۔

بچو آج تو تم لوگوں کی خیر نہیں۔“ ذیشان صاحب کے جاتے ہی ”
ٹیبیل پہ سب سے پہلی آواز فیضان کی ابھری تو عائشہ نے بھی
مسکراہٹ چھپاتے اُن دونوں کو چھیڑا۔
بس زیادہ بولنے کی ضرورت نہیں، چپ کر کے کھانا کھاؤ اور جا کر ”
اپنے اپنے کمروں میں سو جاؤ۔“ زارون کا غصہ فیضان اور عائشہ پہ
نکالتے عالیہ بیگم نے کھانا ختم کیے بغیر ہی اپنی پلیٹ اُٹھائی اور اُٹھ کر
کچن میں چلی گئیں۔

یہ سب اس کھڑوس کی وجہ سے ہوا ہے، بد تمیز، سڑیل کہیں کا۔“
ساری کارروائی مکمل کرتے زارون نے اپنی توجہ کھانے کی طرف

مرکوز کی تو نور عین نے ایک کھا جانے والی نظر اُس پہ ڈالی اور تاثرات میں پریشانی لیے اذلان کی طرف دیکھا جو خفگی ظاہر کرنے کے لیے اُسے نظر انداز کر کے اپنا سر جھکا چکا تھا۔

آجاؤ۔“ کچھ دیر بعد دروازے پہ دستک ہوئی تو ذیشان صاحب نے ”اجازت دیتے نظر اٹھا کر آنے والوں کی طرف دیکھا۔

بیٹھ جاؤ۔“ ہاتھ میں پکڑا موبائل سائیڈ پہ رکھتے ذیشان صاحب ”

نے اُن کے جھکے سر دیکھ کر سامنے موجود صوفے کی طرف اشارہ کیا۔

ماموں سوری، ہم دوبارہ ایسی کوئی حرکت نہیں کریں گے۔“ اُن ”

کے غصے سے خائف نور عین نے بیٹھنے کے بجائے آنکھوں میں نمی لیے اُن سے معذرت کی۔

اچھا ٹھیک ہے۔ بیٹھو پھر بات کرتے ہیں۔“ اُس کے آنسوؤں سے ”
جذبائی ہونے کے بجائے ذیشان صاحب نے پھر سے اُنہیں بیٹھنے کا
اشارہ کیا۔

نہیں، مجھے پتا ہے آپ ناراض ہیں۔ ماموں، زارون بھائی جان بوجھ ”
کربات کو بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں تاکہ ہمیں ڈانٹ پڑے اور
اذلان کا کوئی قصور نہیں تھا میں نے ہی اسے شہتوت توڑنے کا کہا
تھا۔“ صوفی نے پہ بیٹھنے کے بجائے اُن کے سامنے بیڈ پہ بیٹھتے
نور عین نے اپنے پار ٹنر کو بچانے کے لیے سارا الزام اپنے سر لیا۔
ہمم، بیٹا زارون تم دونوں کی بہتری کی بات ہی کرتا ہے، تم خود بتاؤ ”
ایسے کسی کے گھر سے بغیر پوچھے کچھ توڑنا اچھی بات ہے؟“ اُسے خود
ہی اپنی غلطی تسلیم کرتا دیکھ کر ذیشان صاحب نے بھی سختی کرنے کے
بجائے نرمی سے پوچھا تو نور عین نے شرمندگی سے نفی میں سر ہلایا۔

سوری ابو، ہم دوبارہ ایسی کوئی حرکت نہیں کریں گے۔“ ذیشان“
صاحب کی بات سے اذلان کو بھی اپنی غلطی کا احساس ہوا تو اُس نے
بھی باپ سے معذرت کی۔

ٹھیک ہے اب جب تم دونوں کو خود ہی اپنی غلطی کا احساس ہو گیا“
ہے تو اس بار میں تمہیں معاف کر دیتا ہوں لیکن اگلی دفعہ اگر ایسا کچھ
ہوا تو سزا ملے گی۔“ بھانجی کی آنکھوں میں نمی دیکھ کر مزید کچھ کہنے یا
ڈانٹنے کے بجائے ذیشان صاحب نے ٹھنڈے پڑتے اذلان کی بھی
جان بخشی کی اور نور عین کو اپنے ساتھ لگایا جو انہیں اپنے بچوں سے
بھی زیادہ عزیز تھی۔

کہاں مصروف تھے؟ میں کب سے کال کر رہی ہوں تمہیں۔““
دوسری طرف سے ہیلو کی آواز ابھری تو سائرہ نے سلام و دعا کے بغیر
ہی خفگی سے کہا۔

کہیں نہیں وہ گھر کا کچھ سامان ختم تھا تو کھانا کھانے کے بعد وہی لینے“
چلا گیا اور موبائل کمرے میں ہی پڑا تھا۔“ سائرہ کے طنز کا اثر لیے
بغیر فیضان نے تفصیل کے ساتھ اُسے دیر سے کال اٹھانے کی وجہ
بتائی۔

اچھا ٹھیک ہے مجھے لگا شاید آج مجھ سے بات کیے بغیر ہی سو گئے“
ہو۔“ اُس کی وضاحت پہ سائرہ نے اپنا خدشہ ظاہر کیا۔
نہیں، میری یہ مجال کہ میں تم سے بات کیے بغیر سوؤں۔“ اُس کے“
شکوے پہ مسکراتے فیضان نے جان بوجھ کر اُسے چھیڑا۔

ہو نہہ اتنے بھی تم میرے فرمانبردار نہیں جتنا ظاہر کرتے ”
ہو۔“ دوسری طرف سے فیضان کی تابعداری کا سنتے سائرہ نے
آنکھیں سکیریں۔

تابعدار ہی ہوں تب ہی آج تک تمہیں کبھی شکایت کا موقع نہیں ”
دیا۔ خیر چھوڑو ان باتوں کو اور گھر والوں کا بتاؤ۔ کیسے ہیں سب؟“
موضوع بدلتے فیضان نے بیڈ کی بیک کے ساتھ ٹیک لگاتے استفسار
کیا تو سائرہ بھی فضول کی بحث میں پڑنے کے بجائے آہستگی سے اُس کی
باتوں کا جواب دینے لگی۔

اُفف اس پر اجیکٹ نے تو میرا دماغ خراب کر دیا ہے۔“ آنکھوں ”
میں درد کی وجہ سے زارون نے باقی کام کل پہ چھوڑتے اپنا لپ ٹاپ
بند کیا اور کلاک پہ بارہ بجتے دیکھ کر سی سے اٹھا۔

بس کل ہر صورت میں اسے مکمل کر کے جمع کروادوں گا۔“

پورے ایک ہفتے کی محنت کو عنقریب ہی مکمل ہوتا دیکھ کر زارون نے دل ہی دل میں ارادہ کیا اور ایک بھرپور انگریزی لیتے بیڈ پہ پہنچا۔

چار بجے کا الارم لگا لیتا ہوں تاکہ جلدی اٹھ کر باقی کام بھی مکمل کر ”

سکوں۔“ موبائل اٹھاتے ہی زارون نے خوشی اور جوش کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ خود کلامی کی اور الارم سیٹ کرتے موبائل اپنے قریب ہی تکیہ کے ساتھ رکھا اور پر سکون سے انداز میں آنکھیں بند کرتے سونے کی کوشش کرنے لگا۔

ہائے اللہ! تم نے تو مجھے ڈرا ہی دیا۔“ رات دو بجے کے قریب وہ ”

اپنے ارادے کی تکمیل کے لیے دبے پاؤں کمرے سے نکلی تو اذلان جو

کافی دیر سے اُسی کے انتظار میں کھڑا تھا ایک دم سے اُس کے سامنے آیا۔

مجھ سے بات نہ کرو، میں صرف تمہارا احسان اُتارنے کے لیے آیا” ہوں۔“ نور عین نے گہری سانس لیتے خود کو پر سکون کیا تو اذلان نے خفگی ظاہر کرتے جتلا یا۔

ہو نہہ میں بھی ناراض ہی ہوں اس لیے زیادہ بننے کی ضرورت نہیں” ہے۔“ مقابل کی بات سنتے ہی نور عین نے بھی اکڑ دکھانا ضروری سمجھا۔

ٹھیک ہے رہو، میں بھی تم سے صلح کرنے کے لیے مرا نہیں” جارہا۔“ اُس کی ہٹ دھرمی دیکھ کر اذلان نے نظریں پھیریں تو نور عین نے بھی منہ بسورتے اپنے قدم سیڑھیوں کی جانب بڑھائے۔

ایک بار پھر سے سوچ لو، مطلب زارون بھائی نے اُس پر اجیکٹ پہ ”
کافی محنت کی ہے۔“ اُس کے پیچھے ہی دبے پاؤں سیڑھیاں چڑھتے
اذلان نے اُسے سمجھانے کی آڑ میں مزید اکسایا۔

کیوں سوچوں؟ اُنہوں نے ہماری شکایت کرتے ہوئے کچھ سوچا؟ ”
وہ ہر بار ہماری ایسے ہی بے عزتی کرواتے ہیں۔“ اُس کی بات پہ پلٹتے
نور عین نے لہجے میں پختگی لیے دو ٹوک انداز میں کہا۔
ہمم ٹھیک ہے چلو پر میں بتا رہا ہوں اس بار کوئی بھی مسئلہ ہوا تو میں ”
جائے وقوعہ سے اپنی جان بچا کر فرار ہو جاؤں گا۔“ اپنی جیت پہ
خوش اذلان نے بس دکھاوے کے لیے اُسے خبردار کیا۔

ہو نہہ تم بڑی قتل کی واردات کر رہے ہونا۔“ اُس کے پیشہ وارانہ ”
انداز پہ نور عین نے طنز کرتے خود کو ہوشیار رکھنے کے لیے ادھر ادھر
دیکھا۔

واردات قتل کی نہیں پر اس کارروائی کے بعد مجھے اپنی موت صاف ”
صاف دکھائی دے رہی ہے اسی لیے بار بار تم سے بول رہا ہوں کہ
ایک دفعہ ٹھنڈے دماغ سے سوچ لو۔“ تاثرات میں سنجیدگی
سموتے اذلان نے اُسے ایک ہمدردانہ مشورہ دیا۔
میں تمہاری طرح بزدل نہیں ہوں جو فیصلہ کرنے کے بعد بار بار ”
اُس پہ نظر ثانی کروں۔ نور عین کی زبان اٹل ہے، ارادے پختہ اور
عمل یقینی ہے اس لیے اگر تمہیں زیادہ ڈر لگ رہا ہے تو یہیں سے
واپس چلے جاؤ۔“ کچھ دیر پہلے ہی ڈرامے میں سنا ہوا ڈائلاگ بولتے
اُس نے مقابل کے سامنے خود کو بہادر اور مضبوط ظاہر کرنے کے لیے
پلٹ کر قدم آگے بڑھائے تو اذلان نے تیر نشانے پہ لگا دیکھ کر اپنی
مسکراہٹ چھپائی اور خود بھی بغیر آہٹ کیے اُس کے پیچھے چل پڑا۔

پاسور ڈبتاؤ؟“ کمرے میں پہنچتے ہی زارون کے سوئے ہونے کی ”
تسلی کرنے کے بعد نور عین نے احتیاط سے ٹیبل سے لیپ ٹاپ اٹھایا
اور بیڈ کی اوٹ میں چھپ کر اُسے آن کرنے لگی۔
مجھے تو نہیں پتا۔“ مقابل کے سوال پہ لا علمی ظاہر کرتے اذلان نے ”
نفی میں سر ہلایا۔

تو یہاں کرنے کیا آئے ہو؟ میں نے تم سے بولا بھی تھا کہ پاسور ڈ ”
معلوم کر لینا۔“ لفظوں کو چباتے نور عین نے اُس کی بے وقوفی پہ
اسکرین سے نظر ہٹا کر اُسے گھورا۔
میں کوئی آئی ٹی ایکسپرٹ نہیں ہوں اور نہ ہی میری آنکھوں میں لینز ”
کی جگہ کیمرے نصب ہیں جو میں چند گھنٹوں میں تمہیں کسی کے بھی
لیپ ٹاپ کا پاسور ڈ معلوم کر کے بتا سکوں۔“ اپنی بے عزتی
کا احساس ہوتے ہی اذلان نے منہ بسورا۔

اچھا اب فضول کی بحث نہ کرو اور اس کا کچھ کرو۔“ لیپ ٹاپ کی ”
اسکرین اُس کی جانب کرتے نور عین نے مزید وقت ضائع کیے بغیر
اُس کے کان میں سرگوشی کی۔

میں کیا کروں؟ ہم میرے موبائل میں زارون بھائی کے لیپ ”
ٹاپ کے پچھلے کچھ پاسورڈ سیو ہیں۔ وہ ٹرائی کرتا ہوں۔“ مقابل کی
آنکھوں میں غصہ دیکھ کر اذلان نے کچھ سوچتے ہوئے ایک حل نکالا۔
ٹھیک ہے لگاؤ پر جلدی کرو۔“ اُس کی بات سے مطمئن ہوتے ”
نور عین نے تاثرات میں پریشانی لیے ایک نظر زارون پہ ڈالی۔
اب کیا ہوا؟“ اُسے اپنی جیبیں ٹٹولتا دیکھ کر نور عین نے سوال کیا تو ”
اذلان نے جواب دینے کے بجائے اپنی بتیسی کی نمائش کی۔
اب یہ مت کہنا کہ تم موبائل نہیں لائے؟“ اُس کے انداز سے ”
نتیجہ اخذ کرتے نور عین نے نفی میں سر ہلاتے خدشہ ظاہر کیا۔

میں بس دو منٹ میں لاتا ہوں۔ تم یہیں رکو۔“ اپنی غلطی تسلیم کرتے اذ لان نے اُسے تسلی دی اور اُسے کچھ بھی بولنے یا روکنے کا موقع دیے بغیر ہی دبے پاؤں دروازے کی جانب بڑھا۔

اب آئے گا مزہ۔“ کمرے سے نکلتے ہی اُس نے چہرے پہ ایک پراسرار سی مسکراہٹ لیے جیب سے چابی نکال کر دروازے کو باہر سے لاک کیا۔

میں بھی دیکھتا ہوں کہ اب تم مجھے دوبارہ کیسے بلیک میل کرتی ہو۔“ اپنے ارادے کی کامیابی پہ سرشاری کے ساتھ اُس نے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا اور پر سکون سے انداز میں بے آواز سیٹی بجاتے سیڑھیوں کی جانب بڑھا۔

کہاں رہ گیا ہے یہ لڑکا؟ اب تو کافی ٹائم ہو گیا ہے۔“ سامنے لگے ”
کلاک پہ نظر پڑتے ہی اُس نے فکر مندی سے سوچا۔
میں خود جا کر دیکھتی ہوں۔“ دل میں ارادہ کرتے اُس نے بیڈ کی ”
اوٹ سے ہلکا سا سر نکالتے ایک نظر زارون پہ ڈالی جو دروازے کی
طرف پشت کیے سکون سے سو رہا تھا۔
اس اذلان کے بچے کی خبر تو میں اچھے سے لوں گی، حد ہے مجھے ”
یہاں پھنسا کر پتا نہیں خود کہاں رہ گیا ہے۔“ لیپ ٹاپ گود سے نکال
کر پاس پڑے صوفے پہ رکھتے نور عین نے اُس کی لاپرواہی پہ دانت
پیسے اور تھوڑی ہوشیاری کا مظاہرہ کرتے احتیاط کے ساتھ بیڈ کی اوٹ
میں ہی زمین پہ رینگتے ہوئے آگے بڑھی۔
یا اللہ بس اس بار بچالے۔“ دل ہی دل میں دعا کرتے اُس نے ”
بامشکل خود کو دروازے تک پہنچایا۔

اُففف اگر مسٹر پونے بارہ کی آنکھ کھل گئی نا تو آج میری خیر ”
نہیں۔“ خوف کی وجہ سے اپنے خشک ہوئے ہونٹوں کو زبان سے
تر کرتے اُس نے کھڑے ہونے کے بجائے ویسے ہی گھٹنوں کے بل
بیٹھ کر آہستگی سے ناب پہ ہاتھ رکھا۔

اللہ جی بس اس بار یہاں سے صحیح سلامت نکل جاؤں پھر دوبارہ ”
کبھی بھی ایسا کوئی خطرناک کام نہیں کروں گی۔“ نظریں مقابل کی
پشت پہ جمائے نور عین نے سچے دل سے توبہ کی اور کانپتے ہوئے
ہاتھوں سے ناب گھمایا۔

یہ کھل کیوں نہیں رہا؟“ چار سے پانچ بار ناب گھومنے پہ بھی ”
دروازے میں کسی قسم کوئی تبدیلی نہ آئی تو خوف کے مارے اُس کا
رنگ سپید پڑا۔

تم میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے۔“ دماغ میں آئے خیال کی نفی ”
کرتے اُس نے گھبراہٹ اور پریشانی کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ

بیڈ پہ پڑے وجود کو فراموش کیا اور مکمل طور پہ دروازے کی جانب متوجہ ہوئی۔

میں تمہاری جان لے لوں گی۔“ اب کی بار ناب کو تیزی سے ”
گھماتے اُس نے سن ہوتے دماغ کے ساتھ غیر ارادی طور پہ
دروازے کو اندر کی جانب کھینچا تو چرچڑاہٹ کی آواز پر زارون کی آنکھ
کھلی اور کمرے میں کسی کی موجودگی کا احساس ہوتے ہی اُس نے برق
رفتاری سے سائیڈ ٹیبل کی دراز میں رکھا پسٹل نکالا۔

تم؟؟؟ تم۔۔۔ یہاں۔۔۔ میرے کمرے میں کیا کر رہی ہو؟“، پسٹل ”
سیدھا کرتے اُس نے جیسے ہی پلٹ کر پیچھے دیکھا تو اُس کے تاثرات
بدلے اور چہرے پہ خوف کی جگہ حیرت نے لی۔

باہر کوئی مسئلہ ہے؟“ اتنی رات کو اُسے اپنے کمرے میں دیکھ کر ”زارون کو کسی گڑبڑ کا احساس ہوا تو اُس نے جلدی سے ناب پہ ہاتھ رکھتے دروازہ کھولنا چاہا۔

اسے کیا ہوا ہے؟ نور عین پلیر بولو؟ تم یہاں کیوں آئی ہو؟ باہر سب ”خیریت ہے نا؟ اور یہ دروازہ کس نے لاک کیا؟“ دروازہ نہ کھلنے پہ زارون کے دماغ میں کئی وسوسوں نے جنم لیا تو اُس نے تیزی سے اُسے کندھوں سے پکڑ کر اپنے مقابل کھڑا کیا۔

ا۔۔۔ ذ۔۔۔ لان۔۔۔۔ نے لاک۔۔۔ کیا ہے۔“ مقابل کی فکر”
اور بات سمجھے بغیر ہی نور عین نے خوف سے زردیڑتے انکشاف کیا۔

کیا مطلب؟ اذلان نے کیوں لاک کیا ہے؟ اور تم یہاں کیا کر رہی ہو؟“ اذلان کے نام پہ ٹھٹھکتے زارون کے لہجے میں مزید الجھن آئی۔
زا۔۔۔ رون۔۔۔ بھا۔۔۔ ٹی۔۔۔ میرا کوئی۔۔۔ قصور نہیں۔۔۔۔۔ ہے۔۔۔“
سچ میں۔۔۔ یہ سا۔۔۔ را۔۔۔ آئیڈیا۔۔۔ اذلان کا تھا۔“ اُس کے
سوالات پہ نور عین کا دماغ ایک دم سے مفلوج ہوا تو اُس نے لہجے میں
آنسوؤں کی آمیزش لیے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں وضاحت دی۔
کیسا آئیڈیا؟ مطلب تم میرے کمرے میں کسی سوچی سمجھی سازش“
کے تحت آئی ہو؟“ اُس کے منہ سے آئیڈیا کا لفظ سنتے ہی زارون کو
معاملے کی نوعیت کا اندازہ ہوا تو اُس نے غصے سے ہاتھ میں پکڑا پسٹل
مقابل کے سر پہ تانا۔

اگر تمہاری ذرا سی بھی آواز نکلی تو میں گولی چلانے میں سیکنڈ سے بھی“
کم وقت لگاؤں گا۔“ دانت پیس کر دھمکی دیتے زارون نے بروقت
اُس کے منہ پہ ہاتھ رکھتے اُس کی چیخ کو اُس کے منہ میں دبایا۔

مجھے سب سچ جاننا ہے اس لیے کوئی بھی فضول بات کر کے میرا دماغ ”مزید خراب مت کرنا۔“ اُسے پیچھے دیوار کے ساتھ لگائے زارون نے اُس کے منہ پہ ہاتھ جماتے اُس کی آنکھوں میں دیکھا جو خوف کے باعث جھپکنا بھول چکی تھیں۔

چلو بولو۔“ حکم سناتے اُس نے جیسے ہی ہاتھ ہٹایا تو نور عین کے منہ ”سے ایک دبی سی سسکی نکلی۔

آواز بند رکھو اور کوئی بھی ہوشیاری کی تو مجھ سے بُرا کوئی نہیں ”ہوگا۔“ پسٹل کو مزید اُس کی جلد میں گاڑتے زارون نے اپنا دوسرا ہاتھ دیوار پہ رکھتے اُس کے اور اپنے درمیان مزید فاصلہ قائم کیا۔ وہ۔۔ آپ نے۔۔ مجھے ڈانٹا تھا نا۔۔“ نظریں پسٹل پہ جمائے اُس نے ”بات کے آغاز میں ایک بار پھر سے سسکی بھری تو زارون کے ماتھے پہ بل پڑے۔

ہم۔۔۔ آپ کا پراجیکٹ۔۔۔ خراب۔۔۔ کرنے۔۔۔ آئے۔۔۔“

تھے پر اذلان نے مجھے دھوکا دے کر یہاں بند کر دیا۔“ زارون کے

تاثرات میں کسی قسم کی کوئی لچک نہ دیکھ کر نور عین نے بامشکل اپنے

گلے کو تر کرتے بات مکمل کی۔

مطلب تم اپنی ڈانٹ کا بدلہ میری ایک ہفتے کی محنت خراب کر کے ”
لینا چاہتی تھیں؟“ اُس کی جرأت کا سنتے ہی زارون نے لفظوں کو
چباتے نال کو مزید سختی سے اُس کے سر میں گاڑھا۔

ن۔۔۔ نہیں! مجھ۔۔۔ سے۔۔۔ غلطی ہو گئی۔“ خوف کے مارے ”

آنسوؤں نے باہر کا راستہ ناپا تو اُس نے لرزتے ہوئے وجود کے ساتھ سختی سے آنکھیں بند کیں۔

غلطی نہیں بے وقوفی۔ جانتی ہوا اگر اس وقت تمہیں کسی نے ایسے ” میرے کمرے میں دیکھ لیا تو کیا قیامت آسکتی ہے۔ تم اب بچی نہیں ہو جو بے فکری کے ساتھ ایسے رات کے اس پہر منہ اٹھا کر کسی کے کمرے میں بھی جاسکتی ہو۔“ اُس کے رونے پہ پسل نیچے کرتے زارون نے اب کی بار موقع کی نزاکت کو سمجھتے اُسے تھوڑا نرمی سے سمجھایا جو شرارتوں کے چکر میں اپنا نقصان کرنے پہ تلی ہوئی تھی۔ میں۔۔۔ اکیلی نہیں آئی تھی۔۔۔ اذلان بھی میرے ساتھ۔۔۔ تھا۔۔۔“

اُس کے الفاظ کی باریکی نور عین کے سر پہ سے گزری تو اُس نے آنکھیں کھولتے جلدی سے وضاحت دی۔

ٹھیک ہے، اب چپ چاپ وہاں بیٹھ جاؤ اور میری ایک بات اپنے ”
دماغ میں اچھے سے بٹھالو کہ اگر تم نے اس واقعے کا ذکر گھر میں سے
کسی سے بھی کیا تو میں سچ میں تمہیں شوٹ کر دوں گا۔“ پھر سے
پسٹل اُس کے سر پہ رکھتے زارون نے اگلی کارروائی سے پہلے اُسے سختی
سے تاکید کی۔

ن۔۔۔ نہیں۔۔۔ کروں گی۔“ تیزی سے نفی میں سر ہلاتے ”
نور عین نے اُسے یقین دہانی کروائی تو زارون نے پسٹل ہٹاتے صوفے
کی طرف اشارہ کیا اور خود پلٹ کر چابی ڈھونڈنے لگا تاکہ کسی کے
جاگنے سے پہلے لاک کھول کر اُسے اپنے کمرے سے نکال سکے۔

دس پندرہ منٹ مسلسل کوشش کے باوجود بھی اُسے چابی نہ ملی تو اُس
نے کچھ سوچتے ہوئے اپنا موبائل اٹھایا۔

تمہاری خبر تو میں صبح لوں گا۔“ دوسری طرف نمبر بند دیکھ کر”
زارون کا پارہ مزید چڑھا تو اُس نے اپنے جبرے بھینچتے ایک سرسری
سی نظر نور عین پہ ڈالی جو چہرے پہ دنیا جہاں کی معصومیت سجائے
چپ چاپ اُس کی کارروائی دیکھ رہی تھی۔

اُٹھ کے واش روم میں جاؤ اور جب تک میں نہ بولوں باہر نہیں”
آنا۔“ چند منٹ ادھر ادھر ٹہلنے کے بعد اُس کے دماغ میں ایک اور
حل آیا تو اُس نے نور عین کو مخاطب کرتے حکم دیا۔
کیوں؟“ فوراً اُس کی بات پہ عمل کرنے کے بجائے اُس نے واش”
روم کے نام پہ حیرت سے پوچھا۔

زیادہ سوال کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جو بول رہا ہوں اُس پہ”
عمل کرو ورنہ دروازے کے بجائے ٹیرس سے دھکا دے کر سیدھا
نیچے پہنچا دوں گا۔“ اُس کے سوال پہ جواب دینے کے بجائے زارون

نے آنکھیں دکھائیں تو مقابل نے مزید کچھ پوچھنے کے بجائے خاموشی اختیار کی۔

کسی بے گناہ کا قتل کریں تو اُس کی روح ساری زندگی پیچھا نہیں ”
چھوڑتی۔“ واش روم میں داخل ہونے سے پہلے اُس نے اپنی عمر اور عقل کے مطابق عزت سے زیادہ جان کی پروا کرتے زارون کو خبردار کیا۔

میں نے ایسا ڈرامے میں دیکھا تھا اور آپ بھی بتا رہی تھیں کہ یہ سچ ”
ہے۔“ اُس کے گھورنے پہ وضاحت دیتے نور عین نے اپنی بات کی مضبوطی کے لیے عائشہ کا حوالہ دیا۔

چپ چاپ اندر جاؤ ورنہ۔۔۔“ رات کے اس پہر اُس سے بحث کر ”
کے مزید اپنا دماغ خراب کرنے کے بجائے زارون نے اُسے ڈرانے کے لیے دو قدم آگے بڑھائے تو نور عین نے مزید کچھ بولے بغیر فٹ سے واش روم میں داخل ہوتے دروازہ بند کیا۔

فضول لڑکی۔“ اُس کی حرکت پہ زیر لب بڑبڑاتے اُس نے سر ”
جھٹکا اور موبائل سے فیضان کا نمبر ڈائل کرنے لگتا کہ اُسے مدد کا بول
سکے۔

اُف ف یہ اس وقت کون نیند خراب کر رہا ہے۔“ بیل کی آواز پہ ”
بے زاری کے ساتھ فیضان نے کروٹ بدلتے دوسری طرف پڑا
موبائل اُٹھایا۔
ہیلو؟ کون؟“ نمبر دیکھے بغیر ہی کال ریسیو کر کے موبائل کان سے ”
لگاتے اُس نے دوسری طرف رابطہ بحال ہونے کا یقین دلایا۔
بھائی؟ میں زارون۔۔ وہ دراصل میرے کمرے کا دروازہ لاک ”
ہو گیا ہے اس لیے پلیز آپ لاؤنچ سے چابی لا کر کھول دیں۔“ اُس کی

بات سے اُس کے نیند میں ہونے کا اندازہ لگاتے زارون نے اپنا تعارف کروانے کے ساتھ ہی کال کرنے کا مقصد بیان کیا۔

لاک ہو گیا؟ کیسے لاک ہو گیا؟ اور اتنی رات تمہیں کیا ضرورت پڑ؟

گئی ہے کمرے سے باہر نکلنے کی؟“ اُس کی آواز پہ مکمل طور پہ بیدار ہوتے فیضان نے کان سے موبائل ہٹا کر نام اور ٹائم دونوں کی تصدیق کی۔

پتا نہیں کیسے ہوا پلیر آپ کھول دیں۔“ اُس کی پہلی بات کا جواب

دیتے زارون نے التجائیہ انداز میں کہتے دوسرے سوال کو گول کیا۔

اچھا ٹھیک ہے کھولتا ہوں۔ حد ہے سکون سے سونے بھی نہیں

دیتے۔“ انکار کرنے کے بجائے کال منقطع کرتے وہ بڑبڑایا اور

کمفر ٹرہٹاتے بستر سے نکلتا کہ نیچے جا کر چابی لاسکے۔

پتا نہیں کیا کرتا ہے یہ لڑکا، حد ہے آدھی رات کو میری نیند خراب ”
کر دی۔“ نیچے سے چابی لا کر ناب میں لگاتے اُس نے جھنجھلائے
ہوئے انداز میں دروازہ کھولا۔

بہت شکر یہ بھائی اور سوری میں نے آپ کی نیند خراب کی۔“
دروازہ کھلتے ہی اُس کے سامنے آتے زارون نے مشکور سے انداز میں
اُس کا شکریہ ادا کیا تو فیضان نے منہ پہ ہاتھ رکھتے خود کو جمائی لینے سے
روکا۔

خیر ہے پر یہ تم آدھی رات تک کیوں اُٹھے ہوئے ہو؟“ اُسے اپنے
سامنے ہی دروازے میں جمادیکھ کر فیضان نے اُسے ہٹانے کے بجائے
وہیں کھڑے کھڑے سوال کیا۔

کچھ نہیں۔ بس پراجیکٹ کا تھوڑا کام رہتا تھا وہی کر رہا تھا مگر سر میں
درد ہونے لگا تو سوچا چائے پی لوں۔“ ایک معقول سا بہانہ بناتے

زارون نے اُس کی نظروں کو کمرے میں گردش کرتا دیکھ کر
مسکرا نے کی کوشش کی۔

اچھا ٹھیک ہے پر ٹائم سے سو جایا کرو ورنہ پڑھ پڑھ کر پاگل ہو”
جاؤ گے۔“ اُس کی بات سے مطمئن ہوتے فیضان نے بڑے ہونے
کے ناتے اُسے ایک مخلصانہ مشورہ دیا اور پھر سے جمائی لیتے پلٹ کر
اپنے کمرے کی جانب بڑھا تو زارون نے اپنی رکی ہوئی سانس بحال
کی۔

آجاؤ باہر۔“ فیضان کے کمرے کا دروازہ بند ہوتے ہی زارون نے”
باہر نکل کر ارد گرد کا جائزہ لیا اور تسلی ہونے پہ واپس اندر آتے
نور عین کو آواز لگائی۔

سو گئی ہو کیا؟“ چند سیکنڈز انتظار کے بعد بھی دروازہ نہ کھلا تو اُس”
نے ہلکی سی دستک دیتے مقابل کو متوجہ کیا۔

نہیں۔ وہ میں آپ کا فیس واش چیک کر رہی تھی۔ کافی اچھا ہے۔“

کہاں سے لیا ہے آپ نے؟ دیکھیں ایک بار لگانے سے ہی میرا رنگ بالکل سفید ہو گیا ہے۔“ سارا خوف بالائے طاق رکھے اُس نے اپنی کارروائی کا بتاتے اسٹالر سے اپنا چہرہ صاف کیا جو ابھی بھی گیلا تھا۔

مرنے کے بعد بھی انسان سفید ہو جاتا ہے تم چاہو تو میں تمہاری اس“

میں مدد کر سکتا ہوں۔“ اتنی پیچیدہ صورت حال میں بھی اُس لڑکی کی بے وقوفیاں دیکھ کر زارون کا خون کھولا تو اُس نے دانت پیستے ایک مؤثر مشورہ دیا۔

نہیں۔۔ میں ایسے ہی ٹھیک ہوں۔“ اُس کی پیشکش پہ گڑ بڑاتے“

نور عین نے اپنی زبان کو کنٹرول کیا تو زارون نے مزید اُس کی فضول گوئی سننے کے بجائے ضبط کرتے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

یہ کیسے کھلا؟ میرا مطلب۔۔۔ بہت شکریہ آپ کا۔“ اگلے سوال“

سے پہلے ہی مقابل کی تاثرات دیکھ کر اُس نے بات بدلی اور تیزی سے

دروازے کی جانب بڑھنے لگی تو زارون نے اُس کے سامنے آتے اُس کا راستہ روکا۔

اب سیدھا اپنے کمرے میں جانا اور اگر اس واقعے کی بھنک گھر میں ”کسی کو بھی پڑی تو میں تمہاری جان لے لوں گا۔“ ایک دم سے اُس کے سامنے آنے کی وجہ سے نور عین کا سر اُس کے سینے سے ٹکرایا تو زارون نے اُسے بازوؤں سے پکڑ کر سیدھا کیا۔

”نہیں۔ میں کسی کو نہیں بتاؤں گی۔“ اپنی جان چھڑوانے کے لیے ”تیزی سے سر ہلاتے نور عین نے فٹ سے حکم مانا تو زارون نے سائیڈ پہ ہوتے اُسے جانے کا راستہ دیا۔

شکر ہے میں بچ گئی۔“ کمرے سے نکلتے ہی ایک گہرا سانس لیتے اُس نے ادھر ادھر دیکھے بغیر ہی تیزی سے سیڑھیوں کا رخ کیا تو پیچھے کھڑے شخص کی آنکھوں نے حیرت اور بے یقینی سے دور تک اُس کا تعاقب کیا۔

تم؟ یہاں کیسے؟ میرا مطلب اتنی صبح صبح سب خیریت ہے نا؟“

زارون کے کمرے سے آنے کے بعد نور عین نے باقی کے کچھ گھنٹے بڑی مشکل سے کروٹیں بدل بدل کر گزارے اور چھ بجتے ہی دندناتے ہوئے اذلان کے کمرے میں پہنچی۔

ایسے گھور کیوں رہی ہو؟ کچھ چاہیے کیا؟“ انجان بننے کی بھرپور

کوشش کرتے اُس نے رات والے واقعے سے لا تعلقی ظاہر کی اور عام سا انداز اپناتے اپنی حیرت کو چھپایا۔

ہاں۔ تمہاری گردن وہ بھی کٹی ہوئی۔“ اُس کے یوں بننے پہ

نور عین نے لفظوں کو چباتے اُسے خونخوار نظروں سے گھورا۔

یہ کیسی باتیں کر رہی ہو؟ کہیں خوف سے زارون بھائی کے کمرے

میں مر تو نہیں گئیں تم؟“ ایک خیال کے آتے ہی اذلان نے

جھر جھری لی اور اپنی مسکراہٹ چھپاتے وہاں سے فرار ہونے کے ارادے سے چند قدم پیچھے ہٹائے۔

ہاں مر گئی ہوں اور بھوت بن کر تم سے بدلہ لینے آئی ہوں تاکہ ” دوبارہ تم کسی کو دھوکا مت دو۔“ سنجیدگی سے اُس کی بات کا جواب دیتے نور عین نے ایک سائیڈ پہ پڑا بیٹ اٹھایا۔

یہ کیا کر رہی ہو؟ پاگل تو نہیں ہو گئیں تم؟ یار قسم سے میں صرف ” کچھ دیر تمہیں ڈرانا چاہتا تھا پر پتا نہیں کیسے میری آنکھ لگ گئی۔“ اُس کا ارادہ بھانپتے ہی جلدی سے پیچھے ہٹے اذلان نے اپنا بچاؤ کیا پر نور عین نے دوسری سائیڈ سے حملہ کرتے بیٹ کو پوری طاقت سے اُس کی ٹانگ پہ مارنے کی کوشش کی۔

امی۔۔ مجھے اس چڑیل سے بچائیں۔۔“ اُس کے وار سے بچتے ” اذلان نے مزید وضاحتوں کے بجائے پھرتی سے چھلانگ لگائی اور اپنی جان بچاتے واش روم کا دروازہ کھولتے وہاں بند ہو گیا۔

میں تمہارا منہ توڑ دوں گی۔ دروازہ کھولو ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔“ اُس کی ہوشیاری دیکھ کر نور عین نے زچ ہوتے دروازے پہ ہاتھ مارا۔ میرا دروازہ میری مرضی اور ویسے تم بھائی کے کمرے سے نکلی“ کیسے؟“ خود کو محفوظ پا کر اذلان نے تجسس کے ہاتھوں مجبور ہوتے اندر سے آواز لگائی۔

جیسے بھی نکلی ہوں یہ تمہارا مسئلہ نہیں، تم باہر نکلو ورنہ میں“ تمہارے سارے ٹیسٹ جا کر ماموں کو دکھا دوں گی۔“ اُس کی بات کا جواب دینے کے بجائے نور عین نے بیٹ دروازے پہ مارتے غصے سے دھمکی دی۔

دکھا دو پر میں تمہاری اطلاع کے لیے بتا دوں کہ رات تمہیں سبق“ سکھانے کے ساتھ ساتھ میں اپنے سارے ثبوت تمہارے بیگ اور دراز سے نکال کر جلا دیے تھے۔“ اُس کی دھمکی پہ مسکراتے اذلان

نے پر سکون سے انداز میں اُسے اپنے کارنامے سے آگاہ کیا تو دراز کے نام پہ وہ ایک دم سے ٹھٹھکی۔

تمہاری ہمت کیسے ہوئی میری دراز کو ہاتھ لگانے کی۔“ دل میں آتے ”
خدشے کے تحت بات ادھوری چھوڑتے اُس نے بیٹ پھینکا اور تیزی سے باہر کی جانب بھاگی۔

تم اتنی صبح کہاں سے آرہی ہو؟“ اُسے واش روم کے بجائے باہر ”
سے آتا دیکھ کر عائشہ نے حیرت سے موبائل کی اسکرین سے نظریں ہٹائیں۔

کیا ہوا ہے؟ کچھ گم گیا ہے کیا؟“ اُس کی بات کا جواب دیے بغیر ”
نور عین نے بے چینی سے آگے بڑھ کر اپنی دراز کھولی تو عائشہ نے اُس کی ہڑبڑاہٹ دیکھ کر پھر سے پوچھا۔

نور کیا ہوا ہے؟ کوئی مسئلہ ہے کیا؟“ بغیر جواب دیے ہی اُس نے ”پریشانی سے دراز میں رکھی ساری چیزیں ایک ایک کر کے باہر نکالیں تو اب کی بار عائشہ موبائل رکھ کر اُس کے قریب آئی۔

ا۔۔۔می۔۔۔ کی تصویر نہیں مل رہی۔“ ساری چیزوں کو ”بکھیرتے نور عین نے دھڑکتے دل اور کانپتے ہاتھوں کے ساتھ اُن کی تلاشی لی۔

کون سی تصویر؟ اور تمہیں اتنی صبح تصویر کی ضرورت کیوں پڑ ”گئی؟“ اُس کے جواب پہ حیران ہوتے عائشہ نے پھر سے سوال کیا تو نور عین نے اب کی بار جواب دینے کے بجائے اپنی دھندلائی ہوئی آنکھوں کو آستین سے صاف کیا۔

یار کیا ہو گیا ہے؟ رو کیوں رہی ہو؟ یہی کہیں ہوگی۔ لاؤ میں دیکھتی ”ہوں۔“ اُسے ایسے جذباتی ہوتا دیکھ کر عائشہ کو معاملے کی سنگینی کا

احساس ہوا تو اُس نے نور عین کو تسلی دی اور آگے بڑھتے خود تصویر تلاش کرنے لگی۔

تم نے یہیں رکھی تھی نا؟ مطلب سوچ لو ہو سکتا ہے کہیں اور رکھ دی ہو۔“ چیزیں آگے پیچھے کرتے عائشہ کو کچھ نظر نہ آیا تو اُس نے نور عین کی طرف دیکھتے سوال کیا۔

نہیں۔۔۔ میں۔۔۔ نے۔۔۔ یہیں۔۔۔ رکھی تھی۔“ نفی میں سر ہلاتے آنسوؤں کا گولہ اُس کے گلے میں اٹکا تو اُس نے بامشکل مقابل کو بتایا۔

اچھا تم پریشان نہ ہو، کچھ دیر بعد ڈھونڈ لینا مل جائے گی۔“ اُس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے عائشہ نے اُسے نرمی سے سمجھایا۔

نہیں ملے گی۔ امی کی طرح وہ بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مجھ سے دور چلی گئی۔ یہ سب میری لاپرواہی کی وجہ سے ہوا ہے۔“ آنکھوں میں

لبالب آنسو بھرے نور عین نے تکلیف کے زیر اثر اپنے نچلے ہونٹ کو دانتوں میں دبایا۔

یار کیا ہو گیا ہے۔ میں نے بولانا کہ مل جائے گی تو کیوں پریشان ہو” رہی ہو اور اگر نہ بھی ملی تو ابو کے پاس پھوپھو کی بہت سی تصویریں ہیں۔ تم جتنی چاہو اُن سے لے سکتی ہو۔“ اُس کی حالت دیکھ کر عائشہ نے اُسے دلاسا دیا۔

نہیں۔۔۔ اس تصویر میں امی نے مجھے اپنی گود میں اُٹھایا ہوا تھا اور” آپ کو پتا ہے مجھے جب بھی اُن کا لمس محسوس کرنا ہوتا تھا تو میں اس بے جان عکس کو دیکھ لیتی تھی۔“ اپنے پاس موجود تصویر کی اہمیت بیان کرتے اُس کی آنکھیں چھلکیں تو عائشہ کا دل بھی اداس ہوا اور اُس نے کچھ بھی کہنے کے بجائے نور عین کو اپنے ساتھ لگایا جو اتنی سی عمر میں نہ نجانے اپنے اندر کون کون سی سے محرومیاں دفن کیے ہوئے تھی۔

صبح سے جاری ہلکی بارش کی وجہ سے وہ ایک گھنٹے کا کام تین گھنٹوں میں نمٹا کر کوفت زدہ سے انداز میں گھر پہنچا تو اُس کا سب سے پہلا سامنا نور عین سے ہوا جو افسردہ سے چہرے کے ساتھ برآمدے میں لگے جھولے پہ بیٹھی کسی گہری سوچ میں گم تھی۔

تم نے آج پھر اسکول سے چھٹی کی ہے؟“ صبح ہوئے واقعے کی یاد آتے ہی زارون نے ایک بار پھر سے اُس کی کلاس لینے کا سوچ کر قدم اُس کی جانب بڑھائے۔

جی۔“ اُس کے سوال پہ چند سیکنڈز کے لیے اپنی بو جھل پلکیں ”

اُٹھاتے نور عین نے مقابل کو دیکھا اور جواب دیتے پھر سے نظریں جھکا کر جھولے کو ہلکی ہلکی حرکت دینے لگی۔

کیوں؟ ابھی تم نے شاید پرسوں ہی چھٹی کی تھی نا؟ ابو کے پاس پیسے ”
درختوں پہ نہیں اُگتے جو ہر چھ ماہ بعد فیس کے ساتھ تم لوگوں کا اتنا ہی
جرمانہ بھی ادا کریں۔“ رسی کو پکڑ کر جھولے کی حرکت کو روکتے
زارون نے مقابل کی کیفیت سمجھے بغیر ہی سخت الفاظ کی بوچھاڑ کی۔
لوگوں کا لفظ استعمال کر کے بھرم رکھنے کی کیا ضرورت تھی؟ آپ ”
سیدھا ہی بول دیتے کہ میرے لیے پیسے نہیں ہیں۔“ رسیوں کو
تھامے اُس نے زارون کی بات سنتے ہی تلخی سے اُس کی طرف دیکھا۔
فضول بحث کی ضرورت نہیں ہے جو سمجھایا ہے آئندہ اُس پہ عمل ”
کرنا۔“ اُس کی منفی سوچ کو رد کرتے زارون نے حکم دیتے بات ختم
کی۔

میں کسی کے حکم کی غلام نہیں ہوں اس لیے اپنی مرضی اپنے بہن ”
بھائیوں پہ چلائیں۔“ پاؤں نیچے زمین پہ ٹکائے نور عین نے اُس کی

صبح والی مہربانی کو نظر انداز کرتے دو ٹوک انداز میں اُس کی آنکھوں
دیکھا۔

ٹھیک ہے۔ میں بھول گیا تھا کہ تم میری کزن ہو بہن نہیں۔ ”اُس“
کا جواب سنتے ہی زارون کے تن بدن میں آگ لگی اور اُس نے رسی
چھوڑتے اپنا رخ اندر کی جانب کیا تو نور عین نے دھندلائی ہوئی
نظروں سے اُس کی پشت کو دیکھا۔

زارون؟ کیا ہوا؟ اتنی جلدی میں کیوں ہو؟“ اُسے اپنے پاس سے ”
سلام و دعا کے بغیر ہی گزرتا دیکھ کر عالیہ بیگم نے فکر مندی سے آواز
دی۔

السلام علیکم! سوری میں نے آپ کو دیکھا نہیں۔“ ماتھے پہ پڑے بل ”
درست کرتے وہ ماں کے مخاطب کرنے پہ اُن کے قریب آیا۔

وعلیکم السلام! پراجیکٹ جمع ہو گیا؟ اور اتنے غصے میں کیوں ہو؟“ ”
اُس کے تاثرات میں الجھن دیکھ کر عالیہ بیگم نے نرمی سے اُس کے
کندھے پہ ہاتھ رکھا۔

جی ہو گیا اور غصے میں نہیں ہوں بس گھر میں داخل ہوتے ہی کالی بلی“
نے راستہ کاٹ لیا تھا اسی لیے موڈ تھوڑا خراب ہو گیا۔“ براہ راست
نور عین کا ذکر کرنے کے بجائے زارون نے اشارتاً ماں کی بات کا
جواب دیا۔

کون سی بلی؟ تم نور عین کی بات کر رہے ہو؟ پھر سے لڑ کے آئے ہو“
کیا؟ اُفف زارون اُسے تو میں نے پہلے ہی اتنی مشکل سے بہلایا تھا۔“
اُس کی بات سے اندازہ لگاتے عالیہ بیگم نے اپنا سر پکڑا۔

میں نہیں لڑتا کسی سے اور نہ ہی مجھے اُس کے منہ لگنے کا کوئی شوق“
ہے۔ میں نے ویسے ہی پوچھا کہ اسکول سے چھٹی کیوں کی تو بس اُس

نے اپنی بد تمیزیاں شروع کر دیں۔“ ماں کی نرم دلی دیکھ کر اُس نے اپنے اور نور عین کے درمیان ہوئی گفتگو کا مختصر حوالہ دیا۔

اُف ف تم لوگوں کا میں کچھ نہیں کر سکتی، پہلے ہی صبح سے رو رو کر ” اُس نے اپنی حالت بگاڑی ہوئی اور اب تم ایک نیا مسئلہ کھڑا کر آئے۔ کیا ضرورت تھی تمہیں اسکول نہ جانے کی وجہ پوچھنے کی؟“ اُس کے جواب پہ پریشان ہوتے عالیہ بیگم نے غصے سے اُسے سرزنش کی۔ کیوں اب کیا ہوا؟ اور امی یہ صرف بچوں کے بہانے ہوتے۔“ ” معاملے کی سنگینی کا علم نہ ہونے کی وجہ سے زارون نے ماں کی بات سنتے ہی اُنہیں سمجھایا۔

بہانہ نہیں تھا، نور عین کے پاس اُس کی اور نورین کی تصویر تھی وہ ” کہیں گم گئی ہے اسی لیے وہ تھوڑی پریشان ہے۔“ دکھ کے زیر اثر اُس نے ابھی تک کسی سے اذلان کی حرکت کا ذکر نہیں کیا تھا اسی لیے عالیہ بیگم نے عائشہ سے سنی ہوئی بات مختصر ازارون تک پہنچائی۔

کہاں گم گئی؟ اور اس میں رونے یا پریشان ہونے کی کیا بات ہے؟”

مطلب پھوپھو کی اور بھی کافی تصویریں ہیں ناگھر میں۔“ ماں کی بات سنتے ہی زارون کا غصہ ٹھنڈا ہوا تو اُس نے اب کی بار نرمی سے پوچھا۔

ہاں ہیں مگر شاید نور عین کو اُس تصویر سے کچھ زیادہ لگاؤ تھا، ویسے”

بھی اُس کے پاس ان بے جان احساسات کے علاوہ اپنی ماں کو دیکھنے یا محسوس کرنے کا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے اس لیے وہ کچھ زیادہ جذباتی ہو جاتی ہے۔“ افسردگی سے بتاتے وہ سانس لینے کے لیے رکی اور پھر سے اپنی بات کا آغاز کیا۔

صبح سے چپ چاپ اپنے کمرے میں بند تھی۔ کچھ کھایا بھی نہیں اور”

ابھی بھی میں نے بڑی مشکل سے بہلا کر باہر بھیجا تھا تاکہ کچھ موڈ ٹھیک ہو پر یقیناً تم نے زیادہ عقل مند بننے کی کوشش میں اُسے پھر پریشان کر دیا ہو گا۔“ بیٹے کی سنجیدہ اور دو ٹوک انداز میں بات

کرنے والی عادت سے واقف ہونے کی وجہ سے عالیہ بیگم نے خفگی سے اُس کی طرف دیکھا۔

نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے اور آپ پلیز کھانا لگادیں، میں نے ”
بھی صبح سے کچھ نہیں کھایا۔“ اپنی کڑوی بات کو نظر انداز کرتے
زارون نے نور عین کی بد تمیزی کو یاد رکھتے اُس کے ساتھ کسی قسم کی
کوئی بھی ہمدردی جتانے کے بجائے ماں کو اپنی بھوک کا احساس دلایا
اور بیگ سنبھالتے سیڑھیوں کی جانب بڑھا تو عالیہ بیگم نے اُنہیں اُن
کے حال پہ چھوڑتے کچن کا رخ کیا۔

فیضان کیا بات ہے؟ کوئی پریشانی ہے کیا؟“ صبح سے اُسے بار بار ”
الچھتے اور سوچ میں گم ہوتا دیکھ کر بلا آخر ذیشان صاحب نے اُس کے
کندھے پہ ہاتھ رکھتے نرمی سے پوچھا۔

کیا؟ نہیں ابو۔۔ کوئی مسئلہ نہیں۔۔“ اُن کے مخاطب کرنے پہ ”
ایک دم سے چونکتے وہ اپنی سوچ سے نکلا۔
تو پھر ایسے پریشان کیوں ہو؟ میں صبح سے دیکھ رہا ہوں کہ تم کچھ ”
چپ چپ اور الجھے سے ہو۔ کوئی مسئلہ ہے تو تم مجھے بتا سکتے ہو۔“
اُس کے جواب پہ عدم اعتماد ظاہر کرتے ذیشان صاحب نے ایک بار
پھر سے استفسار کیا۔
”نہیں ابو کوئی بات نہیں ہے۔ بس رات کو ٹھیک سے نیند نہیں آئی“
اسی لیے شاید سستی ہو رہی ہے۔“ نظریں چراتے اُس نے صبح سے
دماغ میں چلتی کشمکش کو جھٹک کر باپ کو مطمئن کیا۔
”اچھا تو پھر گھر چلے جاؤ، جا کر آرام کرو۔ میں خود ہی کام سنبھال لوں“
گا۔“ اُس کا جواب سنتے ہی ذیشان صاحب نے اب کی بار مشورہ دیتے
نرمی سے اپنا ہاتھ ہٹایا۔

نہیں، اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں بس چائے منگواتا ہوں، آپ ”
پئیں گے کیا؟“ بات بدلتے فیضان نے موبائل اٹھایا تو ذیشان
صاحب اثبات میں سر ہلاتے عورتوں کی جانب متوجہ ہوئے جو ابھی
ابھی دکان میں داخل ہوئیں تھیں۔

امی مجھے نہیں پتا اگر نور عین ٹیوشن نہیں جائے گی تو میں بھی چھٹی ”
کروں گا۔“ صبح ذیشان صاحب کے ڈر سے وہ وجہ جانے بغیر ہی چپ
چاپ اکیلا ہی اسکول چلا گیا تھا مگر اب واپسی پہ نور عین کی طبعیت کی
خرابی کا سن کر اُس نے ضد کرتے کوئی چھٹی بار اپنی بات دوہرائی۔
اچھا بابا نہ جانا پر یہ یاد رکھو کہ زارون بھی گھر پہ ہے اگر اُس نے کچھ ”
پوچھا تو تم خود ہی جواب دو گے۔“ اُس کی چک چک سے تنگ آتے
عالیہ بیگم نے بلا آخر اُسے بڑے بھائی کا ڈر وادیا (جو ناشتہ کرتے ہی نیند

پوری کرنے کی غرض سے پچھلے پانچ گھنٹوں سے اپنے کمرے میں بند تھا۔

یہ کیا بات ہوئی؟ بھائی کیوں گھر ہیں؟ اور امی آپ لوگ نور عین کو ”کچھ نہیں کہتے اور میں جب بھی چھٹی کا نام لیتا ہوں سب میرے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔“ زارون کا سنتے ہی اذلان نے جذباتی سے انداز میں منہ بسورا۔

نور عین کی تو طبیعت خراب ہے ناور نہ وہ کبھی بھی تمہاری طرح ”بلا وجہ چھٹی نہیں کرتی۔“ چائے کا کپ اُس کے سامنے رکھتے عالیہ بیگم نے اُس کے نخرے دیکھ کر باور کروایا۔

کوئی طبیعت خراب نہیں ہے اُس کی، مجھے پتا ہے وہ جان بوجھ کر ”بہانے کر رہی ہے اور امی آپ اتنی جلدی اُس کی باتوں میں نہ آیا کریں۔“ اپنی غلطی سے انجان اذلان نے ماں کی سادگی دیکھ کر اُنہیں سمجھایا۔

فضول بولنے کی ضرورت نہیں ہے اور کہیں تم نے تو نور عین کو ”
تنگ کرنے کے لیے نورین کی تصویر غائب نہیں کی؟ دیکھو بیٹا اگر تم
نے چھپائی ہے تو واپس کر دو کیونکہ ابھی تمہارے ابو کو اس بات کا علم
نہیں ہے۔“ دماغ میں ایک دم سے آئے خیال کو زبان پہ لاتے عالیہ
بیگم نے شکی انداز میں کہتے بیٹے کو نرمی سے تاکید کی۔
کون سی تصویر؟ اور آپ ہر بات پہ مجھ پہ شک کیوں کرتی ہیں؟ کیا ”
میں شکل سے آپ کو چور لگتا ہوں؟“ ماں کے الزام پہ ششدر
اذلان نے منہ میں بھرا گھونٹ بامشکل اندر نکالا۔
نہیں، میں شک نہیں کر رہی۔ مجھے لگا شاید تم نے نور عین کو تنگ ”
کرنے کے لیے تصویر چھپائی ہو۔“ اپنے الفاظ پہ زور دیتے عالیہ بیگم
نے پھر سے تصدیق چاہی۔

نہیں، میں نے کچھ نہیں چھپایا اور آپ یہ کس تصویر کی بات کر رہی ہیں؟“ معاملے سے انجان اذلان نے اب کی بار صبح سے ہوئے تمام واقعات پہ غور کیا۔

نور عین کی اور اُس کی امی کی تھی، مجھے تو عائشہ نے بتایا کہ دراز سے کہیں غائب ہوئی ہے ورنہ نور عین نے تو صبح کی چپ سادھی ہوئی ہے۔“ مقابل کی معلومات میں اضافہ کرتے عالیہ بیگم نے جیسے ہی دراز کا نام لیا تو اذلان کے کان کھڑے ہوئے۔

تمہیں کیا ہوا؟ کہاں جا رہے ہو؟ چائے تو پی لو۔“ اُسے ایک دم سے کھڑا ہوتے دیکھ کر عالیہ بیگم نے تعجب سے اُس کی طرف دیکھا جو چہرے پہ پریشانی لیے تیزی سے کچن سے نکل کر نور عین اور عائشہ کے مشترکہ کمرے کی جانب بڑھا۔

دفع ہو جاؤ میری نظروں سے دور۔“ کمرے میں داخل ہونے والی ”
شخصیت پہ نظر پڑتے ہی نور عین نے نفرت سے کہتے کمفرٹر اپنے
چہرے پہ اوڑھا۔

یار قسم سے میں نے کوئی تصویر نہیں لی۔ میں نے تو صرف اپنے ”
ٹیسٹ پیپر نکالے تھے۔“ تیزی سے اُس کی جانب بڑھتے اذلان
نے وضاحت دی۔

نور عین پلیز میری بات کا یقین کرو، قسم سے میں نے کوئی تصویر ”
نہیں لی۔“ اُس کے قریب ہی بیڈ پہ بیٹھتے اذلان نے سارا معاملہ
سمجھ آتے ہی اپنے ذہن پہ زور دیتے صفائی پیش کی۔

تو پھر کہاں ہے؟ دیکھو ذرا، تم نے اسی دراز سے پیپر نکلے تھے نا؟“ ”
اُس کی بات سنتے ہی فٹ سے کمفرٹر ہٹاتے اُس نے سرخ چہرے کے
ساتھ سائیڈ ٹیبل کی دراز کھولی۔

پر میں تو صرف پیپر نکالے تھے۔ میرا مطلب، میں نے چیک نہیں کیا۔“
”مگر۔۔۔ میں جانتا ہوں کہ اُس میں کوئی تصویر نہیں تھی۔“
مقابل سے زیادہ خود کو اپنی بات کا یقین دلاتے اذلان نے فکر مندی سے دراز کی تلاشی لی۔

کچھ نہیں ہے۔ صبح سے ہزار بار دیکھ چکی ہوں۔ میری ہی غلطی تھی۔“
جو میں نے لاپرواہی سے تصویر کو پیپر ز میں رکھا۔“ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپاتے نور عین نے تکلیف کے زیر اثر مقابل کو الزام دینے کے بجائے سختی سے اپنے آپ کو کوسا۔

نہیں، یہ سب میری غلطی ہے۔“ اُس کے کانپتے وجود کو دیکھتے۔“
اذلان کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تو اُس کے الفاظ نے اُس کا ساتھ چھوڑا۔

سوری۔ مجھے معلوم ہوتا تو میں کبھی بھی تمہیں پریشان نہ کرتا۔“

زندگی میں پہلی بار اپنے پار ٹنر کو ایسے روتا دیکھ کر اُس نے شرمندگی سے سر جھکاتے اپنی بے وقوفی کا اعتراف کیا۔

یار پلیز مت رو۔ تمہیں پتا ہے نا میں کبھی بھی جان بوجھ کر ایسی”

حرکت نہیں کرتا۔“ چند منٹ خاموش رہنے کے بعد نور عین کی ہچکیاں اُس کے کانوں تک پہنچی تو اُس نے پریشانی سے اُس کے ہاتھوں کو تھاما جو بخار کی شدت سے تپ رہے تھے۔

تمہیں تو بخار ہے۔“ اُس کے ہاتھوں کی گرمائش محسوس کرتے ہی”

اذلان نے فکر مندی سے اُس کے چہرے کو چھوا۔

کوئی ضرورت نہیں ہے ہمدردیاں جتانے کی۔ میں جانتی ہوں تم”

نے یہ سب جان بوجھ کر صرف مجھے سبق سکھانے کے لیے کیا ہے۔

اس لیے پلیز اب یہاں سے چلے جاؤ۔“ بدگمانی کے زیر اثر نفرت سے کہتے اُس نے مقابل کے ہاتھ کو جھٹکا اور مزید اُس کی کوئی بھی

وضاحت سنے بغیر کمفرٹر چہرے پہ اوڑھتے دوسری طرف کروٹ لے کر لیٹی تو اذلان نے دکھ سے ایک نظر اُس کی پشت کو دیکھا اور خاموشی سے اُٹھ کر کمرے سے نکل گیا۔

نور عین کہاں ہے؟“ رات کو کھانے کی ٹیبل پہ اُس کی غیر ”
موجودگی محسوس کرتے ذیشان صاحب نے استفسار کیا تو فیضان بھی
لا شعوری طور پہ ماں کی طرف متوجہ ہوا۔
بخار ہے اُسے، میں نے ابھی کچھ دیر پہلے ہی رسک کھلا کر میڈیسن ”
دی ہے۔“ شوہر کی بات کا جواب دیتے عالیہ بیگم نے ساتھ ہی اپنی
کارکردگی کا ذکر کیا۔

بخار کب سے ہے؟ اور تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟ کون سی ”
میڈیسن دی ہے؟“ اُس کی طبیعت کی خرابی کا سنتے ہی ہاتھ میں پکڑا

نوالہ پلیٹ میں رکھتے ذیشان صاحب نے فکر مندی سے بیوی کی طرف دیکھا۔

بخار کی ہی دی ہے اور آپ پریشان نہ ہوں وہ سو گئی ہے اور صبح تک ”ٹھیک ہو جائے گی۔“ تصویر والی بات کا ذکر کر کے اس وقت گھر میں کوئی ہنگامہ کھڑا کرنے کے بجائے عالیہ بیگم نے نرمی سے شوہر کو تسلی دی۔

ٹھیک ہے۔ تم لوگ کھانا کھاؤ میں ذرا ایک بار خود دیکھ لوں۔“ بیوی کی بات سے مطمئن نہ ہوتے ذیشان صاحب نے سب کو کھانے سے ہاتھ روکے بیٹھا دیکھ کر شروع کرنے کا بولا اور اٹھ کر بائیں جانب موجود کمرے کی جانب بڑھے تو فیضان نے نظریں چراتے ایک نظر زارون پہ ڈالی جو چہرے پہ کسی قسم کا کوئی بھی تاثر لیے بغیر اپنی پلیٹ میں سالن نکالنے میں مصروف تھا۔

بھائی آپ یہاں؟ میرا مطلب آپ مجھے بلا لیتے۔“ نور عین کی ”
ناراضی کی وجہ سے وہ چند نوالے کھانے کے کھا کر اپنے کمرے میں
اگیا تھا تاکہ اُسے منانے کی کوئی ترکیب سوچ سکے۔
کیوں مجھے تمہارے کمرے میں آنا منع ہے؟“ ایک طائرانہ نظر اُس
کے بیڈ پہ بکھری چیزوں پہ ڈالتے زارون نے اب کی بار براہ راست
مقابل کی آنکھوں میں دیکھا۔
نہ۔۔ نہیں۔۔۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔“ اپنے ماتھے سے ”
بلا وجہ ہی بال ہٹاتے اذلان نے اُس کے تاثرات سے کنفیوژ ہوتے
مسکرا نے کی ناکام کوشش کی۔
موبائل صبح کیوں بند تھا تمہارا؟“ اب کی بار آگے بڑھتے اُس نے ”
ٹیبل پہ رکھی کتاب کو اٹھایا۔

کب۔۔ وہ شاید بیٹری لوہونے کی وجہ سے بند ہو گیا ہو گا۔“ صبح کے ”
لفظ پہ اذلان کو گڑ بڑ کا احساس ہوا تو اُس نے اپنے گلے کو تر کرتے
مقابل کی بات کا جواب دیا۔

ہمم۔۔ مطلب پارٹنر سے ابھی اس موضوع پہ کوئی بات چیت ”
نہیں ہوئی تمہاری؟“ کتاب واپس ٹیبل پہ رکھ کر چھوٹے چھوٹے
قدم اٹھا کر اُس کے قریب آتے زارون نے تصدیق کے لیے اپنی
بات ادھوری چھوڑی۔

کون سا۔۔ موضوع؟ آپ کس بارے میں بات کر رہے ہیں؟ مجھے ”
کچھ سمجھ نہیں آئی۔“ انجان بننے کی ایکٹنگ کرتے اذلان نے اپنی
گھبراہٹ پہ قابو پانے کی کوشش کی تو زارون نے سختی سے اُس کے
کندھے پہ ہاتھ رکھا۔

یہ تمہاری آخری بیوقوفی تھی جسے میں نے آخری بار اس لیے معاف ”
کیا ہے تاکہ میری ذات پہ کوئی بات نہ آئے۔“ سختی سے اُس کا کندھا
دباتے زارون نے لفظوں سے زیادہ عمل سے مقابل کو سمجھایا۔

ج۔جی۔سو۔ری۔۔۔بھائی۔۔۔وہ میں نے تو۔۔“ زارون کی ”
بات سنتے ہی اذلان نے بننے کے بجائے لڑکھڑاتی زبان کے ساتھ اپنا
جرم قبول کرتے وضاحت دینے کی کوشش کی مگر سامنے والے کے
تاثرات دیکھ کر خاموش ہوا۔

ٹھیک ہے۔ اپنا کام کرو اور اب زبان بند رکھنا ورنہ پنکھے ساتھ الٹا ”
لٹکا دوں گا۔“ سامنے سے عالیہ بیگم کو آتے دیکھ کر زارون نے اُس
کے کندھے پہ ہلکی سی تھپکی دی اور تاثرات میں نرمی لیے ماں کی
جانب متوجہ ہوا جو اذلان کے لیے دودھ لے کر آئیں تھیں۔

یار کیا مسئلہ ہے؟ یہ کچھ دیر بعد تم کس سوچ میں گم ہو جاتے ہو؟“

کال کے درمیان چوتھی بار فیضان بات کرتے کرتے خاموش ہوا تو سائرہ نے اب کی بار جھنجھلاتے ہوئے اُسے مخاطب کیا۔

کچھ نہیں۔ کیا کہہ رہی تھیں تم؟“ اُس کی آواز پہ چونکتے فیضان نے

غائب دماغی سے اُس کی بات پہ دھیان دیا۔

کچھ نہیں، میں نے کیا کہنا ہے۔ تمہاری طبیعت نہیں ٹھیک تو آرام

کر لو، ہم صبح بات کر لیں گے۔“ اب کی بار سوچ کی وجہ جاننے کے بجائے اُس نے اکتائے ہوئے انداز میں مروتہ پیشکش کی۔

ہاں بس نیند آرہی ہے۔ تم بھی سو جاؤ میں صبح کال کروں گا۔“ اپنی

دھن میں مگن اُس کے لہجے پہ غور کیے بغیر ہی فیضان نے نیند کا بہانہ

کیا تو سائرہ نے اللہ حافظ بولے بغیر ہی غصے سے کال منقطع کی۔

اب اسے پتا نہیں کیا ہو گیا ہے۔“

حد ہے کسی کی پریشانی بھی نہیں سمجھتی، دوسری طرف ٹھک سے ”
رابطہ ختم ہونے پہ اُس نے زیر لب خود کلامی کرتے ایک گہری سانس
لی اور موبائل سائیڈ پہ رکھتے پھر سے صبح والی بات پہ غور کرنے لگا۔
اُف فپتا نہیں کیا چل رہا ہے اس گھر میں۔ ہو سکتا ہے مجھے ہی کوئی ”
غلط فہمی ہوئی ہو۔“ کچھ دیر اپنی سوچ میں غرق رہنے کے بعد فیضان
نے خود ہی اُسے غلط قرار دیتے اپنے دماغ سے جھٹکا اور موبائل اٹھاتے
پھر سے سائرہ کا نمبر ڈائل کرنے لگا تاکہ اُسے مناسکے۔

اپنے بالوں میں کسی کا شفقت بھرا لمس محسوس کرتے نور عین کی آنکھ
کھلی تو اُس نے نقاہت سے مقابل کی طرف دیکھا۔
کیسی طبعیت ہے اب میری بیٹی کی؟“ اُس کے بیدار ہوتے ہی لہجے ”
میں نرمی لیے ذیشان صاحب نے آہستگی سے پوچھا تو نور عین نے زبان

کا استعمال کرنے کے بجائے پلکیں جھپکاتے اپنے سر کو ہلکی سی حرکت دی۔

کیا ہوا؟ اپنے ماموں سے ناراض ہو؟“ اُس کی خاموشی پہ اُس کے ”
نقوش کو محبت سے دیکھتے اُنہوں نے نرمی سے پوچھا۔

ن۔۔۔ نہیں۔۔۔ پانی پینا۔۔۔ ہے۔“ جلدی سے نفی میں سر ہلاتے ”
اُس نے اپنا مسئلہ بتایا تو ذیشان صاحب نے عالیہ بیگم کو آواز لگاتے پانی
لانے کا بولا۔

میں رات کو بھی آیا تھا مگر تم سوئی ہوئی تھیں اسی لیے جگایا نہیں پر ”
اب صبح سے بے چینی لگی ہوئی تھی اسی لیے تمہارے اُٹھنے کے انتظار
میں ابھی تک دکان پہ بھی نہیں گیا۔“ منہ میں کسی سورت کا ورد
کرتے اُنہوں نے نور عین پہ پھونکا اور اُسے اپنی پریشانی کے متعلق
بتانے لگے۔

میں ٹھیک ہوں اب۔ آپ پریشان نہ ہوں۔“ عالیہ بیگم نے ”
کمرے میں داخل ہوتے ہی ذیشان صاحب کے اشارہ کرنے پہ چند
گھونٹ اُسے پانی کے پلائے تو نور عین نے گلاتر ہوتے ہی مقابل کو
تسلی دی۔

کہاں ٹھیک ہو؟ چہرے سے تو بالکل بھی نہیں لگ رہا کہ تم ٹھیک ہو۔“
اور یہ اچانک بخار کیسے ہو گیا؟ ضرور تم نے بازار کی کوئی فضول چیز
کھائی ہو گی۔“ سوال کرتے اُنہوں نے خود ہی اندازہ لگایا تو نور عین
کی آنکھیں آنسوؤں سے بھریں۔

جی بالکل۔ میں نے بھی اسے اتنی بار سمجھایا ہے مگر پتا نہیں کون سے ”
سے گندے مندے چپس لے لے کر کھاتی رہتی ہے۔“ شوہر کا
ساتھ دیتے عالیہ بیگم نے بھی نور عین کی کلاس لی تو اُس نے اذلان کی
شکایت کرنے کے بجائے خاموشی اختیار کرتے آہستگی سے اپنی
آنکھوں کے نم کناروں کو صاف کیا۔

بس بس زیادہ ڈانٹنے کی ضرورت نہیں ہے میری بیٹی کو۔ مجھے پتا ہے ”
میرا بچہ بہت سمجھدار ہے اور کبھی بھی جان بوجھ کے اپنی طبعیت
خراب نہیں کرتا۔“ اُسے افسردہ ہوتے دیکھ کر ذیشان صاحب نے
عالیہ بیگم کو خاموش کرواتے نور عین کی سائیڈ لی تو وہ جلدی سے اُٹھ
کے اُن کے سینے سے لگتے سسکنے لگی۔

نور عین؟ میری جان کیا ہوا ہے؟ کسی نے کچھ کہا ہے تو مجھے بتاؤ۔“
اُس کے یوں اپنے ساتھ لگنے پہ ذیشان صاحب کا دل بے چین ہوا تو
اُنہوں نے سختی سے بیوی کی طرف دیکھا۔

نہیں۔ کہا تو کسی نے کچھ نہیں۔۔ شاید طبعیت کی وجہ سے گھبرا گئی ”
ہے۔ نور عین بیٹا؟ کیا ہوا؟ پیٹار و کیوں رہی ہو؟“ بھانجی کے لیے
شوہر کی حساسیت اور فکر مندی سے واقف ہونے کی وجہ سے عالیہ
بیگم نے تیزی سے ہاتھ میں پکڑا گلاس ٹیبل پہ رکھتے اُسے ذیشان
صاحب سے الگ کرتے اپنے ساتھ لگایا۔

پہلے تو یہ ایسے کبھی نہیں روئی۔ عالیہ کیا مسئلہ ہے؟ اذلان نے کوئی ”
شرارت کی ہے یا زارون نے اسے ڈانٹا ہے؟“ اُس کے یوں رونے
پہ پریشان ہوتے ذیشان صاحب نے بیوی کو مخاطب کرتے سختی سے
پوچھا۔

نہیں۔۔ کسی نے کچھ نہیں بولا بس کل اس کے پاس نورین کی ایک ”
تصویر تھی وہ کہیں گم گئی۔ تب سے ہی ایسے چپ اور پریشان ہے۔“
شوہر کے غصے سے خائف عالیہ بیگم نے نظریں چراتے اُن کی بات کا
جواب دیا۔

کہاں گم گئی؟ اور بیٹا میرے پاس نورین کی بہت سی تصویریں ہیں تم ”
جو چاہو اُس میں سے لے لینا۔“ اُسے ہچکیاں لیتا دیکھ کر ذیشان
صاحب نے فی الوقت بیوی کو کچھ بھی کہنے کے بجائے نرمی سے
نور عین کو سمجھایا۔

یہ کیا بول رہی ہو تم۔ اذلان کیوں جلائے گا؟ بیٹا تمہیں ضرور کوئی ”
غلط فہمی ہوئی ہو گی۔“ ذیشان صاحب کے ماتھے پہ پڑے بل دیکھ کر
عالیہ بیگم نے جلدی سے ہوش میں آتے نور عین کو سمجھانے کی
کوشش کی۔

نہیں۔۔۔ مجھے کوئی غلط فہمی نہیں ہوئی۔ ماموں میں نے آپ کو ”
دکھانے کے لیے اذلان کے کچھ ٹیسٹ پیپر ز اپنی دراز میں رکھے تھے
جنہیں چرا کر اُس نے جلادیا اور ساتھ امی کی تصویر بھی جلادی۔ وہ
بہت بُرا ہے۔ وہ ہمیشہ میرے ساتھ ایسا ہی کرتا ہے۔“ زارون کے
خوف سے اُس کے کمرے میں بند ہونے کا ذکر فراموش کرتے
نور عین نے عالیہ بیگم کے لاکھ اشاروں کے باوجود بھی مختصر اذلان

کی حرکت ذیشان صاحب کو بتائی تو انہوں نے آنکھوں میں سختی لیے بیوی کی طرف دیکھا۔

ٹھیک ہے۔ بس تم پریشان نہ ہو اذلان اسکول سے آتا ہے تو میں اُس کی خبر لیتا ہوں اور نورین کی تصویریں بھی لا کر تمہیں دکھاتا ہوں۔ میری بیٹی کو جو اُس میں سے اچھی لگے وہ اپنے پاس رکھ لینا۔“

نور عین کے سامنے کچھ بھی کہنے کے بجائے ذیشان صاحب نے خود پہ ضبط کرتے اُسے نرمی سے بہلایا اور تصویریں لینے کی غرض سے وہاں سے اُٹھ کر اپنے کمرے کی جانب بڑھے تو عالیہ بیگم نے سختی سے اُسے خود سے الگ کیا۔

کیا ضرورت تھی اپنے ماموں کو بتانے کی؟ میں تو کل سے تم سے ”پوچھ رہی ہوں پر مجھے تو تم نے ایک بار بھی اذلان کی حرکت کا نہیں بتایا۔“ بیٹی کی شامت آنے پہ انہوں نے اُس کی طبیعت کی پروا کیے بغیر ہی بلبلاتے ہوئے شکوہ کیا۔

کیوں نہ بتاتی؟ اذ لان نے میری امی کی تصویر جلائی ہے۔ وہ بہت بُرا ہے۔“
لہجے میں نرمی لیے اُس نے مقابل کی بات سمجھے بغیر ہی دو
ٹوک انداز میں جواب دیا تو عالیہ بیگم نے اُس کی بد تمیزی پہ غصے سے
آنکھیں نکالیں اور ذیشان صاحب کے آنے سے پہلے ہی آگ بگولہ ہو کر
کمرے سے نکلیں۔

امی کیا ہوا ہے؟ آپ کی طبیعت ٹھیک ہے نا؟“ کچن میں آتے ہی
عالیہ بیگم نے غصے سے سلیپ پہ رکھے برتنوں کو اٹھا کر سنک میں پٹختا تو
عائشہ نے فکر مندی سے ماں کی طرف دیکھا۔

ٹھیک ہے طبیعت اور تم کیا سارا دن سبزی بنانے میں ہی لگا دو“
گی؟“ نور عین کا غصہ اُس پہ نکالتے عالیہ بیگم نے اُسے ابھی تک
سبزی لے کر بیٹھا دیکھ کر بلا وجہ ہی اُس کی کلاس لی۔

نہیں، بس یہ دھنیہ ہی رہ گیا ہے۔ آپ مجھے بتادیں اور کیا کرنا”
ہے۔“ ماں کا بگڑا ہوا موڈ دیکھ کر عائشہ کو کسی گڑبڑ کا احساس ہوا تو
اُس نے اپنی خیر مناتے جلدی سے صفائی دیتے اگلے کام کے متعلق
پوچھا۔

کچھ نہیں کرنا اور تمہیں نور عین نے بتایا تھا کہ تصویر کس نے گم کی”
تھی؟“ کمر پہ ہاتھ رکھتے انہوں نے اُس کے قریب آتے دریافت
کیا۔

نہیں۔ کسی نے گم کی تھی کیا؟ میرا مطلب وہ تو کہہ رہی تھی دراز”
سے کہیں غائب ہوئی ہے؟“ ماں کے یوں اچانک پوچھنے پہ نظروں
میں حیرت لیے عائشہ نے جواب دینے کے بجائے الٹا سوال کیا۔
بہت ہی چالاک ہے یہ لڑکی، کل میں نے بھی اتنی بار پوچھا مگر”
میرے سامنے بھی اس نے زبان نہیں کھولی پر اب تمہارے ابو کے
پوچھتے ہی سارا الزام اذلان پہ لگا دیا۔ حد ہے پتا نہیں کیا دشمنی ہے اسے

ہمارے ساتھ۔“ بیٹی کا جواب سنتے ہی کر سی پیچھے کر کے اُس کے قریب بیٹھتے عالیہ بیگم نے پریشانی سے اپنا سر پکڑا۔

کیسا الزام؟ امی کیا ہوا ہے؟ نور عین نے پھر کوئی مسئلہ کھڑا کر دیا ہے۔

کیا؟“ ماں کی باتوں سے اندازہ لگاتے عائشہ نے اپنا ہاتھ روک کر اُن کے کندھے پہ رکھا۔

ہاں، محترمہ کہہ رہی ہیں کہ نورین کی تصویر اذلان نے اپنے ٹیسٹ“

پیپر ز چھپانے کے چکر میں جلائی ہے۔ تم یقین جانو مجھے تو اس لڑکی کی ذرہ برابر بھی سمجھ نہیں آتی مطلب گھر کا ماحول اچھا خاصا خوشحال ہوتا ہے مگر یہ ہر بار کوئی نا کوئی ایسی آگ لگاتی ہے کہ سب کچھ درہم بھرم ہو جاتا ہے۔“ تاثرات میں فکر لیے عالیہ بیگم نے بیٹی کو ساری صورتحال سے آگاہ کیا۔

جی، ابو نور عین کی سائیڈ بھی بہت زیادہ لیتے ہیں اُس کے سامنے تو وہ

کسی کی بات کا یقین نہیں کرتے اور اذلان بچارے کی تو قسمت ہی

خراب ہے۔“ ماں کی بات سنتے ہی عائشہ نے اپنی رائے دی تو عالیہ بیگم نے اُسے اپنا ہمدرد پاتے نور عین کی مزید برائیاں بیان کیں تاکہ اپنے غصے کو کچھ کم کر سکیں۔

تم یہاں کیسے؟ مطلب سب خیریت ہے نا؟“ اُسے ایسے اچانک ”بے وقت دکان میں دیکھ کر فیضان نے اپنی حیرت پہ قابو پاتے چہرے پہ زبردستی کی مسکراہٹ سجائی۔

جی سب خیریت ہے اور میں یہاں نہیں آسکتا کیا؟“ فیضان کی بات ”

کا جواب دیتے زارون نے عام سے انداز میں ایک نظر بکھرے کپڑوں پہ ڈالی۔

آسکتے ہو پر اس وقت تو تم یونیورسٹی ہوتے نا؟ اسی لیے تھوڑی ”
پریشانی ہوئی۔“ اپنے تاثرات کو بہتر کرتے فیضان نے کھلے ہوئے
تھان کو لپیٹ کر ریک میں لگایا۔

جی بس آج دو ہی کلاسز تھیں تو فارغ ہو کے یہاں آگیا۔ ابو کہاں ”
ہیں؟“ ذیشان صاحب کی غیر موجودگی محسوس کرتے زارون نے
اُس کی بات کا جواب دیتے استفسار کیا۔
وہ نہیں آئے آج۔ نور عین کی طبعیت خراب تھی تو شاید اُسے ڈاکٹر ”
کے پاس لے کر گئے ہیں۔“ مقابل کے چہرے کی طرف دیکھتے
فیضان نے سر سری سے انداز میں باپ کی غیر موجودگی کی وجہ بتائی۔
کیوں؟ اُس کا بخارا بھی اُترا نہیں؟“ اُس کی بات سنتے ہی بیگ ”
سائیڈ پہ رکھتے زارون نے بھی تھان اکٹھے کرنے میں اُس کی مدد
شروع کی تو فیضان نے زبان کا استعمال کرنے کے بجائے نفی میں سر
ہلایا۔

ہمم بہت بڑی ڈرامے باز ہے وہ۔ ویسے آپ کو نہیں لگتا کہ ابو اُس کی ”
کچھ زیادہ ہی فکر کرتے ہیں۔ مطلب ہم میں سے کسی کو بخار ہو تو ابو
کبھی بھی دکان سے چھٹی نہ کریں۔“ اُس کے جواب پہ مسکراتے
زارون نے اپنی ہی دھن میں بولتے مقابل کی رائے پوچھی۔

ہاں۔ ابو پھوپھو سے بھی بہت پیار کرتے تھے اور ددھیال کی طرف ”
سے داد ادا دی اور پھوپھو کے جانے کے بعد یہی ایک رشتہ بچا ہے اسی
لیے شاید ابو نور عین کی تکلیف برداشت نہیں کر پاتے۔“ چھوٹے
بھائی کے سوال پہ فیضان نے کچھ دیر کے لیے اپنے دل سے بدگمانی
جھٹکتے خلوص سے جواب دیا۔

ہمم ایسا ہی ہے پر آپ کو نہیں لگتا کہ ابو کی بے جا طرف داری ”
نور عین کو خود سر کر رہی ہے؟ مطلب وہ لڑکی ہے کل کو اُسے شادی
کر کے اگلے گھر بھی جانا ہے۔“ فیضان کا جواب جانتے ہی زارون

نے اپنے سوال کی وضاحت دیتے ایک بار پھر سے اُس کی طرف دیکھا۔

ہاں مگر میرے خیال سے ابو کا اُسے اسی گھر میں رکھنے کا ارادہ ہے ” اسی لیے وہ اُسے اتنا سرچڑھا رہے ہیں۔“ زارون کے لپیٹے ہوئے تھان اٹھا کر ریک میں رکھتے فیضان نے اُس کے تاثرات دیکھنے کے لیے سرسری سے انداز میں اُس کے سامنے انکشاف کیا۔

کیا مطلب؟ آپ کو کس نے کہا؟“ اُس کی بات پہ ایک دم چونکتے ” زارون نے فٹ سے اُس کی طرف دیکھا۔

کہا تو کسی نے نہیں مگر مجھے لگتا ہے ابو اذلان اور نور عین کے بارے ” میں پر امید ہیں۔“ مقابل کے تاثرات کو لمحہ بہ لمحہ محسوس کرتے اُس نے راز کھولا تو زارون نے ایک گہری سانس لیتے خود کو پرسکون کیا۔

شکر ہے میرے اور نور عین کے بارے میں پر امید نہیں۔“ بڑے ”
بھائی کی بات سنتے ہی اُس نے اپنی جان چھوٹنے پہ زیر لب خود کلامی
کی توفیضان نے سوالیہ نظروں سے اُس کی طرف دیکھا۔
اچھی بات ہے مگر مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ ہمیں ساری زندگی ”
ان دونوں کو برداشت کرنا پڑے گا۔“ مقابل کے دیکھنے پہ ایک دم
سے اپنے جذبات پہ قابو پاتے زارون نے چہرے پہ مسکراہٹ سجاتے
بات کو مذاق کا رنگ دیا تو اُس کے تاثرات دیکھ کر فیضان کا شک مزید
مضبوط ہوا۔
ہمم کھانا کھاؤ گے یا چائے منگواؤں؟“ فی الوقت کسی بھی ثبوت ”
کے نہ ہونے کی وجہ سے فیضان نے کچھ پوچھنے کے بجائے بات بدلتے
نرمی سے سوال کیا تو زارون نے بریانی کھانے کی فرمائش کرتے جیب
سے اپنا موبائل نکالا اور دوست کی کال ریسو کرتے اُس سے بات
کرنے لگا۔

ابو۔ میں نے۔۔ جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا۔“ اسکول سے واپسی پہ ”
ذیشان صاحب نے نور عین کے کمرے میں ہی عدالت لگائی تو اذلان
نے مجرموں کی طرح اُن کے سامنے پیش ہوتے اپنے حق میں صفائی
دی۔

ہمم جیسے بھی کیا پر سوال یہ ہے کہ تم نے نور عین کی دراز کو ہاتھ ”
کیوں لگایا؟“ اپنے غصے کو بامشکل ضبط کرتے ذیشان صاحب نے
لہجے میں سنجیدگی لیے سوالیہ نظروں سے بیٹے کی طرف دیکھا۔
میں کچھ پوچھ رہا ہوں؟ زبان ٹوٹ گئی ہے اب؟ جواب دو مجھے۔““
چند منٹ کی خاموشی کے بعد بھی اذلان کی طرف سے کوئی جواب نہ
آیا تو وہ ایک دم سے دھاڑ کر اپنی جگہ سے اُٹھے۔

ماموں پلینز، خیر ہے مجھے تصویر دے دی ہے نا آپ نے۔“ انہیں ”
غصے میں دیکھ کر نور عین کو گھبراہٹ محسوس ہوئی تو اُس نے جلدی
سے اُن کا بازو پکڑتے اگلی کارروائی سے روکا۔

سو۔۔۔ ری۔۔۔ ابو۔۔۔ میں دوبارہ ایسی حرکت نہیں کروں ”
گا۔“ باپ کے غصے سے خوف زدہ ہو کر اذلان نے معذرت کی اور
جلدی سے دو قدم پیچھے کی جانب بڑھائے۔

دفع ہو جاؤ یہاں سے اور اگر دوبارہ تم نے نور عین کی کسی چیز کو ہاتھ ”
لگایا تو میں تمہارے ہاتھ توڑ دوں گا۔“ بھانجی کے روکنے پہ اپنے ہاتھ
کو اٹھانے سے باز رکھتے ذیشان صاحب نے بیٹے کو خبردار کیا۔

جی۔“ اُن کا حکم سنتے ہی اثبات میں سر ہلاتے اذلان نے تھوک ”
نگلتے گلے کو تر کیا اور تیزی سے دروازے کی جانب بڑھا۔

تم ٹھیک ہو؟“ دروازے سے نکلتے ہی اُس کا پہلا سا منہ عالیہ بیگم سے ہوا جو ذیشان صاحب کے منع کرنے پہ کمرے میں جانے کے بجائے وہیں باہر ہی اُس کے انتظار میں کھڑی تھیں۔

جی۔“ نور عین کی شکایت پہ ناراض اذلان نے اپنی آنکھوں میں آئی“

نمی کو چھپانے کے لیے سر جھکایا۔

مارا تو نہیں ابونے؟“ اُس کا جواب سنتے ہی آگے بڑھتے عائشہ نے“

بھی فکر مندی سے پوچھا تو اذلان نے نفی میں سر ہلاتے عالیہ بیگم کے روکنے کے باوجود بھی دل برداشتہ سے انداز میں پلٹ کر تیزی سے خود کو کمرے میں بند کیا۔

اس لڑکی کی خبر تو میں اچھے سے لوں گی۔ دو دن گھر کے کام“

کروائے تو خود ہی عقل ٹھکانے آجائے گی۔“ بیٹے کی افسردگی دیکھ کر

عالیہ بیگم نے پریشانی کے ساتھ دانت پیسے اور نور عین سے اس

بد تمیزی کا بدلہ لینے کا سوچتے غصے سے وہیں لاؤنج میں سر پکڑ کر بیٹھیں تو عائنہ نے اُن کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے اُنہیں تسلی دی۔

آپی؟ آپ کا فون کب سے بج رہا ہے۔“ اپنی کتاب سے سر اٹھاتے ”
سحر نے اُسے موبائل کی جانب متوجہ کیا جس پہ کافی دیر سے کسی کی
کال آرہی تھی۔

کوئی نہیں، تم اپنا کام کرو اور اگر کچھ سمجھ نہیں آ رہا تو مجھے سے دوبارہ ”
پوچھ لو۔“ فیضان کی رات کی گئی بد تمیزی کی وجہ سے سائرہ نے ایک
بار پھر سے اُسے انور کرتے کال کاٹی۔

کیا ہوا ہے؟ کوئی لڑائی ہوئی ہے بھائی سے؟“ اسکرین پہ لکھے نام پہ ”
نظر پڑتے ہی سحر نے فکر مندی سے پوچھا۔

نہیں، بس میرا موڈ نہیں بات کرنے کا اور تم ادھر ادھر کی باتیں ”
چھوڑ کر اپنے کام پہ دھیان دو۔“ پھر سے بیل بجی تو اُس نے مقابل
کی بات کا جواب دیتے موبائل آف کیا۔

جی۔ سوری میں تو بس ایسے ہی پوچھ رہی تھی۔“ مقابل کو خفا دیکھ ”
کر سحر نے نظریں چراتے جلدی سے وضاحت دی۔

ایسے بھی مت پوچھو، تم ابھی چھوٹی ہو اس لیے ایسی بڑی بڑی باتوں ”
کی طرف توجہ مت دیا کرو۔“ فیضان کا غصہ بہن پہ نکالتے سائرہ نے
اُس کی گود میں پڑی کتاب اٹھائی تو سحر نے اُس کا موڈ خراب دیکھ کر
خاموشی اختیار کی اور ہاتھ رکھتے اُس ٹاپک کی نشاندہی کرنے لگی جو
اُسے سمجھ نہیں آیا تھا۔

مجھے بھوک نہیں ہے اس لیے پلیز آپ مجھے بار بار بول کر پریشان نہ کریں۔“ رات کھانے پہ اذلان کی غیر موجودگی دیکھ کر عالیہ بیگم نے اُس کے کمرے میں جاتے اُسے منانے کی کوشش کی۔

کیوں بھوک نہیں ہے؟ اگر کھانا کھانے کا نہیں دل تو میں تمہیں”

چپس یا سینڈوچ بنادیتی ہوں۔“ اُس کی خفگی دور کرنے کے لیے عالیہ بیگم نے اُس کی پسندیدہ چیزوں کا نام لیتے نرمی سے کہا۔

نہیں، مجھے کچھ نہیں کھانا بلکہ آپ ایسا کریں فیضان بھائی اور عائشہ”

آپی سے بولیں وہ بھی مجھے ڈانٹ لیں تاکہ میرے پیٹ میں جو تھوڑی بہت گنجائش ہے وہ بھی ختم ہو جائے۔“ گھر میں موجود تمام افراد کو اپنے خلاف دیکھ کر اذلان نے اب کی بار جذباتی ہو کر عالیہ بیگم سے کہا۔

کیوں ڈانٹیں؟ میرا بیٹا کون سا سب کی ڈانٹ سننے کے لیے پیدا ہوا”

ہے اور تم فکر نہ کرو نور عین کی تو میں ایسی خبر لوں گی کہ دوبارہ کبھی

تمہاری شکایت کرنے کی جرأت نہیں کرے گی۔“ بیٹے کو مایوس دیکھ کر عالیہ بیگم نے اُسے اپنے ساتھ لگاتے نرمی سے سمجھایا تو اذلان نے کسی کی ہمدردی ملتے ہی بچوں کی طرح شکایتیں لگاتے اپنی آنکھوں کو صاف کیا جو دکھ کے باعث بار بار نم ہو رہی تھیں۔

اُفف اب اس کو پتا نہیں کیا مسئلہ ہے۔ سائرہ پلیز کال ریسیو کر”
لو۔“ کھانا کھانے کے بعد فیضان نے کمرے میں آتے ایک بار پھر سے اُس کا نمبر ملایا۔

اُفف حد ہے اس میں منہ بنانے والی کیا بات تھی۔ انسان کسی اپنے”
مسئلے کی وجہ سے بھی پریشان ہو سکتا ہے۔“ فیضان جو رات سے کافی بار اُسے کال کر چکا تھا بلا آخرا ب تھک کر اُس نے موبائل بیڈ پہ پھینکا۔

ہر کسی کا اپنا اپنا ہی دماغ ہے یہاں۔ جب تک ہاں میں ہاں ملاتے رہو۔“
ٹھیک اور جیسے ہی ہلکی سی مخالفت کرو تو ساتھ ہی سب ختم۔“ سائرہ
کی فضول حرکت سے بے زار ہوتے فیضان نے زیر لب خود کلامی کی
اور پھر سے اُسے کال کرنے کے بجائے لاپرواہی سے کمفرٹراؤٹھتے
سونے کی کوشش کرنے لگا۔۔۔۔۔

آپی آپ مجھ سے ناراض ہیں؟“ کمرے میں آتے ہی عائشہ نے اُسے
مخاطب کیے بغیر ہی کچھ دیر موبائل استعمال کرنے کے بعد سونے کی
تیاری کی تو نور عین نے اُسے مخاطب کرتے فکر مندی سے پوچھا۔
نہیں۔“ ماں کی پریشانی کو دیکھتے عائشہ کا بھی موڈ خراب تھا اسی
لیے ایک لفظی جواب دیتے اُس نے کمفرٹر چہرے پہ اوڑھا۔

سچ میں، میرا اذلان کی شکایت لگانے کا کوئی ارادہ نہیں تھا پر پتا نہیں ”
کیسے غصے میں میرے منہ سے نکل گیا۔“ اُس کے روپے کو دیکھتے
نور عین نے صفائی پیش کرتے اُس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا تو عائشہ
نے کمفر ٹرہٹاتے اُسے غصے سے جھٹکا۔

تم ہر بار ایسا ہی کرتی ہو، پہلے امی ابو کے درمیان فساد ڈال دیتی ہو اور ”
پھر معصوم بن کر صفائیاں پیش کرنے لگ جاتی ہو۔ ویسے تمہارا دماغ
اتنا چلتا کیسے ہے؟ مطلب یہ چلا کیاں کہاں سے سیکھتی ہو تم؟“ گھر
میں پھیلی کشیدگی کی وجہ سے عائشہ نے کوئی بھی لحاظ رکھے بغیر ہر
بات کا ذمے دار نور عین کو ٹھہرایا۔

آپ یہ کیسی باتیں کر رہی ہیں؟ میں نے سچ میں کوئی چالاکی نہیں ”
کی۔ امی کی تصویر اذلان نے ہی جلائی ہے آپ چاہیں تو اُس سے جا کر
پوچھ سکتی ہیں۔“ اپنی عمر کے مطابق نور عین کو مقابل کے الفاظ کا جو
مطلب سمجھ آیا اُس نے اُس لحاظ سے اُس کی بات کا جواب دیا۔

مجھے کسی سے کچھ نہیں پوچھنا اور اگر اذلان سے غلطی سے تصویر ”
جل بھی گئی تو مجھے نہیں لگتا کہ ابو کو بتا کر اس معمولی سی بات پہ اُس
بچارے کو ڈانٹ پڑوانے کی کوئی ضرورت تھی۔“ ساری ہمدردیاں
ایک طرف رکھتے عائشہ نے ماں اور بھائی کا ساتھ دیتے دو ٹوک انداز
میں اُس کی کلاس لی۔

یہ۔۔۔ معمولی بات نہیں تھی۔ آپ جسے کاغذ کا ٹکڑا سمجھ رہی ہیں وہ ”
میری زندگی کا کل اثاثہ تھا۔ وہ کوئی عام عکس نہیں تھا بلکہ میری ماں
کے خدو خال اُن کی صورت تھی جسے آپ کے بھائی نے جلا دیا۔“
عائشہ کی سخت دلی دیکھ کر نور عین نے اُسے سمجھانے کی کوشش کی مگر
آنسو دیوار بن کر اُس کی راہ میں حائل ہوئے۔

پلیز اب پھر سے رو کر میرا دماغ خراب مت کرنا۔ میں پہلے ہی ”
پریشان ہوں۔“ بے حسی دکھاتے عائشہ نے اب کی بار اُسے چپ
کروانے یاد دلا سادینے کے بجائے لاپرواہی سے کہا اور کمفرٹراؤٹھتے

دوسری طرف کروٹ لے کر لیٹی تو نور عین نے اپنے نچلے ہونٹ کو دانتوں میں دباتے خود پہ ضبط کرنے کی کوشش کی۔

بھئی کیا مسئلہ ہے؟ کیوں چیزیں اٹھا اٹھا کر مار رہی ہو؟“ دروازہ زور سے بند کرنے کے بعد عالیہ بیگم نے پانی کی بوتل ٹھک سے ٹیبل پہ رکھی تو ذیشان صاحب نے موبائل سے نظر ہٹا کر ان کی طرف دیکھا جو بغیر جواب دیے ہی آگے بڑھتے صوفے پہ پڑے کپڑے اٹھا کر الماری میں رکھنے لگیں۔

اگر تم اذلان کی وجہ سے ناراض ہو تو یہ تمہاری سب سے بڑی حماقت ہے۔ تمہیں پتا ہے نانور عین کے لیے ان چیزوں کی کیا اہمیت ہے؟ وہ بچی بچاری تو پہلے ہی اپنے ہر عزیز رشتے سے محروم ہے تو کیا اب ہم اُس سے اُس کی یادیں بھی چھین لیں۔“ بیوی کے یوں

فراموش کرنے اور منہ پھلانے کا مقصد سمجھتے ذیشان صاحب نے نور عین کی سائیڈ لیتے نرمی سے کہا۔

ہم نے کون سی یادیں چھینی ہیں اُس سے؟ ہمیشہ اپنے بچوں سے ”
بڑھ کر خیال کیا ہے اُس کا مگر آپ کو بھانجی کے پیار میں کبھی بھی میری یا میرے بچوں کی رفاقتیں نظر نہیں آئیں۔“ شوہر کے الزام پہ پلٹتے عالیہ بیگم نے خفگی اور دکھ کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ اپنی بات ادھوری چھوڑی۔

یہ بات آپ بھی اچھے سے جانتے ہیں کہ اذلان نے تصویر جان بوجھ ”
کر نہیں جلائی۔ وہ تو ہم سب سے زیادہ نور عین کا خیال کرتا ہے پھر وہ کیسے اُسے تکلیف پہنچا سکتا ہے۔“ اپنے لہجے پہ قابو پاتے اس بار اُنہوں نے صبر سے اپنا موقف بیان کیا۔

ہاں جانتا ہوں پر ایسے کسی کی چیزوں کو بغیر اجازت چھیڑنا غلط ہے ”
اور بات صرف تصویر کی نہیں ہے بلکہ اُن ٹیسٹ پیپرز کی بھی جسے

اُس نے ہم سے چھپانے کے لیے جلایا ہے۔ دیکھو عالیہ آج ہم اُسے ان چھوٹی چھوٹی باتوں سے منع نہیں کریں گے تو کل کو وہ ہم سے بڑی باتیں چھپانے کے لیے کسی بھی حد تک جاسکتا ہے۔“ بیٹے کے لیے بیوی کا پیار دیکھ کر ذیشان صاحب نے اُنہیں واقعے کے دوسرے پہلو سے آگاہ کرتے سمجھانے کی کوشش کی۔

جی مانتی ہوں مگر وہ آپ کی بے جا سختی کی وجہ سے ہی ایسا کرتا ہے اسی“ لیے کہتی ہوں کہ ہر بار ڈانٹا یا مار کٹائی کرنا ضروری نہیں ہوتا۔ آپ ایک بار اُسے پیار سے سمجھا کر دیکھیں وہ فوراً آپ کی بات مانے گا۔“ ذیشان صاحب کا موڈ ٹھیک دیکھ کر عالیہ بیگم نے مزید کشیدگی پیدا کرنے کے بجائے معاملے کو حل کرنے کی خاطر اُن سے درخواست کی۔

ٹھیک ہے، اب غلطی کرے گا تو پیار سے سمجھا دوں گا بس اس بات“ کو ختم کرو اور سو جاؤ مجھے صبح دکان پہ بھی جانا ہے۔“ کلاک پہ گیارہ

بجتے دیکھ کر ذیشان صاحب نے بیوی کی بات سنتے نرمی سے کہا تو وہ مزید بحث میں پڑنے کے بجائے ہاتھ میں پکڑے پکڑے الماری میں رکھ کر کمفر ٹر سیدھا کرتے سونے کی تیاری کرنے لگیں۔

عائشہ کی باتوں اور دن میں سوئے رہنے کی وجہ سے کوشش کے باوجود بھی نیند نے اُس کا ساتھ نہ دیا تو وہ تھک ہار کے اُٹھ بیٹھی۔ پتا نہیں سب کو میں ہی غلط کیوں لگتی ہوں۔ میری بھی امی ہوتی تو ”ان میں سے کوئی بھی میرے ساتھ ایسا نہ کرتا۔“ عالیہ بیگم کی خاموشی اور عائشہ کے بولے گئے الفاظ کو سوچتے نور عین کا دل بُرا ہوا تو اُس نے کمرے میں گھبراہٹ محسوس کرتے اپنی چادر اُٹھائی اور کچھ دیر سکون کی غرض سے وہاں سے باہر نکلی۔

چھت پہ چلی جاتی ہوں اگر دروازہ کھلا ہوا تو۔“ بیرونی دروازے“
بند دیکھ کر اُس نے کھلی ہوا کی خاطر اپنے قدم دوسری منزل کی جانب
بڑھائے جہاں سے سیڑھیاں تیسری منزل پہ جاتی تھیں۔
شکر ہے کھلا ہے۔“ دروازہ کھلا دیکھ کر اُس نے شکر ادا کیا اور قدم“
آگے بڑھائے۔

یہ سب اذلان کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ نہ وہ بد تمیزی کرتا اور نہ ہی آپنی“
اور مممانی مجھ سے ناراض ہوتیں۔“ دے قدموں سے سیڑھیاں
چڑھتے وہ چادر کو اپنے گرد لپیٹتے منہ میں بڑ بڑائی۔
وہ ہے ہی بد تمیز، اب میں کبھی اُس سے دوستی نہیں کروں اور نہ ہی“
اُس کی کوئی بات مانوں گی۔“ دل ہی دل میں ارادہ کرتے اُس نے
چھت پہ قدم رکھا تو وہاں پہلے سے ہی زارون کو موجود دیکھ کر ایک
دم سے ٹھٹکی۔

یہ گھر میرا بھی ہے۔ میں بھلا کیوں ڈروں ان سے۔“ دماغ میں چند ”سیکنڈز کے لیے آئے خوف کو رد کرتے اُس نے مقابل کی پشت کو گھورتے مضبوطی سے اپنے قدم آگے بڑھائے۔

تم؟ اس وقت یہاں کیا کر رہی ہو؟“ آہٹ پہ فٹ سے ہاتھ میں ”پکڑی سگریٹ زمین پہ پھینکتے اُس نے فیضان کے گمان پہ تیزی سے پلٹ کے دیکھا۔

یہ گھر میرا بھی ہے اس لیے میں جب چاہوں، جہاں چاہوں جاسکتی ”ہوں۔“ ہلکی روشنی کے باعث وہ سگریٹ کو نہ دیکھ پائی تھی مگر فضا میں پھیلی بدبو سے اندازہ لگاتے وہ جتانے والے انداز میں کہتے لاپرواہی سے گرل کے پاس پہنچی۔

لگتا ہے پرسوں والا خوف دل سے نکل گیا ہے جو اتنی دیدہ دلیری ”کے ساتھ میرے پاس کھڑی ہو۔“ اُس کی بات پہ ناگواری ظاہر کرتے زارون نے اُسے کچھ یاد کروایا۔

جی نکل گیا ہے۔ ویسے بھی میں فضول لوگوں کی فضول باتوں کو”
اپنے سر پہ سوار نہیں کرتی۔“ کھلی ہوا میں آتے ہی سکون محسوس
کرتے نور عین نے دو ٹوک انداز میں کہتے اُس کی آنکھوں میں دیکھا۔
ہمم لگتا ہے بخار نے دماغ پہ کچھ زیادہ ہی اثر کر دیا ہے۔ ویسے بنتا”
نہیں تھا۔ مطلب تمہارا تو پیدائشی نٹ ڈھیلا ہے۔“ اس کی تیزی
سے چلتی زبان کو دیکھتے زارون نے طنزاً بات کو مذاق میں ڈالا۔
جی بالکل۔ ماں باپ دکھ انسان کے دل و دماغ کے سارے نٹ”
ڈھیلے کر دیتا ہے پر آپ لوگ نہیں سمجھیں گے کیونکہ آپ کے پاس وہ
سب نعمتیں موجود ہیں جن سے میں محروم ہوں۔“ عائشہ کی باتوں کا
غصہ زارون پہ نکالتے وہ ایک دم سے جذباتی ہوئی۔
میں مذاق کر رہا تھا بس اب رونے مت بیٹھ جانا۔“ اُس کے لہجے”
سے اُس کی تکلیف کا اندازہ لگاتے زارون نے اپنے آپ کو مزید کسی
کڑوی بات کہنے سے باز رکھا۔

چلو نیچے پہلے ہی طبعیت خراب ہے تمہاری۔“ دوسری طرف ”
مکمل خاموشی دیکھ کر اُس نے ہوا میں بڑھتی ختنکی محسوس کرتے اب
کی بار تھوڑی نرمی دکھائی۔

آپ جائیں میرا جب دل ہوا میں چلی جاؤں گی۔“ آنکھوں کے نم ”
کناروں کو صاف کرتے اُس نے چاروں طرف پھیلی تاریکی کو دیکھتے
مقابل کو نظر انداز کیا۔

رات کے اس پہر تمہارا یہاں رکنا مناسب نہیں اس لیے چلو۔“
اُسے اکیلے وہاں چھوڑنے کے بجائے زارون نے واپسی کے لیے پلٹتے
اُسے بھی چلنے کا بولا۔

میں نہیں جاؤں گی اور میں آپ کی غلام نہیں ہوں جو ہر وقت آپ کا ”
حکم مانوں۔“ اُس کی بات سمجھنے کے بجائے ہٹ دھرمی سے کہتے
نور عین نے خود کو مزید باہر کے منظر کی جانب متوجہ کیا تو زارون نے
سختی سے اُس کا بازو پکڑا۔

تمہیں پیار کی زبان مشکل سے ہی سمجھ آتی ہے۔“ اُسے سنبھلنے کا ”
موقع دیے بغیر ہی اپنے ساتھ کھینچتے وہ سیڑھیوں کی جانب بڑھا تو
نور عین نے اپنی بکھری ہوئی چادر کو سنبھالنے کی کوشش کی جو اُس
کے پاؤں کے نیچے آکر کبھی بھی گرنے کا باعث بن سکتی تھی۔
”کیا مسئلہ ہے آپ کو؟ دماغ ٹھیک ہے نا آپ کا؟ پر سوں رات بھی آپ“
نے اپنی من مانی کی اور اب پھر سے آپ اپنا حکم مجھ پہ مسلط کر رہے
ہیں۔ میں آپ کی شکایت کروں گی ماموں سے۔“ اُس کا ہاتھ
چھوڑتے زارون نے دروازے پہ تالا لگایا تو نور عین نے اُس کی
بد تمیزی پہ کڑھتے تیز آواز میں اپنی بات کہی۔
آواز نیچی رکھو اور زیادہ فضول بولنے کی ضرورت نہیں ہے۔“
فیضان کا کمرہ ساتھ ہونے کی وجہ سے اُس نے نور عین کے منہ پہ ہاتھ
رکھتے اُسے مزید کچھ بولنے سے روکا۔

میں بولوں گی، آپ مجھے۔۔“ اُس کا ہاتھ ہٹاتے نور عین نے پھر ”
سے کچھ کہنے کی کوشش کی مگر زارون نے اب کی بار سختی سے اُس کے
الفاظ کا گلہ گھونٹا۔

زیادہ تماشا بنانے کی ضرورت نہیں ہے ورنہ تمہاری آواز بند کرنا ”
میں اچھے سے جانتا ہوں اس لیے بہتر ہے کہ تم چپ چاپ اپنے
کمرے میں چلی جاؤ۔“ چاروں طرف پھیلی خاموشی کی وجہ سے
زارون نے اپنی آواز حتی الامکان آہستہ رکھتے اُسے دھمکی دی تو
نور عین نے غصے سے اُس کا ہاتھ ہٹایا اور مزید اُس کے منہ لگنے کے
بجائے اپنی چادر سنبھالتے تیزی سے سیڑھیوں کی جانب بڑھی۔
ہو نہ آئی بڑی ماموں کو شکایت لگانے والی۔“ پسٹل کے نام پہ اُس ”
کی پھرتیاں دیکھ کر زارون نے زیر لب خود کلامی کی اور ایک نظر
دائیں طرف موجود کمرے پہ ڈالتے اپنے کمرے کی جانب بڑھا
تو فیضان نے سائرہ کے مخاطب کرنے پہ کھڑکی کا پردہ چھوڑا۔

کہاں گم ہو گئے تھے؟ پھر سے نیند آرہی ہے کیا؟“ دوسری طرف ”
خاموشی محسوس کرتے اُس نے اندازہ لگایا۔

ن۔۔۔ نہیں۔۔۔ اب تو نیند آئے گی تب بھی نہیں بولوں گا۔“
بامشکل اپنی بوکھلاہٹ پہ قابو پاتے فیضان نے سائرہ کی بات کا جواب
دیا جو شام سے ہزاروں مسیجز اور کال کرنے کے بعد اب جا کر مانی
تھی۔

ہو نہہ اب اتنی بھی ظالم نہیں ہوں میں۔ سو جاؤ اور اپنے وعدے“
کے مطابق صبح میرے لیے چاکلیٹس اور کیک بھیج دینا۔“ صلح کے
لیے قائم کردہ شرط یاد دلاتے سائرہ نے اُسے اجازت دی تو فیضان
نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا اور اُسے بھی سونے کا بولتے
کال منقطع کی۔

کیا چل رہا ہے ان کے بیچ۔“ کان سے موبائل ہٹاتے ہی فیضان نے“
ایک نظر وقت پہ ڈالتے فکر مندی سے سوچا۔

بات کرتا ہوں ابو سے۔“ برداشت ختم ہوتے ہی دل میں ارادہ ”
کرتے اُس نے خود کلامی کی اور موبائل ٹیبل پہ رکھتے واش روم میں
گھس گیا۔۔

دو دن تک ذیشان صاحب کو بتانے نہ بتانے کی کشمکش میں پھنسے رہنے
کے بعد فیضان نے ایک بہتر فیصلہ کرتے زارون کے کمرے کا رخ
کیا۔

پڑھائی ہو رہی ہے؟“ دروازہ کھلا دیکھ کر بغیر اجازت ہی اندر داخل ”
ہوتے فیضان نے اُسے لیپ ٹاپ میں مصروف دیکھ کر مخاطب کیا۔

جی بس پیپر ز قریب ہیں نا اسی لیے۔ آپ آئیں بیٹھیں۔“ اُسے اپنے ”
کمرے میں دیکھ کر زارون نے اپنا لپ ٹاپ سائیڈ پہ کیا اور مکمل طور
پر اُس کی جانب متوجہ ہوا۔

کب ہیں پیپر؟ اور میرے خیال سے ابھی کچھ دن پہلے ہی پیپر ”
ہوئے تھے تمہارے؟“ لہجے کو عام سار کھتے فیضان نے اصل بات پہ
آنے کے بجائے ادھر ادھر کی باتیں کرتے مقابل کے موڈ کو جانچنے کی
کوشش کی۔

جی سیمسٹر میں پیپر ز ہوتے ہی رہتے ہیں۔ آپ بتائیں کوئی کام ہے تو ”
میں کر دوں گا۔“ اُس کی اتنی تحقیق پہ زارون کو لگا کہ شاید اُسے کوئی
کام ہے تب ہی اُس کی بات کا جواب دیتے اُس نے نرمی سے پیشکش
کی۔

نہیں، نہیں کوئی کام نہیں تھا وہ بس دماغ میں پچھلے دنوں سے ایک ”
بات گھوم رہی تھی۔۔۔ اسی لیے سوچا تم سے پوچھ لوں۔“ اُس کے

پاس ہی صوفے پہ بیٹھتے فیضان نے لفظوں کو ترتیب دیتے چہرے پہ مسکراہٹ سجائی۔

کیسی بات؟“ دماغ نے فٹ سے کسی خطرے کا الارم بجایا تو”

زارون نے حتی المکان اپنے لہجے کو پرسکون رکھا۔

وہ۔۔ میں رات کو واش روم جانے کے لیے اٹھا تو باہر سے نور عین”

کی آواز آرہی تھی۔۔ شاید وہ تم سے کچھ کہہ رہی تھی؟ کوئی مسئلہ ہے

تم دونوں کے بیچ؟“ کمرے والی بات کو فی الوقت پس پشت ڈالتے

فیضان نے مناسب طریقے سے دودن پہلے ہوئے واقعے کا ذکر کیا۔

کس رات؟ آپ پیروالے دن کی بات کر رہے ہیں؟“ تاثرات

میں آئی پریشانی کو چھپاتے زارون نے بتانے کے ساتھ ہی تصدیق

چاہی۔

ہاں، میں شک نہیں کر رہا مگر مجھے تمہارا انداز کچھ اچھا نہیں لگا”

مطلب تم اتنی رات میں اُس کے ساتھ کیا کر رہے تھے؟“ نظروں

میں الجھن لیے فیضان نے اُسے جانچنے کے لیے بات میں مزید اضافہ کیا۔

پاگل ہے وہ، میں تو نیند نہ آنے کی وجہ سے چھت پہ گیا تھا مگر شاید ”میری قسمت خراب تھی جو وہ بھی وہاں ٹپک پڑی۔ میں نے اُسے نیچے آنے کا بولا تو مجھ سے بد تمیزی کرنے لگی کہ یہ اُس کا بھی گھر ہے اسی لیے مجھے اُس کی ہٹ دھرمی دیکھ کر اُسے زبردستی نیچے لانا پڑا کیونکہ اتنی رات کو میں اُسے اکیلا چھت پہ نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ پتا نہیں کیا چلتا ہے اُس کے دماغ میں اور میرے ساتھ تو پتا نہیں کون سی دشمنی ہے اُسے۔“ اُس کے سوال سے اُس کی معلومات کا اندازہ لگاتے زارون نے گھبرانے کے بجائے اعتماد کے ساتھ اُس کی بات کا جواب دیا۔ اچھا، اچھا ٹھیک ہے۔ مجھے بس اتنی رات کو تم دونوں کو ساتھ دیکھ ”کر عجیب لگا اسی لیے پوچھ لیا۔“ اُس کی وضاحت پہ شرمندہ ہوتے فیضان نے صفائی پیش کی۔

نہیں، کوئی بات نہیں اور آپ نے اچھا کیا جو مجھ سے پوچھ کر بات ”
کلیئر کر لی ورنہ بدگمانی میں انسان کے دل و دماغ میں بہت سے شک
پیدا ہو جاتے ہیں۔“ فیضان کی شرمندگی پہ زارون نے نرمی سے
کہتے اُس کی پشیمانی کو دور کیا۔

ہاں ایسا ہی ہے خیر تم اس بات کو چھوڑو اور یہ بتاؤ کہ تم نے ڈاکٹر ”
سے ابو کے بارے میں بات کی یا نہیں؟“ بھائی کی زبان سے اصل
بات جاننے کے بعد فیضان نے چند دنوں سے اپنے دماغ میں چلتی الٹی
سیدھی سوچوں کو جھٹکا اور زارون سے ایک اہم کام کے متعلق پوچھنے
لگا۔

جی میں نے کی ہے بات پر وہ چیک اپ کے بعد ہی اس بارے میں ”
کچھ بتائیں گے اس لیے پلیز آپ ابو کو منائیں کہ وہ ایک بار میرے
ساتھ چل کے ڈاکٹر کو دکھالیں۔“ باپ کے ذکر پہ سنجیدہ ہوتے
زارون نے اب کی بار تفصیل سے مقابل کو آگاہ کیا۔

ہاں ٹھیک ہے، میں کہتا ہوں بس تم کو شش کر کہ آج کل میں ڈاکٹر ”
سے ٹائم لے لو تا کہ اس معاملے میں مزید تاخیر نہ ہو۔“ اس ہفتے میں
متعدد بار ذیشان صاحب کو سینے کے درد میں مبتلا ہوتے دیکھ کر فیضان
نے چھوٹے بھائی کو تاکید کی تو اُس نے اثبات میں سر ہلاتے مقابل کو
مطمئن کیا۔

یار کیا ہوا ہے؟ اس بار تو تم لوگوں کی ناراضی کچھ زیادہ ہی لمبی نہیں ”
ہو گئی ہے؟“ آج بھی اسکول میں وہ دونوں ایک دوسرے سے منہ
موڑے بیٹھے رہے تو بلا آخر عائرہ نے نور عین کو مخاطب کرتے وجہ
جاننے کی کوشش کی جو پچھلے دو دن سے اُسے کچھ بھی بتانے سے
انکاری تھی۔

کیسی ناراضی؟ اور کس سے؟“ اذلان کو مکمل طور پہ نظر انداز کرتے وہ اسکول میں موجود اپنی واحد دوست کے سامنے انجان بنی۔ اذلان سے یار، زیادہ بنو نہیں، میں جانتی ہوں کہ تم دونوں ایک دوسرے سے ناراض ہو۔“ اُس کی بات کا جواب دیتے عائرہ نے اپنی معلومات اُس تک پہنچائی۔

میں کسی سے ناراض نہیں ہوں کیونکہ ناراض اُن سے ہوا جاتا ہے جن کے ساتھ آپ کا کوئی رشتہ ہو مگر اس گدھے کے ساتھ کوئی رشتہ نہیں ہے۔“ ایک کھا جانے والی نظر کچھ فاصلے پہ لا پر وائی سے بیٹھے اذلان پہ ڈالتے نور عین نے دانت پیسے۔

کیوں رشتہ نہیں ہے؟ وہ تمہارا کزن ہے اور بقول تمہارے۔۔۔“ تمہارا کراٹم پارٹنر بھی۔“ نور عین کی زبان سے گدھا کا لفظ سنتے عائرہ نے بامشکل اپنی ہنسی کو کنٹرول کیا۔

تھا۔ مگر اب یہ میرا کچھ نہیں لگتا۔“ مقابل کی حرکت پہ اُسے ”
گھورتے نور عین نے لہجے میں بے نیازی لیے اپنی بات پہ زور دیا۔
کیوں؟ یار کیا ہوا ہے؟ دو دن پہلے تو تم لوگ اچھے بھلے تھے پھر ایک ”
دم سے سارے رشتے ناتے کیسے ختم ہو گئے؟“ اُس کے جواب پہ
سنجیدہ ہوتے عائرہ نے ایک بار پھر سے وجہ جاننے کی کوشش کی۔
یار کیا ہے بتاؤ نا؟ کہیں کس وغیرہ تو نہیں کر دی اس نے تمہیں؟“ ”
نور عین کی خاموشی پہ نظروں میں حیرت لیے عائرہ نے اُس کے
قریب جھکتے رازداری سے پوچھا۔
فضول بولنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یار تمہیں ایسی باتیں سکھاتا ”
کون ہے؟ مطلب اذلان مجھے کس کیوں کرے گا۔“ مقابل کی بات
پہ اُسے جھٹکے سے پیچھے کرتے نور عین نے نظروں میں خفگی لیے اُس
کی طرف دیکھا۔

اس میں کیا فضول ہے؟ میں نے خود مووی میں دیکھا کہ لڑکا لڑکی پہلے کرائم پار ٹر ہوتے ہیں مگر پھر اُن میں محبت ہو جاتی ہے اور وہ ایک دوسرے کو کس بھی کرتے۔“ اپنی بات کا دفاع کرتے عائرہ نے مووی میں دیکھا ہوا سین نور عین کو سنایا۔

ہاں تو وہ انگریز ہوتے یہاں پاکستان میں ایسا نہیں ہوتا اور تم ایسی فضول چیزیں نہ دیکھا کرو اللہ پاک گناہ دیتے ہیں۔“ ناراضی والی بات کو سائیڈ پر رکھتے نور عین نے ہر بار کی طرح اس بار بھی اُسے سمجھایا۔ ہونہ اس میں گناہ والی کیا بات ہے، مطلب میں نے تو صرف دیکھا“ اُس کی جگہ جا کر کس نہیں کی اور تم ایسی باتیں کر کے میرا دھیان مت بٹاؤ بلکہ یہ بتاؤ کہ تم لوگ کیوں ناراض ہو۔“ اپنی عمر اور سمجھ کے مطابق جواب دیتے عائرہ نے اُس کا دھیان ایک بار پھر سے اصل موضوع کی طرف کروایا تو نور عین نے اُسے وہیں اٹکا دیکھ کر ہارمانی اور تفصیل کے ساتھ اپنی اور اذلان کی ناراضی کی وجہ بتانے لگی۔

ہائے۔۔ یہ تو فلموں والا سین ہو گیا اور تمہیں پوسٹل سے ڈر نہیں۔“

لگا؟ مطلب ایسے کیسے وہ تمہیں اس طرح ڈرا سکتے ہیں۔“ عائزہ پہ

اعتماد ہونے کی وجہ سے نور عین نے تصویر کے ساتھ ساتھ زارون

کے کمرے میں رہنے والی بات بھی اُسے بتائی تو اُس نے کچھ سیکنڈز

پر جوش رہنے کے بعد پوسٹل کا ذکر سنتے ہی جھر جھری لی۔

ڈر لگا تھا مگر اُس وقت میں کیا کر سکتی تھی۔ ویسے بھی میرا تو مسٹر“

پونے بارہ کی شکل دیکھتے ہی دماغ بند ہو جاتا ہے اور دل تیزی سے

دھڑکنے لگتا ہے۔“ زارون کے سامنے آنے پہ اپنی کیفیت کا بتاتے

نور عین نے بے بسی سے مقابل کی طرف دیکھا۔

کیوں؟ ایسے تو اُن لڑکیوں کے ساتھ ہوتا ہے جو کسی کو پسند کرتی“

ہوں اور میرے خیال سے اُس کزن کے ساتھ تو تمہارا ایسا کوئی تعلق

نہیں۔“ اپنی دانشوری کا مظاہرہ کرتے عائزہ نے ایک بار پھر سے

تفتیش شروع کی۔

شرم کرو بھائی ہیں میرے اور مجھ سے کافی بڑے ہیں۔“ عائزہ سے ”
زیادہ اپنے آپ کو اس بات کا یقین دلاتے نور عین نے اُسے گھور کر
دیکھا۔

ہاں تو پہلے سب بھائی ہی ہوتے اور میں نے کہانیوں میں پڑھا ہے جو ”
بڑی عمر کے لڑکے ہوتے نامطلب تمہارے کزن ٹائپ روڈ سے وہ
ہمیشہ چھوٹی عمر کی لڑکیوں سے ہی محبت کرتے ہیں اور ہو سکتا ہے
زارون بھائی کو بھی تم سے محبت ہو۔ مطلب تمہیں ایسے خفیہ طور پہ
اپنے کمرے سے نکالنا، تمہارے قریب آنا اور گھر میں کسی کو بھی
بتانے سے منع کرنا صاف صاف اُن کی فکر کو ظاہر کرتا ہے۔“ اپنی
بات کی پختگی کے لیے مثال دیتے عائزہ نے اُسے یقین دلانے کی
کوشش کی۔

نہیں، مجھے نہیں لگتا مطلب وہ تو ہر وقت مجھ پہ غصہ کرتے ہیں اور ”
کبھی بھی سیدھے منہ مجھ سے بات نہیں کرتے۔“ اُس کے لفظوں
کے جال میں پھنستے نور عین نے ایک بار پھر سے انکار کیا۔
ہاں تو سب کہانیوں میں ایسا ہی ہوتا ہے کیونکہ غصے والے ہیر و کبھی ”
بھی اتنی جلدی اپنی محبت ظاہر نہیں کرتے مگر جب شادی ہو جاتی ہے
تو وہ لڑکی کا بہت خیال رکھتے ہیں بالکل کسی پر نسر کی طرح۔“
تاثرات میں جوش لیے عائرہ نے اپنی عقل کے مطابق خواب سی
کیفیت میں کہتے مقابل کی طرف دیکھا جس کے چہرے پہ اب
شر میلی سی مسکراہٹ سج چکی تھی۔

نہیں، مجھے کسی ڈاکٹر کے پاس نہیں جانا۔ تم لوگ تو ایسے ہی چھوٹی ”
سی بات کو لے کر پریشان ہو جاتے ہو۔“ گاگہوں کو فارغ کرتے

فیضان نے ذیشان صاحب کو منانے کی کوشش کی جو ہر بار ہی اپنے ٹھیک ہونے کا یقین دلاتے اُسے ٹال دیتے تھے۔

یہ چھوٹی بات نہیں ہے اور اس بار پلیز آپ کوئی خدمت کریئے گا”

کیونکہ زارون ڈاکٹر سے ٹائم لے چکا ہے۔“ اُنہیں پھر سے ٹال مٹول سے کام لیتے دیکھ کر فیضان نے چھوٹے بھائی کا ذکر کرتے بتایا۔

کیوں لیا ٹائم؟ جب میں تم لوگوں سے بول رہا ہوں کہ میں ٹھیک”

ہوں تو پھر کیوں بے کار کی ضد میں پڑے ہو۔“ بیٹے کی بات پہ غصہ کرتے ذیشان صاحب نے تھان لپیٹ کر واپس ریک میں لگائے۔

ضد میں نہیں آپ کر رہے ہیں۔ جب آپ کو پتا ہے کہ ہمارے”

خاندان میں دل کا مسئلہ نسلوں سے چلا آ رہا ہے تو کیوں لا پرواہی کر رہے ہیں۔ خدا نخواستہ میں کوئی بری امید نہیں رکھ رہا مگر پلیز آپ

ایک بار چیک اپ کروالیں تاکہ شک دور ہو جائے۔“ اُنہیں پھر سے

موڈ خراب کرتا دیکھ کر فیضان نے اس بار تھوڑے سخت الفاظ کا استعمال کرتے اُن کے بھلے کے لیے اُن کو سمجھانے کی کوشش کی۔ ضروری نہیں کہ جس وجہ سے ماں باپ کا انتقال ہوا ہو بچے بھی اُسی وجہ سے مریں اور تم لوگ اپنی پڑھائی اپنے پاس رکھو۔ میں اچھے سے جانتا ہوں کہ مجھے کب اور کس وقت کون سا کام کرنا ہے۔“ اپنی بات پہ اٹل ذیشان صاحب نے فیضان کو خاموش کروایا تو وہ بے بسی سے اُن کو دیکھتے سائیڈ پہ رکھے کھانے کے برتن سمیٹنے لگا۔

امی ہم خالہ کی طرف کس دن جائیں گے؟“ کالج سے آتے ہی اُن کے ساتھ کام میں ہاتھ بٹاتے عائشہ نے کچھ یاد آنے پہ سوال کیا۔ جمعے کو جانا ہے کیوں خیریت ہے؟“ بیٹی کی بات کا جواب دیتے“ عالیہ بیگم نے نرمی سے اُس کی طرف دیکھا۔

جی جی خیریت ہی ہے وہ آپ بتا رہی تھیں ناکہ اس بار فیضان بھائی کی ”
شادی کی تاریخ فائنل کرنی ہے تو اسی لیے پوچھا۔“ کٹا ہوا دھنیا دھو کر
اُن کے قریب رکھتے عائشہ نے پر جوشی سے کہا۔

ہاں، ارادہ تو یہی ہے باقی جو اللہ کی مرضی۔“ بیٹی کی خوشی دیکھ کر ”
عالیہ بیگم نے مسکراتے ہوئے اُس کی بات کی تصدیق کی۔

پھر تو بہت مزہ آئے گا۔ امی میں آپ کو بتا رہی ہوں میں بھائی کی ”
شادی پہ سارے کپڑے اپنی پسند سے لوں گی اور آپ میرا جیسا سوٹ
نور عین کو بالکل نہیں لے کر دیں گی۔“ ماں کی بات سنتے ہی فرمائشی
پر و گرام شروع کرتے عائشہ نے ساتھ ہی اُنہیں تاکید کی۔

ٹھیک ہے لے لینا اور نور عین کو کون سا میں لے کر دیتی ہوں، وہ تو ”
خود ہی تمہاری چیز دیکھ کر اڑ جاتی ہے کہ اُسے بھی وہی چاہیے۔“ بیٹی
کے ذہن میں ابھرتی سوچ سے انجان عالیہ بیگم نے عام سے انداز میں
اپنی بات کہی۔

تو اس بار آپ ایسا مت کیجیے گا پلینز۔ آپ اُس کے کپڑے مجھ سے پہلے ”
ہی بنادیتجیے گا تاکہ وہ میرے جیسے کپڑے پہن کر مجھ سے زیادہ اچھی نہ
لگے۔“ الجھے سے انداز میں ماں کو اپنی رنگت کا احساس دلاتے عائشہ
نے کہا تو عالیہ بیگم نے افسردگی سے اُس کی طرف دیکھا۔
میں نے تمہیں کتنی بار سمجھایا ہے کہ اپنے آپ کو کم تر مت سمجھا ”
کر واور رنگ و روپ دیکھ کہ صرف چیزوں کی خوبصورتی کے فیصلے
کیے جاسکتے مگر قسمت کے نہیں۔ اس لیے اپنے آپ کو اس ناشکری
سے نکالو اور اللہ سے اپنے اچھے نصیب کی دعا کیا کرو۔“ بیٹی کی سوچ
کا اندازہ ہوتے ہی عالیہ بیگم نے ایک اچھی ماں ہونے کا ثبوت دیتے
اُسے پیار سے سمجھایا تو عائشہ نے مزید کچھ کہنے کے بجائے اثبات میں
سر ہلایا اور سنک پہ پڑے برتنوں کی جانب متوجہ ہوئی۔

اُٹھو یہاں سے۔ تم میرے ساتھ نہیں بیٹھ سکتے۔“ اسکول سے ”
واپسی پہ بس میں سوار ہوتے ہی اذلان نے اُس کے ساتھ والی سیٹ
سنجھالی تو نور عین نے غصے سے اُسے گھورا۔

کیوں؟ یہاں تمہارا نام لکھا ہے یا یہ سیٹ میرے بیٹھنے پہ رونے لگ
جاتی ہے۔“ بیگ گود میں رکھتے اذلان نے بھی اُسی کے لہجے میں
جواب دیا اور بے نیازی سے سیدھا ہو کر بیٹھا۔

روئے یا ہنسے تمہیں اس سے کوئی مطلب نہیں۔ تم اُٹھو یہاں سے ”
اور کہیں اور جا کر مرو۔“ مقابل کی ہٹ دھرمی دیکھ کر نور عین نے
برہم ہوتے اپنی نفرت کا اظہار کیا تو اذلان نے ادھر ادھر نظر
دوڑاتے احتیاط سے اپنے بیگ سے کچھ نکالا۔

یہ میں تمہارے لیے لایا تھا۔“ اُس کی بات کا جواب دینے کے ”
بجائے اُس نے ایک چھوٹا سا سفید رنگ کا ٹیڈی بیر اور کارڈ اُس کی
گود میں رکھا۔

مجھے نہیں چاہیے۔“ بے مروتی سے ہاتھ مارتے نور عین نے اُن ”
دونوں چیزوں کو اپنی گود سے جھٹکتے فٹ سے نظریں پھیریں۔
یار مجھے اپنی غلطی کا احساس ہے اور یہ میں نے اپنی جمع کی ہوئی پاکٹ ”
منی سے تمہارے لیے خریدا ہے۔“ اُس کی ناراضی کی وجہ سے
اذلان کو ہر جگہ پہ بوریت کا احساس ہوا تو اُس نے نور عین کو منانے کا
فیصلہ کیا مگر اب اُس کا رویہ دیکھ کر اُس نے دکھ سے اُن چیزوں کو
زمین سے اٹھایا۔
تو؟ میں کیا کروں؟ میں نے تمہیں نہیں بولا تھا کہ میرے لیے یہ ”
سب خریدو۔“ مقابل کے جذبات سمجھے بغیر ہی لہجے میں کڑواہٹ
لیے اُس نے دو ٹوک انداز میں کہا تو اذلان نے اثبات میں سر ہلاتے وہ
دونوں چیزیں واپس اپنے بیگ میں ڈالیں اور خاموشی سے اٹھ کر اگلی
سیٹ پہ جا بیٹھا۔

ہو نہہ ہے ہی بد تمیز، نہیں بات کروں گی میں اس سے۔“ اذلان کا”
یوں اٹھ کر جانا نور عین کو بُرا لگتا ہی منہ میں بڑبڑاتے اُس نے الجھے
سے انداز میں باہر دیکھا جہاں لوگ اپنے اپنے کاموں میں مگن تھے۔

زارون رکو۔“ اُسے گیٹ کی جانب بڑھتا دیکھ کر ہانیہ نے اُسے”
پیچھے سے پکارا اور تیزی سے قدم اٹھاتے اُس کی جانب آئی۔
یہ تمہارے نوٹس، بہت شکریہ جو تم نے مجھے انہیں کاپی کروانے”
دیا۔“ ایک رجسٹر اُس کی جانب بڑھاتے ہانیہ نے اپنے گال پہ پڑتے
خوبصورت سے ڈمپل کی نمائش کی۔

کوئی بات نہیں، تمہارے فادر کی طبیعت اب کیسی ہے؟“ رجسٹر”
تھا متے زارون نے اُس کا شکریہ قبول کرتے نرمی سے پوچھا۔

اب بہتر ہیں مگر ابھی ڈاکٹر ز نے ڈسچارج نہیں کیا۔“ ہوا سے بار بار ”
چہرے پہ آتی لٹوں کو کان کے پیچھے کرتے اُس نے مقابل کی بات کا
جواب دیا۔

اللہ پاک صحت دے بس تم لوگ جلدی نہ کرنا کیونکہ ڈاکٹر زیادہ ”
اچھے طریقے سے سمجھتے ہیں کہ پیشینہ کو کس وقت کس طرح کے
ٹریٹمنٹ کی ضرورت ہے۔“ اُس کا جواب سنتے ہی زارون نے دعا
دیتے اُسے سمجھانے کے انداز میں کہا۔
جی، ہم نے کیوں جلدی کرنی ہے۔ ہم تو پہلے ہی کافی پریشانی اٹھا چکے ”
ہیں۔“ باپ کی حالت کا سوچتے ہی اُس کی آنکھوں کے کنارے نم
ہوئے تو اُس نے نا محسوس طریقے سے اُنہیں صاف کیا۔

حوصلہ رکھو، اللہ پاک سب بہتر کرے گا اور انکل بہت جلد ٹھیک ”
ہو جائیں گے۔“ اُس پر اعتماد لڑکی کو آج پہلی بار اپنے سامنے افسردہ
اور پریشان دیکھ کر زارون نے نرمی سے سمجھایا تو اُس نے بامشکل خود

پہ ضبط کرتے اثبات میں سر ہلایا اور ہلکی سی مسکراہٹ اچھالتے
خاموشی سے واپس پلٹی۔

اُفف۔۔۔ اس لڑکی میں پتا نہیں ایسی کون سی کشش ہے جو مجھے بار
بار اس کی جانب متوجہ کرتی ہے۔“ زارون کی نظروں نے
لا شعوری طور پر دور تک اُس کا تعاقب کیا تو اُس نے ہوش میں آتے ہی
خود کو ملامت کیا اور سر جھٹکتے دوبارہ گیٹ کی جانب بڑھا جہاں اُس کا
دوست اُس کا انتظار کر رہا تھا۔

ابو پلیز ضد نہ کریں۔ میں نے ڈاکٹر سے بڑی مشکل سے ٹائم لیا
ہے۔“ دکان پہ پہنچتے زارون نے فیضان کی زبانی ساری بات سننے
کے بعد خود ذیشان صاحب کی منت کی۔

یار کیوں تم دونوں میرے پیچھے پڑے ہو۔ میں نے بولا ہے ناکہ میں ”
بالکل ٹھیک ہوں۔“ فیضان کی ناراضی کی وجہ سے اب کی بار ذیشان
صاحب نے ٹھنڈے پڑتے چھوٹے بیٹے کو تحمل سے سمجھایا۔

جی ہم کون سا بول رہے ہیں کہ آپ بیمار ہیں بس یہ کہہ رہے ہیں کہ ”
ایک بار چیک اپ کروالیں تاکہ خدا نخواستہ اگر کوئی مسئلہ ہو تو فوری
طور پہ علاج ہو سکے۔“ ان کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھتے زارون نے انہیں
نرمی سے سمجھاتے اپنی بات سے قائل کرنے کی کوشش کی۔

ٹھیک ہے۔ جو دل کرتا ہے کرو مگر میں بتا رہا ہوں کہ میں روز روز ”
ان طبیبوں کی دکانوں کے چکر نہیں لگاؤں گا۔“ اُن دونوں کو اپنی
بات پہ قائم دیکھ کر ذیشان صاحب نے ہار مانتے ہامی بھری تو زارون
نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا اور اُن کا ہاتھ پکڑتے انہیں
کرسی سے اٹھانے لگا۔

آپ ابھی بھی مجھ سے خفا ہیں؟“ عالیہ بیگم نے آج بھی چپ چاپ ”
کھانا لا کر اُس کے سامنے رکھا تو نور عین نے ہمت کرتے اُنہیں
مخاطب کیا۔

نہیں۔“ یک لفظی جواب دیتے اُنہوں نے واپس اپنا رخ کچن کی ”
جانب کیا تو نور عین نے مایوسی سے اُن کی پشت کو دیکھا۔
اب میں کیسے مناؤں ممائی کو؟ عائشہ آپی بھی مجھ سے سیدھے منہ ”
بات نہیں کر رہی ہیں ورنہ میں اُن سے ہی مدد لے لیتی۔“ عالیہ بیگم کا
موڈ ہنوز خراب دیکھ کر نور عین نے پریشانی سے سوچا۔

یہ سب اُس اذلان کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ نہ وہ تصویر جلاتا اور نہ ہی ”
مجھے ماموں کو اُس کی شکایت لگانی پڑتی۔ گدھا کہیں کا۔ خود تو ہنسی
خوشی سب سے بات کر رہا ہے اور میں بلا وجہ ہی سب کے غصے کا نشانہ

بنی ہوئی ہوں۔ عائرہ ٹھیک کہتی ہے۔ اپنے والدین اپنے ہی ہوتے۔
یہاں میری امی ہوتیں تو وہ بھی میری سائیڈ لیتیں اور کبھی بھی مجھ
سے یوں خفانہ ہوتیں۔“ عالیہ بیگم کے رویے پہ ایک بار پھر سے
نور عین کے دماغ میں احساس کمتری نے جنم لیا تو اُس نے اپنی سہیلی کی
بات کا اثر لیتے دکھ سے خود کلامی کی اور کھانا کھائے بغیر ہی اُٹھ کر اپنے
کمرے میں چلی گئی۔

آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ مطلب ابو کو ایسی کوئی بھی سنگین علامت
نہیں ہیں جس سے وال بند ہونے کا اندیشہ ہو۔“ ڈاکٹر کی بات سنتے
ہی زارون نے بے یقینی کے ساتھ اُن کی طرف دیکھا۔
جی علامات تو سنگین نہیں ہیں مگر جو وہ بتا رہے ہیں اُس سے مجھے اسی
بات کا خدشہ ہے اس لیے بہتر ہے کہ آپ ان کے ٹیسٹ کروالیں

تاکہ کسی قسم کا کوئی شک باقی نہ رہے۔“ پیپر پہ چند ضروری ٹیسٹ لکھتے ڈاکٹر نے اپنی سمجھ اور تجربے کے مطابق مقابل کو آگاہ کیا۔ جی ٹھیک ہے میں کروالوں گا۔“ ایک نظر پیپر پہ ڈالتے زارون نے فکر مندی سے اثبات میں سر ہلایا۔

یہ میں نے فی الحال کچھ میڈیسنز بھی لکھ دی ہیں مگر بہتر یہی ہے کہ ”جتنی جلدی ممکن ہو آپ ٹیسٹ کروالیں تاکہ تشخیص کی صورت میں اُس کے مطابق علاج شروع کیا جاسکے۔“ پیپر اُس کی جانب بڑھاتے ڈاکٹر نے ایک بار پھر سے اُسے تاکید کی اور ساتھ ہی ذیشان صاحب کے آرام اور خوراک کے بارے میں کچھ ہدایات دینے لگا۔

ریموٹ کہاں ہے؟“ سارے لاؤنج کی تلاشی لینے کے بعد بلا آخر“
نور عین نے اپنا ضبط کھوتے اذلان کو مخاطب کیا جو کانوں پہ ہیڈ فون
لگائے بڑے آرام سے صوفے کے بازو پہ سر رکھے لیٹا گانے سننے میں
مصروف تھا۔

میں تم سے کچھ پوچھ رہی ہوں؟“ چند سیکنڈز جواب کا انتظار کرنے
کے بعد نور عین نے آگے بڑھتے اُس کے کانوں سے ہیڈ فون ہٹائے۔
ریموٹ کہاں ہے؟ مجھے پتا ہے وہ تم نے ہی چھپایا ہے۔“ مقابل کے
گھورنے کی پروا کیے بغیر ہی اپنا مدعا بیان کرتے اُس نے سوالیہ نظروں
سے اُس کی طرف دیکھا۔

مجھے نہیں پتا۔“ مختصر سا جواب دیتے اذلان نے اُسے نظر انداز
کرتے پھر سے ہیڈ فون اپنے کانوں پہ لگائے۔

تمہیں سب پتا ہے۔ میں جانتی ہوں تم نے جان بوجھ کر ریموٹ ”
چھپایا ہے تاکہ میں تم سے بات کروں۔“ پھر سے ہیڈ فون اُس کے
کانوں سے ہٹاتے نور عین نے اُس کے یوں انجان بننے پہ غصے سے
دانت پیسے۔

اوو بی بی جاؤ جا کر اپنا کام کرو۔ میرا پاس اتنا فضول ٹائم نہیں ہے جو ”
میں تمہیں بلوانے کے لیے ایسی حرکتیں کروں۔“ اپنے گفٹ کی
ناقدری کا بدلہ لیتے اذلان نے کوئی بھی لحاظ رکھے بغیر دو ٹوک
انداز میں اُسے اُس کی حیثیت کا احساس دلایا۔
بی بی کس کو بولا؟ میں تمہیں بی بی لگتی ہوں کیا؟ آئینے دوزر اماموں ”
کو۔ میں تمہاری بد تمیزی کی شکایت اُن سے کروں گی اور یہ جو تم نے
مجھے بی بی بولا ہے نا اس کا بھی بتاؤں گی۔“ ریموٹ کے دکھ سے نکلتے
نور عین کو ایک نیا غم لاحق ہوا تو اُس نے غصے سے اذلان (جو آگ

لگانے کے بعد بڑے سکون کے ساتھ پھر سے اپنے کام میں مشغول ہو چکا تھا) کودھمکی دی اور پاؤں پٹختے تیزی سے لاؤنچ سے نکلی۔

یہ کیا بد تمیزی ہے؟“ تم چلنے کے لیے ٹانگوں کے ساتھ ساتھ اپنی“
آنکھوں کا استعمال نہیں کر سکتیں کیا؟“ گھر میں داخل ہوتے ہی اُس
کا ٹکراؤ نور عین سے ہوا تو وہ سنبھلتے ہوئے دو قدم پیچھے ہٹا۔
نہیں۔۔۔ مجھے ایک وقت میں دو اعضاء استعمال کر کے اپنی انرجی“
ضائع کرنے کا کوئی شوق نہیں ہے۔“ اپنا ماتھا سہلاتے اُس نے
مقابل کے لہجے میں ہی اُس کی بات کا جواب دیا۔
قینچی کی طرح چلتی زبان پہ بھی انرجی ضائع ہوتی ہے اس کی بھی“
تھوڑی بچت کر لیا کرو۔“ اُس کے جواب پہ ایک مؤثر مشورہ دیتے
زارون نے فی الوقت اُس کے منہ لگنے کے بجائے اپنے قدم اندر کی

جانب بڑھائے تو نور عین نے اپنی عزت افزائی پہ پلٹتے کھا جانے والی
نظروں سے اُس کی پشت کو گھورا۔

سب کی شکایت کروں گی ماموں سے۔ بڑا شوق ہے نا انہیں میری ”
بے عزتی کرنے کا۔“ زارون کی بات پہ کڑھتے اُس نے اذلان کے
ساتھ ساتھ اُس کی بھی شکایت لگانے کا سوچا اور وہیں سیڑھیوں پہ بیٹھ
کر ذیشان صاحب کا انتظار کرنے لگی جو کچھ ہی دیر میں گھر آنے والے
تھے۔

تم صبح یاد سے یہ ساری چیزیں لے آنا۔ باقی گوشت اور سبزی وغیرہ ”
کی ذمہ داری میں نے تمہارے ابو کو دے دی ہے۔“ ایک لسٹ بیٹے
کی جانب بڑھاتے شائستہ بیگم نے اُسے نرمی سے تاکید کی۔

ابو کو کیوں بولا؟ آپ وہ بھی مجھ بتادیں۔ میں نے کل کام سے چھٹی لی۔“
ہے اس لیے آرام سے ساری چیزیں لادوں گا۔“ ماں کی بات سنتے ہی
انہیں آگاہ کرتے زین نے ایک نظر لسٹ پہ ڈالی۔

یہ تو بہت اچھا ہوا۔ ٹائم سے سامان آجائے گا تو سائرہ کچھ چیزیں کل۔“
ہی بنا کر رکھ لے گی پھر اس طرح پرسوں وقت کی بچت ہو جائے اور
زیادہ کام بھی نہیں کرنا پڑے گا۔“ بیٹے کی بات سے خوش ہوتے
شائستہ بیگم نے سارا لائحہ عمل طے کیا۔

جی، ٹھیک ہے جیسے آپ کو مناسب لگے کر لیجیے گا اور خالہ لوگوں کی۔“
طرف سے کون کون آئے گا۔“ ماں کا جوش دیکھ کر زین نے
مسکراتے ہوئے سر سری سے انداز میں پوچھا۔

باجی، بھائی، عائشہ، اذلان اور شاید وہ منحوس نور عین بھی آئے۔“
کیونکہ زارون اور فیضان کے ساتھ باجی اُسے اکیلا گھر نہیں چھوڑ

سکتیں۔“ بیٹے کی بات کے جواب کے آخر میں بد مزہ ہوتے شائستہ بیگم نے کوفت سے کہا۔

امی پلینز ایسا مت بولا کریں۔ نور عین نے آپ کا کیا بگاڑا ہے جو آپ ”اُس سے یوں نفرت کرتی ہیں۔“ ماں کی بات کا بُرا مناتے زین نے اُنہیں سمجھانے کی کوشش کی۔

بگاڑا کچھ نہیں، بس پتا نہیں کیوں مجھے وہ لڑکی بالکل بھی اچھی نہیں ”لگتی۔ ایک تو اُس کی زبان بہت لمبی ہے اور اوپر سے چغلی لگانے والی عادت مجھے سخت ناپسند ہے۔“ بیٹے کے اعتراض پہ اُس کی بات کا جواب دیتے شائستہ بیگم نے ساتھ ہی نور عین کی کچھ خامیاں بیان کیں۔

مجھے تو وہ ایسی نہیں لگتی اور کون سی چغلی لگائی ہے اُس نے آپ ”کی؟“ ماں کے الزام پہ بے یقینی ظاہر کرتے زین نے اُنہیں مزید کریدنے کی کوشش کی۔

میری نہیں کی مگر پچھلے دنوں وہ اپنی اس عادت کی وجہ سے عالیہ ”
کے گھر میں کافی فساد کروا چکی ہے۔ ذیشان بھائی تو اپنی بہن کی محبت
میں بالکل اندھے ہو چکے ہیں اس لیے بھانجی جو بھی کہتی ہے اُس پہ
آنکھیں بند کر کے ایمان لے آتے ہیں۔ میں نے تو باجی کو سمجھایا تھا کہ
اس لڑکی کو اتنا سرنہ چڑھاؤ کہ کل کو تمہارے بچوں کے حق پہ مسلط
ہو جائے مگر نہیں میری بہن کو تو بس ہر وقت خدا ترسی کی پڑی رہتی
ہے۔“ بیٹے کا ایک غیر لڑکی کی سائیڈ لینا شائستہ بیگم کو بالکل بھی
ہضم نہیں ہوا تب ہی تفصیل کے ساتھ نور عین کی برائیاں کرتے
انہیں نے ساتھ ہی بہن کی عقل پہ بھی افسوس کیا۔

اچھا خیر چھوڑیں آپ ان باتوں کو یہ اُن کے گھر کا معاملہ ہے اور پلیز ”
آپ بھی خالو کے سامنے تھوڑی احتیاط کیجیے گا مطلب اب ہمارے اُن
کے ساتھ دوہرے رشتے ہیں اس لیے کوشش کیجیے گا کہ نور عین کو
لے کر کوئی بد مزگی پیدا نہ ہو۔“ ماں کی نفرت کو دیکھتے زین نے

اُنہیں موقع کی نزاکت کا احساس دلاتے نرمی سے سمجھایا تو اُنہوں نے بیٹے کی بات سمجھتے اثبات میں سر ہلایا اور فضول موضوعات کو چھوڑتے لسٹ پہ لکھے سامان کے متعلق کچھ ہدایات دینے لگیں۔

میں پوچھتا ہوں ان سے، تم پریشان نہ ہو اور آؤ میرے ساتھ۔““
ذیشان صاحب کے آتے ہی نور عین نے اذلان اور زارون کی شکایتوں کی ایک لمبی فہرست اُن کے سامنے رکھی تو اُنہوں نے اُس کا دکھ سمجھتے اُسے اپنے ساتھ آنے کا بولا۔

اب آئے گا مزہ۔“ آنکھوں میں مصنوعی آنسو بھرتے اُس نے دل ”
ہی دل میں زارون اور اذلان کو پڑنے والی ڈانٹ پہ خوشی کا اظہار کرتے تیزی سے قدم اندر کی جانب بڑھائے۔

اذلان۔۔ زارون۔۔ ادھر آؤ میرے سامنے۔“ گھر میں داخل ”
ہوتے ہی اُن دونوں کو اونچی آواز سے پکارتے ذیشان صاحب نے حکم
صادر کیا تو اس اچانک افتاد پہ عائشہ اور عالیہ بیگم بھی کچن سے نکل کر
باہر آئیں۔

کیا ہوا ہے؟ سب خیریت ہے نا؟ آپ آتے ہی اُن دونوں کو کیوں بلا ”
رہے ہیں؟“ نا سمجھی سے شوہر کی طرف دیکھتے عالیہ بیگم نے ایک
سخت نظر نور عین پہ ڈالی جو سوسوں کرتے ذیشان صاحب کے
ساتھ ہی صوفے کے قریب آکر کھڑی ہو چکی تھی۔
ہاں بھی تم دونوں نے نور عین کو کیا بولا ہے؟ کیوں تنگ کیا ہے ”
میری بچی کو؟“ بیوی کی بات کا جواب دینے کے بجائے ذیشان
صاحب نے اُن دونوں کے آتے ہی پیشی کا آغاز کیا۔

میں نے تو کچھ نہیں کہا اور نہ ہی میرے پاس اتنا فالتو ٹائم ہے کہ میں ”
اسے تنگ کروں۔“ ذیشان صاحب کے سوال سے وہاں موجود افراد

کو معاملے کی نوعیت کا اندازہ ہوا تو سب سے پہلی آواز زارون کی گونجی۔

زیادہ فضول بولنے کی ضرورت نہیں ہے اور تم نے اسے بی بی کیوں ”
بولاً؟“ بڑے بیٹے کی سنجیدگی سے واقف ہونے کی وجہ سے ذیشان
صاحب نے اُسے مزید کچھ کہنے کے بجائے اپنی توپوں کا رخ اذلان کی
طرف کیا۔

میں نے اسے احترام دینے کے لیے بی بی کا لفظ استعمال کیا تھا مگر پتا ”
نہیں کیوں اسے پسند نہیں آیا۔“ اگلے نشانے پہ خود کو پاتے ہی اذلان
نے سمجھداری کا مظاہرہ کرتے ایک معقول سا جواب دیا۔

یہ کون سا احترام ہے؟ میں تمہیں پہلے بھی کافی بار سمجھا چکا ہوں اور ”
آج پھر سے کہہ رہا ہوں کہ نور عین کو تنگ کرنا چھوڑ دو۔ یہ بھی عائشہ
کی طرح تمہاری بہن ہے اس لیے اس کا بھی اُسی طرح خیال رکھا
کرو۔“ اذلان کے جواب پہ بامشکل اپنی ہنسی کنٹرول کرتے ذیشان

صاحب نے بس بھانجی کا مان رکھنے کی خاطر سنجیدگی سے بیٹوں کو تاکید کی۔

میں تو خیال رکھتا ہوں، اسے چیزیں بھی لا کر دیتا ہوں مگر یہ ہر وقت ”مجھ سے منہ بنائے رکھتی ہے اور مجھے بلاتی بھی نہیں۔“ باپ کے چہرے پہ نرمی دیکھ کر جہاں زارون نے نشست سنبھالی وہیں اذلان نے اپنا دکھ بیان کرتے فٹ سے نور عین کی شکایت لگائی۔

میں نے کب منہ بنایا؟ اور تم نے میری امی کی تصویر جلائی تھی اسی ”لیے میں تم سے غصہ ہوں۔“ اپنے پہ بات آتے ہی جلدی سے صفائی دیتے اُس نے ساتھ ہی اپنی ناراضی ظاہر کی۔

دیکھیں اب، ابو اس نے پورے ایک ہفتے سے مجھ سے بات نہیں کی ”میں نے اس کو اتنی بار سوری بولا مگر اس نے مجھے معاف نہیں کیا۔“

نور عین کے اعتراف پہ جلدی سے اُس کی بات پکڑتے اذلان نے پھر سے شکایت کی۔

نور عین بیٹا؟؟؟ یہ غلط بات ہے۔ تمہیں اذ لان کو اب معاف کر دینا”
چاہیے۔“ عالیہ بیگم کے ماتھے پہ پڑے بل دیکھ کر اس بار ذیشان
صاحب نے بیٹے کی سائیڈ لیتے اُسے سمجھایا۔

میں نے معاف کر دیا ہے مگر جب یہ مجھے تنگ کرتا ہے تو میرا اس”
سے بات کرنے کو دل نہیں کرتا۔“ اُن کے سمجھانے پہ منمناتے
نور عین نے مقابل کو گھوری سے نوازاجو باپ کو اپنی سائیڈ پہ دیکھ کر
پھر سے کچھ کہنے کے لیے منہ کھول چکا تھا۔
میں اب تنگ نہیں کروں بس آپ اس سے بولیں کہ مجھ سے صلح”
کر لے۔“ موقع ملتے ہی اپنا مطلب نکالتے اُس نے باپ سے
درخواست کی۔

کوئی ضرورت نہیں ہے صلح کی۔ جیسا چل رہا ہے چلنے دو اور تم چلو”
جا کر برتن لگاؤ۔“ بیٹے کی بے تابی دیکھ کر عالیہ بیگم نے ذیشان
صاحب کے کچھ بولنے سے پہلے ہی اُسے آنکھیں نکالتے بیٹی کو حکم دیا۔

کیوں ضرورت نہیں ہے؟ نور عین بیٹا چلو اذلان سے صلح کرو اور تم”
بھی اب بچی کو معاف کر دو۔“ بھانجی کو حکم دیتے ہی ذیشان صاحب
نے عالیہ بیگم کو بھی تاکید کی جن کا رویہ کافی دنوں سے نور عین کے
ساتھ کھنچا کھنچا سا تھا۔

سوری ممائی، میں نے جان بوجھ کر ماموں کو شکایت نہیں لگائی”
تھی۔“ ذیشان صاحب کی بات پہ عمل کرتے اُس نے منہ بسور کر
پہلے اذلان سے ہاتھ ملا یا اور پھر عالیہ بیگم کے سامنے جا کر دونوں
ہاتھوں سے اپنے کان پکڑے۔

ٹھیک ہے کوئی بات نہیں۔ بیٹے کو خوش دیکھ کر عالیہ بیگم نے بھی اپنا”
دل صاف کرتے گھر میں پھیلی کشیدگی کو کم کرنے کی خاطر بات کو
مزید بڑھاوا نہیں دیا اور نور عین کے ہاتھ ہٹاتے اُس کے گال کو نرمی
سے تھپتھپاتا وہ بھی جلدی سے اُن کے ساتھ لگتے اپنے دل میں
موجود تمام شکوے گلے بھلا گئی۔

اگر آپ لوگوں کا یہ صلح پروگرام ختم ہو گیا ہے تو پلیز کھانا لگالیں۔“
کیونکہ مجھے شدید قسم کی بھوک لگی ہوئی ہے۔“ کارروائی ختم ہوتے
ہی زارون نے ماں کو اپنی جانب متوجہ کیا۔

ہاں ہاں بس لگا رہی ہوں۔ تم جاؤ عائشہ کی مدد کرو اور فیضان کہاں؟“
ہے؟ وہ نہیں آیا آپ کے ساتھ؟“ نور عین کو خود سے الگ کر کے
تاکید کرتے عالیہ بیگم نے بیٹے کی غیر موجودگی پہ شوہر سے پوچھا۔
آیا ہے، باہر کوئی دوست مل گیا تھا اُسی کے ساتھ کھڑا ہے۔ تم کھانا“
لگاؤ میں بھی ذرا ہاتھ منہ دھو کے آنا ہوں۔“ بیوی کی بات کا جواب
دیتے ذیشان صاحب نے اُٹھ کر اپنے کمرے کا رخ کیا تو اذلان بھی
چپکے سے نظر بچا کر لاؤنج میں داخل ہوا تاکہ کسی کے دیکھنے سے پہلے
ہی جیب میں موجود ریموٹ نکال کر جگہ پہ رکھ سکے۔

یار مجھے یہ سوال سمجھا دو۔ میں کب سے کوشش کر رہا ہوں مگر سمجھ ”
نہیں آرہا۔“ کھانا کھانے کے بعد وہ اپنا اسکول کا کام کرنے میں
مصروف تھی جب اذلان نے اُس کے قریب آتے اُسے متوجہ کیا۔
میرے پاس اتنا فالتو ٹائم نہیں ہے اور ماموں کو میری شکایت لگا کر ”
زیادہ خوش نہ ہو کیونکہ میں نے صرف اُن کو دکھانے کے لیے تم سے
صلح کی تھی۔“ عائشہ کی غیر موجودگی کا فائدہ اُٹھاتے نور عین نے
سختی سے کہتے اُس کا رجسٹر سائیڈ پہ کیا۔
ٹھیک ہے پھر میں تمہاری اس چالاکی کا بھی ابو کو بتاتا ہوں۔“ اُس ”
کے ٹکے سے جواب پہ اذلان کا سارا جوش ختم ہوا تو اُس نے اپنا رجسٹر
اُٹھاتے مقابل کو دھمکی دی۔

میں تمہارا منہ توڑ دوں گی اگر اب تم نے کوئی بھی فضول بات ”
ماموں کے سامنے کی تو۔“ جلدی سے اُٹھ کر اُس کا راستہ روکتے
نور عین نے اُسے مزید کسی شکایت سے روکا۔

توڑ دوپر میں ابو کو ضرور بتاؤں گا کہ کیسے تم اُن کے سامنے اچھی بننے ”
کے لیے اُن سے جھوٹ بولتی ہو۔“ اُس کی کمزوری ہاتھ آتے ہی
اذلان نے باز رہنے کے بجائے اپنے لفظوں میں زور دیتے دو قدم
آگے بڑھائے۔

نہیں، تم ایسا نہیں کرو گے اور میں تو مذاق کر رہی تھی۔ چلو آؤ میں ”
تمہیں سوال سمجھاتی ہوں۔“ اذلان کے ارادے دیکھ کر نور عین
نے جلدی سے اپنا فیصلہ بدلتے اُسے مکھن لگایا۔
نہیں، مجھے نہیں سمجھنا ویسے بھی تم نے کون سا مجھ سے صلح کی ”
ہے۔“ اُس کی پیشکش کو ٹھکراتے اذلان نے بھی اب کی بار تھوڑی
اکڑ دکھائی۔

کی ہے صلح۔ میں نے بولا نا کہ میں مذاق کر رہی تھی اب زیادہ بنو ”
نہیں اور چلو سوال سمجھاؤں تمہیں۔“ اُس کی ہوشیاری پہ دانت پیستے

نور عین نے اُس کا بازو پکڑتے اپنے ساتھ ہی رکھی دوسری چیز پہ بٹھایا۔

”صلح ہے تو پھر میں گفٹس لے آؤں؟ ویسے تمہیں پتا ہے یہ چیزیں“
میں نے اُن پیسوں سے خریدی تھیں جو میں شوز لینے کے لیے جمع کیے تھے۔“ اُسے اُن معمولی تحفوں کی قیمت کا احساس دلاتے اذلان نے دکھ سے بتایا۔

”کون سے شوز؟ جو گرز جو تم فٹ بال کھیلنے کے لیے لینا چاہتے“
”تھے؟“ اُس کی بات سنتے ہی ایک دم سے ٹھٹھکتے نور عین نے سوالیہ نظروں سے اُس کی طرف دیکھا۔

”ہاں پر خیر ہے تمہیں منانا زیادہ ضروری تھا اس لیے تم فکر نہ کرو“
میں دوبارہ جمع کر لوں گا۔“ فراغ دلی کا مظاہرہ کرتے اذلان نے اُسے اُس کی اہمیت بتائی تو نور عین نے حیرت سے اُسے دیکھا۔

پر وہ تو تم پچھلے دو ماہ سے جمع کر رہے تھے نا؟ مطلب ماموں ممانی ”
کے منع کرنے کے باوجود بھی وہ شوز تمہیں ہر حال میں چاہیے تھے تو
تم نے میرے لیے اُن پیسوں کو کیوں خرچ کیا؟“ اذلان کے لیے اُن
جو گرز کی اہمیت کا اندازہ نور عین کو اچھے طریقے سے تھا اسی لیے اُس
کے انکشاف پہ اپنی ساری ناراضی ختم کرتے اُس نے پریشانی سے
مقابل کی طرف دیکھا۔

خیر ہے تم اس بات کو مت سوچو بس یہ بتاؤ کہ اگر تم راضی ہو تو میں ”
تمہیں وہ گفٹ لادوں؟“ اپنی خواہش کی قربانی دینے کے باوجود بھی
چہرے پہ مسکراہٹ سجاتے اذلان نے اُس سے پوچھا۔

ہو نہ لادو۔“ اُس کے اتنے پیار سے پوچھنے پہ اب کی بار نور عین ”
نے انکار کرنے کے بجائے ہاں میں سر ہلایا تو اذلان نے فٹ سے اپنی
نشست چھوڑی اور تیزی سے کمرے سے نکلا۔

یہ بھی پاگل ہی ہے۔ میں اب کسی طریقے سے اسے اپنی جمع کی ہوئی ”
پاکٹ منی دے دوں گی تاکہ میچ سے پہلے پہلے یہ اپنے پسندیدہ شوز
خرید لے۔“ اذلان کی قربانی پہ نور عین کا دل موم ہوا تو اُس نے
ایک اہم فیصلہ کیا اور ٹیبل پہ بکھری کتابیں سمیٹ کر انہیں بیگ میں
رکھنے لگی۔

جی، میں نے ڈاکٹر سے بات کی ہے۔ کچھ ٹیسٹ تو میں نے اُسی دن ”
کروالے تھے اور باقی کے لیے بھی نمونے لیب میں دیے ہیں۔“
فیضان کے استفسار کرنے پہ زارون نے اُسے تفصیل کے ساتھ اپنی
کارروائی کے متعلق بتایا۔

اور امی کو کیا بتایا تھا؟ مطلب کس چیز کی میڈیسن ہیں؟“ اُس کی ”
مکمل بات سننے کے بعد فیضان نے فکر مندی سے ایک اور سوال کیا۔

مسئلہ پین کی، ابھی جب تک کنفرم نہیں ہو جاتا مجھے بتانا مناسب ”
نہیں لگا۔“ ماں کو بتائی ہوئی بات دوہراتے زارون نے نرمی سے
مقابل کے سوال کا جواب دیا۔

اچھا کیا اور اللہ سب خیر کرے گا تم بھی پریشان نہ ہو اور رپورٹس ”
ملتے ہی ڈاکٹر کو دکھالینا۔“ اُس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے فیضان نے
اُسے تسلی دیتے تاکید کی۔

جی کچھ تو میں نے چیک کروالی تھیں باقی بھی ان شاء اللہ کل تک مل ”
جائیں گی۔“ بھائی کو مطمئن کرتے زارون نے اُنہیں ساری
صورتحال سے آگاہ کیا تو وہ اثبات میں سرہلاتے اُسے اپنے دوست کے
متعلق بتانے لگا جس کے والد بھی کچھ سالوں سے دل کے عارضے
میں مبتلا تھے۔

تم تو کہہ رہی تھیں کہ تم اس سے مر کے بھی صلح نہیں کرو گی تو پھر ”
یہ معجزہ کیسے ہو گیا؟“ اُن دنوں کو پہلے کی طرح ہی آپس میں بات
چیت کرتا دیکھ کر عائزہ نے بڑے بڑے ہوتے ہی نور عین کے سر پہ پہنچتے
استفسار کیا جو کل صلح نہ کرنے کے متعلق بڑی بڑی باتیں کر رہی
تھی۔

ہاں تو؟ میں نے کب کی؟“ اپنی بات پہ قائم رہتے نور عین نے فی ”
الوقت اُسے کچھ بھی بتانے سے گریز برتتے اپنا برہم قائم رکھا۔
کب نہیں کی؟ میں صبح سے دیکھ رہی ہوں کہ کیسے تم لوگ ہنس ہنس ”
کے ایک دوسرے سے بات کر رہے ہو اور تم نے ٹیسٹ میں بھی
اُسے چیٹنگ کروائی ہے۔“ سارے ثبوت اُس کے سامنے رکھتے
اب کی بار عائزہ نے اُسے خفگی سے گھورا۔

ہو نہہ میں نے نہیں کی وہ تو یہ بچارا کافی دنوں سے میری منتیں کر رہا ”
تھا اسی لیے مجھے ترس آگیا۔“ گھر میں ہوئے واقعے کا ذکر کرنے کے

بجائے نور عین نے بس اپنی بڑائی کرنے کے لیے ساری بات اذلان پہ ڈالی۔

اچھا کیا ویسے بھی تم دونوں ساتھ میں ہی اچھے لگتے ہو، تمہیں پتا ہے ”
تم لوگوں کی ناراضی کا ساری کلاس کو پتا چل گیا تھا۔ کل واپسی پہ مائرہ اور فائقہ بھی مجھ سے پوچھ رہیں تھیں۔“ اُن دنوں کی صلح کا سنتے ہی عائرہ نے خوشی کا اظہار کرتے اُسے ایک نئی خبر سنائی۔

کیوں؟ اُنہیں کیا مسئلہ ہے؟ اور تم نے اُنہیں کچھ بتایا تو نہیں؟“ ”
اپنے ذاتی معاملے میں کسی کی دخل اندازی نور عین کو بری لگی تو اُس نے فکر مندی سے عائرہ کی طرف دیکھا۔

نہیں نہیں، تم پاگل ہو؟ میں بھلا اُنہیں اپنی باتیں کیوں بتاؤں ”
گی۔“ مقابل کی بے اعتباری دیکھ کر عائرہ نے نفی میں سر ہلاتے جلدی سے وضاحت دی۔

تمہارا پتا بھی کوئی نہیں ناکہ کب زبان پھسلے اور تم ساری باتیں ”
اُنہیں بتادو۔“ اپنی دوست کی عادت سے واقف ہونے کی وجہ سے
نور عین نے اُس کا مذاق اڑایا تو عائرہ سے دکھ سے اُس کی طرف
دیکھا۔

تم سچ میں بری ہو۔ ایک میں تمہارا اتنا خیال کرتی ہوں اوپر سے تم ہر ”
وقت مجھے ہی باتیں سناتی رہتی ہو اور ٹھیک ہے اگر تمہیں مجھ پہ اعتبار
نہیں تو کوئی اور دوست بنا لو۔“ نور عین کی بات نے اُسے مایوس کیا تو
اُس نے غصے کا اظہار کرتے اپنا لپچ باکس اٹھایا۔

ہو نہہ اب میں نے ایسا بھی کچھ نہیں بولا۔ اچھا سوری ناب موڈ ”
خراب نہ کرو اور آرام سے بیٹھ کر مجھے اُس ترکش ڈرامے کی اسٹوری
سناؤ جو تم کل بتا رہی تھیں۔“ اُسے اٹھنے کے لیے تیار دیکھ کر نور عین
نے جلدی سے اُس کا ہاتھ پکڑتے اُس کا پسندیدہ موضوع چھیڑا۔

ٹھیک ہے سناتی ہوں مگر وعدہ کرو کہ تم بولڈ سین پہ بار بار مجھے ”
بد تمیز کہہ کر چپ نہیں کرواؤ گی۔“ اُس کی دلچسپی دیکھ کر عائرہ نے
نخرے دکھانے کے بجائے ہاتھ اُس کے سامنے کیا تو نور عین نے ہاں
میں سر ہلاتے اُسے تھاما اور خاموشی کے ساتھ اُس کی باتیں سننے لگی۔

یہ تمہارا اور ہانیہ کا کیا سین ہے؟ مطلب آج کل آپس میں بڑی بات ”
چیت ہو رہی ہے۔“ وہ ہانیہ سے اُس کے والد کی طبعیت کا پوچھ کر
گراؤنڈ میں آیا تو شہریار نے بڑی دلچسپی سے اُس کی طرف دیکھا۔
کوئی سین نہیں ہے۔ میں بس اُس کے والد کی طبعیت کا پوچھ رہا ”
تھا۔“ اُس کے قریب ہی بیٹچہ بیٹھتے زارون نے ماتھے پہ بل لیے
وضاحت دی۔

والد کی طبیعت کا تو میں بھی پوچھتا ہوں مگر مجھے تو اُس نے کبھی بھی ”
اتنی تفصیل سے جواب نہیں دیا۔“ شکوہ کناں نظروں سے مقابل کو
دیکھتے شہریار نے دکھ سے کہا۔

تمہاری حرکتیں ہی دو لفظی جواب دینے والی ہیں اس لیے میرے ”
علاؤہ کوئی بھی شخص تمہیں منہ لگانا پسند نہیں کرتا۔“ اُس کے
اعتراض پہ ٹکاسا جواب دیتے زارون نے اُسے اُس کی حیثیت سے باور
کروایا۔

تم بھی نہ لگاؤ منہ، حد ہے اتنی بے عزتی وہ بھی میرے منہ پہ۔“
مقابل کی بات سنتے ہی شہریار کا موڈ خراب ہوا تو اُس نے بدمزہ ہوتے
زارون کو گھورا جو اپنی ہنسی چھپانے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔

اب یہ دانت نکلنا بند کرو اور چلو۔ میں پہلے ہی تمہاری ان عاشقیوں ”
ماشوقیوں کی وجہ سے آدھا گھنٹہ لیٹ ہو چکا ہوں۔“ اپنی بے عزتی کا
بدلہ لیتے شہریار نے اُسے آگ لگائی تو زارون نے فٹ سے سنجیدہ

ہوتے اُسے گھورا جو اپنے دانتوں کی نمائش کرتے اُس کے ہاتھ آنے سے پہلے ہی بچ سے اٹھ کر پار کنگ کی طرف بھاگ چکا تھا۔

یار جلدی کرو۔ امی ابو آنے والے ہی ہونگے۔“ اُسے شیشے کے ”
سامنے کھڑا دیکھ کر عائشہ نے کہا اور دراز سے اپنے ٹاپس نکال کر پہننے لگی تو نور عین چونک کر اپنے خیالوں سے نکلی۔
جی بس میں تو تیار ہوں۔ پلیز آپ یہ پہن کر میری پونی بنادیں۔“
عائزہ کی باتوں کو بامشکل اپنے دماغ سے جھٹکتے اُس نے برش اٹھا کر اپنا رخ عائشہ کی جانب کیا۔

یار میرے پاس ٹائم نہیں ہے تم خود ہی بنالو۔“ ٹاپس پہننے کے بعد ”
اُسے پیچھے ہٹاتے عائشہ نے اپنی مصروفیت کا حوالہ دیتے انکار کیا تو

نور عین نے ناراضی سے اُس کی جانب دیکھا جو پچھلے ایک گھنٹے سے چہرے پہ مختلف قسم کے تجربات کر چکی تھی۔

حد ہے میرا کام تو کوئی بھی نہیں کرتا۔ میں پنزلگا کر کھلے ہی چھوڑ لیتی ” ہوں۔“ عائشہ کے منع کرنے پہ نور عین نے منہ بناتے خود ہی درمیان میں سے مانگ نکال کر دونوں سائیڈز سے بالوں کو اکٹھا کر کے پنز میں قید کیا۔

اُف فپتا نہیں آج یہ کتنا میک اپ کریں گی۔“ اپنی تیاری مکمل ” ہوتے ہی اُس نے دراز میں سے ٹاپس اور چین نکالتے ایک نظر عائشہ پہ ڈالی جو اب اپنی گالوں کو مزید سرخ کرنے میں مصروف تھی۔ میں باہر والے شیشے میں دیکھ کے ہی پہن لیتی ہوں۔“ کچھ سیکنڈز ” اُس کے پیچھے کھڑے ہو کر ٹاپس پہننے کی کوشش کرنے کے بعد بلا آخر نور عین نے ہارمانی اور اپنا دوپٹہ اور جوتے اٹھا کر باہر آگئی تاکہ وہاں موجود شیشے میں دیکھ کر جیولری پہن سکے۔

پتا نہیں عائشہ آپنی ڈریسنگ ٹیبل کو اپنی ملکیت کیوں سمجھتی ہیں۔“

خاص کرتب جب ہمیں کہیں جانا ہوتا ہے۔“ عائشہ کے پیچھے نہ ہٹنے

پہ بڑا مناتے نور عین نے خود کلامی کی اور منہ بسورتے دوپٹہ اور جوتے

صوفے کے پاس رکھتے وہاں موجود شیشے کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔

اب اسے پتا نہیں کون سی مصیبت پڑ گئی ہے۔“ ٹاپس پہننے کے بعد“

اُس نے چین بند کرنے کی کوشش کی تو اُس کا سر بار بار ہاتھ سے

چھوٹے اُسے کوفت میں مبتلا کر گیا۔

زارون بھائی پلیز رکیں۔“ ارد گرد کسی کو مدد کے لیے دیکھتے“

نور عین کی نظریرونی دروازے سے اندر داخل ہوتے زارون پہ پڑی

تو اُس نے بنا سوچے سمجھے ہی جلدی سے قدم اُس کی جانب بڑھائے۔

پلیز یہ بند کر دیں، میرے ہاتھوں میں لوشن لگا ہے اس لیے یہ بند“

نہیں ہو رہی۔“ اُس کے کچھ بولنے سے پہلے ہی نور عین نے اپنا مسئلہ

بتاتے اُس کی توجہ اپنی گردن میں موجود چین پہ دلوائی۔

امی سے یا عائشہ سے کروالو۔“ اُسے بغیر دوپٹے اور بکھرے بالوں ”
کے ساتھ اپنے سامنے دیکھ کر زارون نے نظریں چراتے ایک
مناسب مشورہ دیا۔

عائشہ آپنی میری کوئی بات نہیں سن رہی ہیں۔ اُنہوں نے میری پونی ”
بھی نہیں بنائی اور ممانی اور اذلان تو ماموں کے ساتھ مٹھائی وغیرہ
لینے گئے ہیں۔ پلیز آپ بند کر دیں۔ وہ لوگ آنے والے ہی ہوں
گے۔“ عائشہ کی شکایت لگاتے نور عین نے اُسے ساتھ ہی ساری
تفصیل سے آگاہ کیا تو زارون نے تیوری چڑھاتے ایک گہری سانس
لی۔

ٹھیک ہے اسے پیچھے کرو۔“ اُس کی اُتری ہوئی صورت دیکھ کر ”
زارون کو منع کرنا مناسب نہیں لگا تو اُس نے اُسے چین پیچھے کرنے کا
بولا۔

رک جائیں میں بال ہٹالوں۔“ اُسے مدد کے لیے تیار دیکھ کر ”
نور عین نے خوشی خوشی اپنا رخ موڑا اور اپنی پشت سے بال ہٹاتے
چین کو ایک بار پھر سے گردن میں ڈالا۔

بے وقوف لڑکی۔“ اُسے یوں بے فکری سے اپنے سامنے کھڑا ”
ہوتے دیکھ کر زارون نے زیر لب تنقید کی اور احتیاط سے چین کو
پکڑتے بند کیا۔

ہو گئی۔“ کام ہوتے ہی پیچھے ہٹتے اُس نے مقابل کو اطلاع دی تو ”
نور عین نے ایک نظر گردن پہ ڈالتے بال پھر سے اپنی پشت پہ
بکھرے اور زارون کا شکریہ ادا کرنے کے لیے پلٹی مگر وہ اُس کی کوئی
بھی بات سننے بغیر تیزی سے سیڑھیوں کی جانب بڑھا۔

ہو نہہ ہے ہیں کھڑوس۔“ اُس کے یوں روپوش ہونے پہ ”
بڑبڑاتے نور عین نے اُس کی پشت کو گھورا اور کندھے اچکاتے اپنے

جوتے پہننے لگی تاکہ اُن لوگوں کے آنے سے پہلے کچن میں جا کر کچھ کھا سکے۔

سب بڑوں کے باہمی مشورے سے ایک ماہ بعد کی تاریخ طے ہوئی تو عالیہ بیگم نے اُٹھ کر بھانجی کا منہ میٹھا کر دیا۔
اللہ پاک سلامت رکھے۔ خوش رہو سدا آباد رہو۔“ اُس کے ماتھے پر بوسہ دیتے اُنہوں نے دعادی تو شائستہ بیگم نے بھی اُٹھ کر بیٹی کو ساتھ لگایا۔

بس اب آگے بھی سب کچھ خیر خیریت سے ہو جائے۔“ بیٹی کے ”
جدا ہونے کا سوچتے ہی اُن کی آنکھیں نم ہوئیں تو اُنہوں نے خود پہ ضبط کرتے نرمی سے کہا۔

ان شاء اللہ تم فکر نہ کرو، اللہ سب خیر کرے گا۔“ بہن کو افسردہ ”
دیکھ کر عالیہ بیگم نے اُن کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے تسلی دی تو ذیشان
صاحب اور سلیم صاحب نے بھی اُٹھ کر سائرہ کے سر پہ ہاتھ رکھا۔
یہ سب کب تک سائرہ آپی کو دعائیں دیں گے؟“ عائشہ کے کان ”
میں گھستے اذلان نے پیٹ میں دوڑتے ہوئے چوہوں کے سبب بے
چینی سے پوچھا۔

تمیز سے بیٹھو۔“ پاس بیٹھی سحر کی وجہ سے چھوٹے بھائی کو آنکھیں ”
دکھاتے اُس نے خاموش کر دیا۔

خود گھر سے ٹھونس کے آئیں ہوں گی تب ہی اتنے سکون سے بیٹھی ”
ہیں۔“ بہن کے جواب پہ دلبرداشتہ ہوتے اذلان نے حسرت سے
ٹیبیل پہ رکھی مٹھائی کو دیکھا۔

تمہیں اس پلیٹ میں سے ایک چیز کھانے کا موقع ملے تو تم کون سی ”
کھاؤ گی؟“ سامنے چلتے جذباتی منظر کو نظر انداز کرتے اذلان نے اب
کی بار نور عین کے کان میں گھستے سوال کیا۔

میں دو اٹھاؤں گی۔“ عمر اور ذہن کی مماثلت ہونے کی وجہ سے ”
نور عین جس کا دھیان بھی اذلان کی طرح مٹھائی کی پلیٹ پہ ہی تھا
فٹ سے بولی۔

نہیں، دومت اٹھانا۔ ایسے تو سب لوگ سوچیں گے کہ تم بھو کی ”
ہو۔“ مقابل کے ارادے جانتے ہی اذلان نے سمجھداری کا مظاہرہ
کرتے اُسے سمجھایا جس کی نظر پلیٹ میں موجود گلابی رنگ کے رس
گلوں پہ ٹکی ہوئی تھی۔

پر مجھے تو دو ہی چاہیے۔ تم نے دیکھا نہیں کہ وہ رس گلے کتنے ”
چھوٹے ہیں مطلب ایک کھانے سے تو مجھے مزہ ہی نہیں آئے گا۔“

ماحول میں پھیلی افسردگی کی پروا کیے بغیر ہی نور عین نے ہاتھ سے
رے گلوں کا سائز بتاتے دکھ سے کہا۔

اچھا ٹھیک ہے پر تم دو مت اٹھانا۔ میں تمہیں اٹھا کر چپکے سے دے ”
دوں گا کیونکہ مجھے تو کسی نے بھوکا بول بھی دیا تو خیر ہے مگر تمہیں کسی
نے کچھ بولا تو تم نے یہیں رونا شروع کر دینا ہے۔“ اُسے بڑے
بزرگوں کی طرح سمجھاتے اذلان نے نرمی سے کہا تو اُس نے فٹ سے
اثبات میں سر ہلایا اور پھر سے پلیٹ پہ نظریں جماتے رس گلوں کی
تعداد گننے لگی۔

کھانے کا دور ختم ہوا تو تمام بڑے افراد اپنی اپنی چائے لے کر ایک جگہ
اکٹھے ہو کر بیٹھ گئے اور عائشہ نور عین کو نظر انداز کرتے سحر اور سائرہ

کو لے کر چپکے سے اُن کے کمرے میں چلی گئی تاکہ کپڑوں کی پلاننگ کر سکے۔

کیا ہوا؟ تمہارا منہ کیوں سو جھا ہوا ہے؟“ چند منٹ بعد بھی اُس کا ”ہاتھ لیز والے باؤل تک نہ پہنچا تو اذلان نے اسکرین سے نظریں ہٹاتے حیرت سے اُس کی طرف دیکھا۔

کچھ نہیں، عائشہ آپ یہاں آکر ہمیشہ ہی میرے ساتھ ایسا کرتی ”ہیں۔“ سب کو اپنی اپنی جگہ مصروف دیکھ کر نور عین کو اپنی تنہائی کا احساس ہوا تو اُس کی آنکھیں بلاوجہ ہی نم ہوئیں۔

میں نے بولا میں بھی آپ کے ساتھ روم میں آؤں تو کہتی نہیں تم ”چھوٹی ہو، اذلان کے ساتھ باہر بیٹھ کر باتیں کرو۔ میں تمہیں چھوٹی لگتی ہوں کیا؟“ اُس کے کچھ پوچھنے سے پہلے ہی ساری داستان سناتے نور عین نے شکوہ کناں نظروں سے مقابل کو دیکھا۔

ہاں تو آپنی سے تو چھوٹی ہی ہو، چلو چھوڑو تم اُن لوگوں کو۔ اوہم ”
دونوں میرے موبائل پہ لوڈو کھیلتے ہیں۔“ اُسے اداس دیکھ کر اپنا
اہم میچ چھوڑتے اذلان نے سائیڈ پہ پڑا موبائل اٹھایا تو نور عین نے
کسی فرد کی توجہ ملتے ہی اپنے آنسو صاف کیے اور تھوڑا پر سکون ہو کر
اُس کے قریب بیٹھی۔

کیا ہو رہا ہے بچوں؟“ کچھ دیر بڑوں کے ساتھ بیٹھنے کے بعد زین ”
نے بہانے سے وہاں سے اُٹھتے لاؤنچ کا رخ کیا جہاں اب نور عین اور
اذلان سر جوڑے بیٹھے تھے۔

کچھ نہیں بھائی۔ بس لوڈو کھیل رہے تھے۔“ اُس کی آواز پہ سر ”
اُٹھاتے اذلان نے اُسے اپنے مشغلے سے آگاہ کیا۔

ہم مطلب مصروف ہو؟“ ایک نظر نور عین (جو اپنے کام میں ”
مگن تھی) پہ ڈالتے زین نے اُن کے قریب ہی صوفی پہ بیٹھتے اندازہ
لگایا۔

نہیں، اتنے بھی نہیں ہیں۔“ دوبارہ ہارنے کے بعد اب موبائل
نور عین کے حوالے کرتے اُس نے مروتا چہرے پہ مسکراہٹ سجائی۔
پڑھائی کیسی چل رہی ہے اور پیپر ز کب ہیں تم لوگوں کے؟“
اذلان کے گیم درمیان میں چھوڑنے پہ بد مزہ ہوتے نور عین نے بھی
موبائل بند کیا تو زین نے اُسے اپنی جانب متوجہ کرنے کے لیے
مشترکہ طور پہ مخاطب کیا۔

میری ٹھیک چل رہی ہے پر اذلان کے حالات بُرے ہی ہیں اور ”
پیپر ز اپریل میں ہیں۔“ گیم ادھورا چھوڑنے کا بدلہ لیتے نور عین نے
اذلان کے کچھ بولنے سے پہلے ہی منہ بسورتے زین کی بات کا جواب
دیا تو اُس کے چہرے پہ مسکراہٹ سجدی۔

اتنے بھی بُرے نہیں ہیں بس فرق یہ ہے کہ یہ مجھ سے تھوڑی ”
زیادہ لائق ہے۔“ اپنی بُرائی سنتے ہی اذلان نے اُس کے مزید کسی
انکشاف سے پہلے ہی بات کو سنبھالا۔

ہمم مطلب انیس بیس کے فرق پہ ہو خیر لڑکے سارے ہی پڑھائی ”
میں لڑکیوں سے پیچھے ہی ہوتے ہیں۔“ اذلان کا جواب سنتے ہی اُس
کا ساتھ دیتے زین نے ہمدردی جتائی۔

نہیں، زارون بھائی تو مجھ سے بھی زیادہ لائق ہیں آپ نے دیکھا ”
نہیں کیسے اُن کی ساری کبڈ شلیڈ زاور میڈلرز سے بھری پڑی ہے۔“
مقابل کی بات سے اختلاف کرتے نور عین نے لڑکوں کے نام پہ فٹ
سے اپنے کزن کی مثال دی۔

ہاں آپ کے زارون بھائی تو سچ میں بہت لائق ہیں پر میں اپنے اور ”
اذلان جیسے نارمل لڑکوں کی بات کر رہا ہوں۔“ نور عین کا یوں فٹ

سے زارون کی سائیڈ لینازین کو پسند نہیں آیتب ہی بات بدلتے اُس نے اُس کا دھیان خود پہ دلایا۔

نارمل مطلب؟ زارون بھائی پاگل ہیں کیا؟“ مقابل کے گھما کر“ بات کرنے پہ نور عین کے دماغ نے اُسے سمجھنے سے انکار کیا تو اُس نے سوال کرتے حیرت سے زین کی طرف دیکھا۔

اُف ف نور یار بھائی یہ کہہ رہے ہیں کہ پڑھائی کے معاملے میں“ زارون بھائی کا دماغ ہم سے تیز ہے اس لیے تم اُن کا موازنہ ہم غریبوں کے ساتھ نہ کرو۔“ اُس کے بھولے پن پہ جہاں زین کا قہقہہ فضا میں گونجا وہیں اذلان نے اپنے سر پکڑتے اُسے سمجھانے کی کوشش کی۔

ہو نہ تو میرا مطلب بھی یہی تھا۔“ زین کے یوں ہنسنے پہ بُرا مناتے“ نور عین نے اپنی خفگی چھپانے کے لیے اذلان کی ہاں میں ہاں ملائی تو

اُس نے لیز کا باؤل اٹھا کر اُس کی گود میں رکھتا کہ وہ مزید کوئی نایاب بات کر کے اُسے شرمندہ نہ کرے۔

بہت بہت مبارک ہو۔“ گھر والوں کے واپس لوٹتے ہی فیضان کو ”تاریخ کے بارے میں پتا چلا تو اُس نے اپنے کمرے میں آتے ہی سائرہ کو کال ملائی۔

خیر مبارک، ویسے میں ابھی آپ کی کال کا ہی انتظار کر رہی تھی۔“ خوشی اور شرم کے ملے جلے تاثرات لہجے میں سموئے سائرہ نے اپنی بے چینی کا ذکر کیا۔

اوو مطلب اسی لیے تم نے مجھے کال کر کے تاریخ کا نہیں بتایا کیونکہ ”تم چاہتی تھیں کہ میں خود تمہیں مبارک باد دوں۔“ اُس کی بات سے اندازہ لگاتے فیضان کی آواز میں تجسس کی ہلکی سی آمیزش شامل ہوئی۔

جی بالکل۔ ویسے بھی یہ آپ کا فرض ہے کہ آپ ہر معاملے میں مجھے ”
بڑائی دیں اور میرے جذبات کا خیال رکھیں۔“ دوسری طرف مان
سے پوچھے گئے سوال پہ فخر سے کہتے سائرہ نے اپنا حق جتایا۔

تو دے دی نا بڑائی۔ مجھے جیسے ہی امی سے پتا چلا میں اُن لوگوں کے ”
پاس بھی نہیں بیٹھا اور نیند کا بہانہ بنا کر اپنے کمرے میں آگیا تاکہ
تمہیں کال کر کے یہ خوشخبری سنا سکوں جو تم مجھے سنانے پہ شرمسار ہی
تھیں۔“ اپنی کارروائی کا بتاتے فیضان نے آخر میں جان بوجھ کر اُسے
چھیڑا۔

ہو نہہ میں کیوں شرمساؤں گی؟ میں تو بس یہ دیکھنا چاہتی کہ آپ کو ”
کتنی خوشی ہوئی ہے۔“ اُس کے الزام پہ آنکھیں سکیڑتے سائرہ نے
اپنے پہل نہ کرنے پہ جلدی سے صفائی پیش کی۔

ہمم تو پتا چل گیا کہ کتنی خوشی ہے مجھے؟“ نظروں میں شرارت ”
لیے فیضان نے ایک بار پھر سے سوال کیا۔

نہیں، وہ آپ ابھی مجھے اپنی تصویر بنا کر بھیجیں گے تو پتا چلے گا نا”
مطلب ایسے کیسے آواز سے میں آپ کی خوشی دیکھ سکتی ہوں۔“ اپنی
بات کو بیان کرتے ساڑھ نے بڑے طریقے کے ساتھ اپنی خواہش کا
اظہار کیا۔

ٹھیک ہے پھر تو مجھے بھی تمہاری خوشی دیکھنی ہے اس لیے واٹس”
ایپ پہ آؤ، میں ویڈیو کال کرتا ہوں۔“ دوسری طرف سے جواب
سننے ہی فیضان نے ایک مناسب حل نکالا تو ساڑھ نے سامنے شیشے
میں فٹ سے اپنے عکس کو دیکھا۔

ٹھیک ہے کر لیں۔“ بالوں کی لٹ چہرے پہ نکالتے اُس نے خود”
سے مطمئن ہوتے ہامی بھری تو فیضان نے موبائل کان سے ہٹاتے
کال منقطع کی تاکہ واٹس ایپ پہ رابطہ بحال کر سکے۔

افففف پتا نہیں یہ میرا گلابا بار بار خشک کیوں ہو رہا ہے۔“ لالچ اور ”
نیت خرابی کی وجہ سے اذلان کے ساتھ مل کر اُس نے کولڈ ڈرنک کچھ
زیادہ مقدار میں پی لی اسی وجہ سے سونے کے کچھ دیر بعد ہی اُسے اپنے
گلے میں خشکی اور درد کا احساس ہوا تو اُس کی آنکھ کھلی۔

پانی بھی نہیں ہے۔ عائشہ آپ تو کوئی کام بھی پورا نہیں کرتیں۔“
ایک نظر اُس کے سوئے ہوئے وجود پہ ڈالتے نور عین نے ٹیبل پہ
رکھی خالی بوتل اٹھائی۔

یہ سب اذلان کی وجہ سے ہوا ہے۔ نہ وہ مجھے زیادہ کوک پینے کا بولتا
اور نہ ہی مجھے درد ہوتا۔“ کچن میں آتے ہی چند گھونٹ پانی کے
بھرنے کے بعد اُسے کچھ راحت محسوس ہوئی تو اُس نے اپنی نیند
خراب ہونے کا سارا الزام اذلان پہ لگایا۔

کچھ کھا لیتی ہوں۔“ بوتل سلپ پہ رکھتے اُس نے خود کلامی کرتے ”
اپنی سوچ کی تکمیل کے لیے اپنا رخ فریج کی جانب کیا۔

چاکلیٹ کیک؟ یہ کہاں سے آیا؟ مجھے تو کسی نے نہیں بتایا؟“ فریج“
کھولتے ہی سامنے رکھے کیک کا دیدار ہوا تو نور عین کو اپنی ساری
تکلیف ختم ہوتی محسوس ہوئی۔

لگتا ہے ماموں میرے لیے ہی لائے ہوں گے مگر عائشہ آپ نے چھپا“
دیا ہو گا۔“ کیک باہر نکالتے اُس نے خود سے ہی نتیجہ اخذ کیا اور اُسے
لیے ٹیبل پہ بیٹھ گئی۔

میں بھی یہ سارا ختم کر کے ہی سوؤں گی اور صبح جب عائشہ آپ نے“
اُٹھیں گی تو اُنہیں پتا چلے گا کہ کیسے کسی کے حق پہ ڈاکا ڈالتے ہیں۔“
ٹیبل پہ موجود اسٹینڈ سے چمچہ نکالتے نور عین نے ایک عزم کے ساتھ
کیک کی طرف دیکھا اور مزید کچھ سوچے بغیر ہی تسلی سے اُسے کھانے
لگی۔

یہ تو بہت مزے کا ہے۔ ماموں پہلے تو ایسا کیک کبھی نہیں لائے۔“
لگتا ہے کسی اور بیکری سے لائے ہیں۔“ کسی اور فرد کی موجودگی نہ

ہونے کی وجہ سے اُس نے سوال وجواب کا سلسلہ خود تک محدود رکھا۔

صبح اُٹھ کر عائشہ آپ کی شکل دیکھنے والی ہوگی۔ میں تو صاف ہی مکر ”جاؤں گی کہ مجھے کیک کا کچھ نہیں پتا اور سارا الزام بچارے اذ لان پہ آجائے گا۔“ فراغ دلی کے ساتھ کیک سے انصاف کرتے نور عین نے دل ہی دل میں سارا منصوبہ طے کیا اور پانی کے چند گھونٹ بھرنے کے بعد پھر سے اپنے کام میں لگ گئی۔

امی؟؟؟ یہ میرا کیک کس نے کھایا ہے؟ میں نے آپ کو بتایا بھی تھا کہ ”یہ میں نے کسی کے لیے خریدا ہے۔“ صبح اسکول جانے کے لیے تیار ہونے کے بعد وہ خوشی خوشی ٹیبل پہ آئی تو زارون کی چنگھاڑتی ہوئی آواز اُس کے کان میں پڑی۔

آپ کو پتا ہے یہ میں کتنی دور سے جا کر لایا تھا؟ میں نے کل کتنی تاکید کی تھی آپ کو کہ اسے کوئی ہاتھ نہ لگائے اور یہ عائشہ کہاں ہے؟“

ضبط کے باوجود بھی آدھے کھائے ہوئے کیک کو دیکھ کر زارون کا پارا ساتویں آسمان پہ پہنچا تو اُس نے اب کی بار کچن سے باہر آتے اونچی آواز میں بہن کو پکارا۔

کیا ہو گیا ہے صبح صبح؟ کیوں اتنی اونچی آواز میں چلا رہے ہو؟“ اُس کی آواز سنتے ہی جہاں عائشہ تیزی سے اپنے کمرے سے باہر آئی وہیں ذیشان صاحب نے بھی باہر آتے اُسے مخاطب کرتے معاملہ جاننے کی کوشش کی۔

یہ کیک کس نے کھایا ہے؟ میں نے کل تمہیں اچھے سے سمجھایا تھا نا“ کہ اس کی حفاظت تم نے اپنی جان سے بھی زیادہ کرنی ہے۔“ باپ کی بات کا جواب دینے کے بجائے زارون نے ڈبہ کھول کر بہن کے سامنے کیا۔

ی۔۔۔۔۔ یہ۔۔۔۔۔ کس نے کھایا؟؟ بھائی آپ مجھ سے قسم لے لیں یہ ”
میرے سونے تک بالکل ٹھیک تھا۔“ کیک کی حالت دیکھ کر عائشہ
کے الفاظ گم ہوئے تو اُس نے بامشکل اپنی بات مکمل کی۔

ٹھیک تھا تو رات و رات اسے کیا ہوا؟ کوئی بھوت کھا گیا یا پھر کسی اور ”
کی نیت اس پہ خراب ہو گئی تھی۔“ بہن کی بات سنتے ہی زارون نے
اب اپنی نظروں کا رخ اذلان کی جانب کیا۔

مجھے امی کی قسم اگر میں نے اسے دیکھا بھی ہو۔ میں نے تو کل سے ”
فریج ہی نہیں کھولا۔“ اُس کی نظروں کا مفہوم سمجھتے ہی اذلان نے
فٹ سے قسم اٹھاتے اپنا بچاؤ کیا۔

اچھا بس کرو، ایک کیک ہی ہے نا اور خرید لینا۔“ نور عین کا پھیکا پڑتا ”
رنگ دیکھ کر ذیشان صاحب نے بیٹے کو مزید کسی کارروائی سے روکا۔
ابو میں کل ایک گھنٹے کا سفر طے کر کے اسے اسپیشل بنوا کر لایا تھا ”
کیونکہ آج میرے پاس ٹائم نہیں تھا۔ میں نے جلدی یونیورسٹی جانا تھا

اور آپ بول رہے ہیں کہ میں بس کروں۔“ باپ کی بات سنتے ہی شدت غم سے زارون نے پلٹ کر ڈبہ زور سے ٹیبل پہ پٹخا اور مزید کچھ کہے بغیر تیزی سے سیڑھیوں کی جانب بڑھا۔

موڈ خراب کر دیا صبح صبح میرے بچے کا اور اگر یہ اذلان نے نہیں” کھایا تو پھر یہ حرکت یقیناً نور عین کی ہوگی۔“ بیٹے کے اوپر جاتے ہی عالیہ بیگم نے چائے ٹیبل پہ رکھتے مشکوک سی نظروں سے بھانجی کو دیکھا۔

ن۔۔۔ نہیں مجھے تو پتا بھی نہیں کہ گھر میں کوئی کیک موجود ہے۔“ اپنے آپ پہ بات آتے ہی نور عین نے زارون کے غصے سے خائف ہوتے جلدی سے جھوٹ بولا۔

اچھا اب بس کرو۔ کھانے والی چیز تھی نابس جس کا دل کیا اُس نے” کھالی۔ اس میں ایسے ہنگامہ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اور میں نے کتنی بار سمجھایا ہے تم لوگوں کو کہ صبح صبح گھر میں کوئی بد مزگی پیدا نہ

کیا کرو۔“ بھانجی کے تاثرات سے اُس کی چوری پکڑتے ذیشان صاحب نے عالیہ بیگم کو خاموش کرواتے مزید کچھ کہنے سے باز رکھا تو وہ اُن کی سیاست سمجھتے ایک سخت نظر نور عین پہ ڈالتے واپس کچن کی جانب بڑھیں جہاں عائشہ اپنا رونا رونے میں مصروف تھی۔

ہائے۔۔۔ تم نے اتنا سارا ایک اکیلے کیسے کھا لیا۔ مطلب وہ واقعی دو” پونڈ کا تھا۔“ اُس کا پورا کارنامہ سننے کے بعد عائزہ نے حیرت اور پریشانی کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ مقابل کو دیکھا۔

یار کیا کر رہی ہو آہستہ بولو۔ اذلان نے سن لیا نا تو گھر جاتے ہی ممائی” کو بتادے گا۔“ جذبات کے زیر اثر عائزہ کی آواز اونچی ہوئی تو نور عین نے پریشانی سے اُس کے منہ پہ ہاتھ رکھا۔

اچھا سوری۔ وہ مجھے دھیان نہیں رہا۔“ اُس کے اشارے کو سمجھتے ”
ہی اب کی بار آہستگی سے کہتے وہ مزید اُس کے قریب ہو کر بیٹھی۔
میں نے سارا نہیں کھایا تھا مگر اندر اندر سے کھا کر ایسے کر دیا تھا کہ ”
کوئی اور اُسے نہ کھا سکے۔ قسم سے یار مجھے بالکل بھی اندازہ نہیں تھا کہ
وہ زارون بھائی نے کسی کے لیے لا کر رکھا ہے۔“ اُس کے خاموش
ہوتے ہی نور عین نے فکر مندی سے اُسے اپنی بے وقوفی سے آگاہ کیا۔
کس کے لیے لائے تھے؟ اُن کی کوئی گرل فرینڈ وغیرہ ہے کیا؟“ ”
اُس کے دکھ میں شریک ہونے کے بجائے عائرہ نے ایک نیا معاملہ
اٹھایا تو نور عین نے حیرت سے اُس کی طرف دیکھا۔
نہیں۔۔ وہ ایسے نہیں ہیں۔۔ میرا مطلب مجھے نہیں لگتا کہ اُن کی ”
کوئی گرل فرینڈ ہوگی۔“ اپنی ناپسندیدگی ظاہر کرتے نور عین نے
فٹ سے صفائی دی۔

پر مجھے لگ رہا ہے۔ کیونکہ چاکلیٹ کیک زیادہ تر لڑکیوں کو پسند ہوتا”
ہے اور تمہارے کزن کا غصہ یہ صاف ظاہر کر رہا ہے کہ وہ کیک کسی
عام انسان کے لیے نہیں تھا۔“ کچھ سوچتے ہوئے عائزہ نے اپنی سمجھ
کے مطابق نتیجہ اخذ کیا تو نور عین نے اُس کی بات پہ ایمان لاتے خود
بھی تھوڑا دماغ کا استعمال کیا۔

ہاں۔ یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں اور اگر ایسا تھا تو اچھا ہی ہوا جو میں
نے کیک خراب کر دیا۔“ جلن محسوس کرتے نور عین نے اپنی
دوست کی بات پہ یقین کرتے فٹ سے اپنے عمل کو سراہا۔
ہمم مطلب سم تھنگ سم تھنگ؟“ مقابل کی بات سنتے ہی عائزہ
نے نظروں میں تجسس لیے اُس کی طرف دیکھا تو نور عین نے اپنی
خفت مٹانے کے لیے آنکھیں نکالتے کتاب اٹھا کر اُس کے کندھے پہ
ماری۔

یار قسم سے مجھے آج پختہ یقین ہو گیا ہے کہ تمہاری حرکتوں کے ”
ساتھ ساتھ تمہاری قسمت بھی خراب ہے۔“ اُسے کینیٹین سے
سمو سے برگر کھلانے کے بعد زارون نے دکھ سے اُس کے کندھے پہ
ہاتھ رکھا۔

کیا مطلب؟ اور یار کم از کم اس مبارک دن کوئی منحوس بات کر کے ”
میرادل مت جلانا۔“ اتنی خاطر تواضع کے بعد زارون کی زبان سے
قسمت کا لفظ سن کر شہریار نے اُسے کسی قسم کی فضول گوئی سے روکا۔
بات منحوس نہیں ہے بس قسمت کی بات کر رہا ہوں کہ تمہارے ”
نصیب میں بس یہ دو سو والے سمو سے اور برگر ہی تھے تب ہی
پورے پچیس سو کا کیک کسی اور نصیب والے کے پیٹ میں چلا گیا۔“
الفاظ کو مناسب ترتیب کے ساتھ ادا کرتے زارون نے مقابل پہ
انکشاف کیا تو وہ حیرت کے مارے کر سی سے اٹھا۔

کس کے پیٹ میں گیا؟ اور کون سا کیک؟“ پچیس سو کا سنتے ہی ”

شہریار کو جھٹکا لگا تو اُس نے اب کی بار سنجیدگی سے پوچھا۔

تمہارے لیے لایا تھارات کو کہ چلو تمہاری برتھ ڈے پہ تمہیں ”

تمہاری پسند کی کوئی چیز کھلا دوں گا مگر ہمارے گھر میں تم سے بھی

زیادہ ندیدے لوگ موجود ہیں۔“ غصے سے بتاتے زارون نے آخر

میں چور کا سوچ کر دانت پیسے۔

اچھا۔۔۔ خیر ہے، جس کے نصیب میں تھا اُس نے کھالیا۔ تم زیادہ ”

غصہ نہ کرو اور چلو کلاس لینے کے بعد کہیں باہر چلیں گے۔“ اُس کا

موڈ خراب دیکھ کر شہریار نے شکوہ کرنے کے بجائے بڑے پن کا

ثبوت دیتے بات کو نظر انداز کیا اور اپنا ارادہ بتاتے اُسے ساتھ لیے

کینیٹین سے باہر نکلا۔

امی؟ یہ نور عین کب تک خالہ لوگوں کے ساتھ رہے گی۔“ ماں کو ”
سبزی بنانے میں مصروف دیکھ کر سائرہ نے سر سری سے انداز میں
اُنہیں مخاطب کیا۔

شاید ساری زندگی۔“ اپنے کام میں مگن شائستہ بیگم نے بیٹی کے سر ”
پہ دھماکا کیا تو پانی کا گھونٹ اُس کے حلق میں اٹکا۔
کیا ہو گیا ہے بھئی، آرام سے کھایا پیا کرو۔“ بیٹی کو بُرے طریقے ”
سے کھانستادیکھ کر شائستہ بیگم نے اُٹھ کر اُس کی پیٹھ تھپتھپائی۔
پینے سے نہیں بلکہ آپ کی بات کی وجہ سے پانی میرے گلے میں اٹکا ”
ہے۔“ اپنی آنسوؤں سے بھری آنکھیں صاف کرتے اُس نے ماں کی
بات کی درستی کرتے طبیعت سنبھلنے پہ مزید دو گھونٹ پانی کے
بھرے۔

ہائے میں نے ایسی کون سی انوکھی بات کر دی؟ میں نے تو صرف ”تمہاری بات کا جواب دیا ہے۔“ واپس اپنی جگہ پہ بیٹھتے شائستہ بیگم نے حیرت سے بیٹی کی طرف دیکھا۔

جی تو جواب ہضم نہیں ہوا مجھے۔ حد ہے میں تو اُس لڑکی کو ایک ”منٹ بھی برداشت نہیں کر سکتی اور آپ پوری زندگی کی بات کر رہی ہیں۔ ویسے پوری زندگی سے کیا مراد ہے آپ کی؟ کیا ماموں ممانی نے اُسے ہمیشہ کے لیے اپنے ساتھ رکھنے کا سوچا ہوا ہے؟“ ماں کی بات سے اُسے کچھ اندازہ ہو چکا تھا تب ہی تصدیق کے لیے اُس نے پھر سے سوال کیا۔

ہاں ایک بار عالیہ باجی نے سر سری سا ذکر کیا تھا کہ ذیشان بھائی ”اذلان اور نور عین کے بارے میں پر امید ہیں مگر جیسے اُس لڑکی کے چال چلن ہیں مجھے لگتا ہے کہیں باہر ہی منہ مارے گی۔“ اپنے تجربے

کو مد نظر رکھتے شائستہ بیگم نے بیٹی کی معلومات میں اضافہ کرتے ساتھ ہی نور عین کے بارے میں اپنی رائے دی۔

اللہ کرے کہیں باہر ہی چلی جائے۔ قسم سے میں اُسے دیکھتی ہوں۔“

تو مجھے عجیب سی چڑ محسوس ہوتی ہے اُس سے۔“ ماں کی بات سنتے ہی دعا کرتے سائرہ نے اپنی نفرت کا اظہار کیا۔

ہاں، مجھے بھی وہ لڑکی ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ وہ تو شکر ہے کہ ذیشان“

بھائی نے زارون کے بارے میں کچھ نہیں سوچا ورنہ میری تو عالیہ باجی سے لڑائی پکی تھی۔“ بیٹی کی ہاں میں ہاں ملاتے شائستہ بیگم نے اپنی خواہش کا اظہار کیا۔

جی میں تو خود سحر کے لیے زارون کا سوچ چکی ہوں اس لیے آپ فکر“

نہ کریں۔ بس مجھے اُس گھر میں جالینے دیں پھر آپ دیکھیے گا کہ میں کیسے وہاں اپنی بہن کی جگہ بناتی ہوں۔“ ماں کے اظہار پہ سائرہ نے

بھی اپنی خواہش ظاہر کرتے مکاری سے کہا اور مسکراتے ہوئے
ٹوکاری سے گاجراٹھا کر کھانے لگی۔

تاریخ مقرر ہوتے ہی دونوں گھرانوں میں تیاری کا سلسلہ زور و شور
سے شروع ہو چکا تھا۔ عالیہ بیگم کبھی عائشہ اور کبھی سائرہ کی شاپنگ
کے لیے اُس کو ساتھ لیے آئے دن بازار کے چکر لگا رہی تھیں تاکہ
شادی میں کسی قسم کی کوئی کمی باقی نہ رہے۔
کیسے کپڑے بنائے ہیں تم نے شادی کے لیے؟“ بریک میں اپنا اپنا
لنچ لیے وہ دونوں گراؤنڈ میں آکر بیٹھیں تو عائزہ نے اُسے مخاطب کیا۔

میں نے کیسے بنانے؟ ممانی خود ہی اپنی پسند سے بنا دیں گی۔“ عام ”
سے انداز میں اُس کی بات کا جواب دیتے نور عین نے لاپرواہی سے اپنا
لنچ باکس کھولا۔

کیا مطلب؟ ممانی کیوں اپنی پسند سے بنائیں گی؟ یار کپڑے تم نے
پہننے ہیں اس لیے اپنی پسند سے خریدو۔“ مقابل کی بات سنتے ہی
عائزہ نے اُس کی عقل پہ افسوس کیا۔

نہیں، مجھے ان چیزوں کا نہیں پتا اور نہ ہی میں کبھی بازار گئی ہوں اور ”
میری ممانی بہت اچھی ہیں وہ ہمیشہ میرے اور عائشہ آپنی کے لیے ایک
جیسی چیزیں خریدتی ہیں بلکہ اگر کبھی مجھے آپنی کی چیز پسند آجائے تو وہ
مجھے اُن سے بھی لے کر دے دیتی ہیں۔“ عالیہ بیگم کے خلوص کا
ذکر کرتے نور عین نے سادگی سے اُن کی تعریف کی۔

ہو نہ تمہاری یہی سوچ ہے جو تمہیں آگے بڑھنے سے روکتی ہے ”
مطلب اگر تم کہیں باہر آؤ جاؤ تو تمہیں اندازہ ہو کہ دنیا کیسی ہے۔“

نور عین کا جواب سنتے ہی عائرہ نے اپنا سر پکڑتے ایک بار پھر سے اُسے سمجھانے کی کوشش کی۔

یار کوئی بھی ممائی اتنی اچھی نہیں ہوتی کہ کسی پرانی لڑکی کو اپنی بیٹی کے برابر رکھیں۔ میں نے ایک ڈرامے میں دیکھا تھا کہ ایک عورت اپنے شوہر کے ڈر سے ایسے ہی پہلے بیٹھے بن کر بھانجی کو پیار کرتی مگر جب اُس کا شوہر مر جاتا ہے تو وہ اُسے نوکرانی بنا لیتی ہے اور گن گن کے سارے بدلے لیتی ہے۔“ اُسے لوگوں کی حقیقت سے آگاہ کرنے کے لیے عائرہ نے اُس سے ملتی جلتی ایک مثال دی۔

اللہ نہ کرے۔ یار تم کیسی باتیں کر رہی ہو۔ میرا تو ماموں کے علاوہ اس دنیا میں کوئی نہیں ہے اگر انہیں کچھ ہو گیا تو میں بھی ان کے ساتھ ہی مر جاؤں گی۔“ عائرہ کی بات کا مطلب سمجھنے کے بجائے نور عین نے شوہر کی وفات پہ اٹکتے اُسے غصے سے دیکھا۔

اُف ف یار میں کون سا تمہارے ماموں کو مار رہی ہوں۔ میں تو بس ”
مثال دے رہی ہوں کہ آج کل بھولے بن کر زندگی گزارنا کوئی حل
نہیں ہے اس لیے باہر جاؤ دنیا دیکھو تا کہ تمہیں اندازہ ہو کہ اگر زندگی
میں کوئی مشکل آجائے تو اُس سے کیسے نمٹنا ہے۔“ اُس کی معصومیت
پہ اب کی بار عائرہ نے اپنی بڑی بہن کی سمجھائی ہوئی باتیں نرمی سے
اُس کے گوش گزاریں۔

ہو نہہ، مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے دیکھنے کی اور پلیز تم اس طرح ”
کی فضول باتیں کر کے میرا دماغ خراب مت کیا کرو۔“ اُس کی بڑی
بڑی باتوں سے بیزار ہوتے نور عین نے خفگی ظاہر کی تو عائرہ نے ایک
گہری سانس لیتے اپنا لچ باکس کھولا اور اُس میں موجود سینڈ وچ اُٹھاتے
سامنے گراؤنڈ میں فٹ بال کھیلتے لڑکوں کو دیکھتے خاموشی سے کھانے
لگی۔

امی پلینز، مہربانی کر کے میرے یہ کپڑے ابھی نور عین کو مت ”
دکھائیے گا۔“ اپنی شاپنگ کرنے کے بعد عائشہ نے رکشے میں
بیٹھتے کوئی پانچویں بار اپنی بات دوہراتے ماں کو تاکید کی تو سائرہ اور
سحر کے چہرے پہ ایک ساتھ مسکراہٹ ابھری۔
اگر تمہیں اتنا ہی مسئلہ ہے تو تم یہ کپڑے ہمیں دے دو، ہم انہیں ”
اپنے ساتھ گھر لے جائیں گے۔“ عالیہ بیگم کے کچھ بولنے سے پہلے
ہی سائرہ نے اُس کی عدم اعتمادی دیکھ کر مؤثر مشورہ دیا۔
ہاں یہ ٹھیک ہے۔ آپ ایسا کریں یہ شاپرزا اپنے پاس رکھ لیں۔“ ماں ”
سے پوچھے بغیر ہی اُس کی پیشکش پہ ہامی بھرتے عائشہ نے اپنے کپڑوں
کے تینوں شاپر اُس کے حوالے کیے۔
ویسے خالہ نے نور عین کے لیے بھی اچھے ڈریسز لیے ہیں۔ بلیک ”
فراک تو بہت ہی خوبصورت ہے۔“ عائشہ کو مزید بھڑکانے کے

لیے سائرہ نے سرسری سے انداز میں خاص اُس ڈریس کا ذکر کیا جو عائشہ نے اپنے لیے پسند کیا تھا مگر عالیہ بیگم نے اُس کے رنگ کی وجہ سے اُسے لے کر دینے کے بجائے وہ نور عین کے لیے خرید لیا۔ جی، مجھے بھی وہ بہت پسند تھا مگر امی نے شاید میرے رنگ کی وجہ سے وہ نور عین کے لیے لے لیا۔“ سائرہ کی بات پہ افسردہ ہوتے عائشہ نے خفگی سے ماں کی طرف دیکھا۔

بات رنگ کی نہیں تھی۔ اُس پہ کام نفاست سے نہیں ہوا تھا اور تھا”

بھی سستا اسی لیے تمہیں منع کیا تاکہ تم کوئی اچھا اور مہنگا جوڑا اپنے لیے خرید سکو۔“ بیٹی کے جذبات کو سمجھتے عالیہ بیگم نے ایک مناسب جواب دیا تاکہ اُسے اپنی کزنز کے سامنے کم تری کا احساس نہ ہو۔

واہ خالہ آپ کا دماغ تو بہت تیز چلتا ہے مطلب میں تو سمجھ رہی تھی”

کہ آپ نے یہ جوڑا خرید کر نور عین کو عائشہ پہ ترجیح دی ہے۔“ عالیہ

بیگم کی سوچ جانتے ہی جہاں عائشہ نے شرمندگی سر جھکایا وہیں سحر نے اپنے منہ پھٹ ہونے والی عادت سے مجبور اُن کے اس عمل کو سراہا۔

دماغ چلانا ہی پڑتا ہے بیٹا خاص کر تب جب آپ اس طرح کے ”رشتوں میں الجھے ہوں جن کو تھو کننا حماقت اور نگنا موت ہو۔“ بھانجی کی بات سنتے ہی عالیہ بیگم کے چہرے پہ بے بسی آئی تو اُنہوں نے دبے الفاظ میں اپنی مجبوری کا ذکر کیا۔

اچھا چھوڑیں آپ اس بات کو اور یہ بتائیں کہ آپ اپنے لیے کیسا جوڑا ”بنائیں گی؟ میں تو کہتی ہوں آپ امی کے ساتھ کا ہی بنوالیں۔“ عالیہ بیگم کی بات سے مطمئن ہوتے سائرہ نے فٹ سے بات بدلی تاکہ ماحول میں پھیلی افسردگی کو دور کیا جاسکے۔

اُف ف آج تو بہت تھک گیا۔“ ایک سمینار کی وجہ سے سارا دن ”
یونیورسٹی میں خوار ہونے کے بعد وہ تقریباً چھ بجے کے قریب گھر لوٹا
تو اُس نے آتے ہی بیگ صوفے پہ رکھتے ارد گرد کی پروا کیے بغیر خود
بھی وہاں دراز ہونے کی کی۔

پانی لاؤں آپ کے لیے؟“ اُسے لیٹے ابھی چند منٹ ہی گزرے ”
تھے کہ جب ایک آواز اُس کے کانوں میں پڑی۔
نہیں۔“ سر اٹھا کر پیچھے دیکھتے اُس نے مقابل کی اتنی مہربانی پہ
بامشکل اپنی حیرت کو چھپایا۔

تم ٹیوشن پڑھنے نہیں گئیں؟ اور یہ باقی گھر والے کہاں ہیں؟“ اب ”
کی بار سیدھے ہو کر بیٹھتے اُس نے چاروں طرف پھیلے سناٹے کو
محسوس کرتے سوال کیا۔

مممانی اور آپ تو بازار گئی ہیں اور ہماری ٹیوشن والی باجی کو لڑکے والے ”
دیکھنے آرہے تھے اسی لیے اُنہوں نے آج ہمیں جلدی چھٹی دے

دی۔“ مقابل کا سوال سنتے ہی تفصیل سے جواب دیتے نور عین نے معصومیت کے سارے ریکارڈ توڑے۔

ہمم ٹھیک ہے اذلان کہاں ہے؟“ اُس کے جواب پہ کوئی تبصرہ کیے“ بغیر ہی زارون نے بات بدلتے چھوٹے بھائی کے متعلق پوچھا۔

وہ تو آتے ہی کھیلنے چلا گیا تھا۔ میں نے منع بھی کیا مگر اُس نے میری“ کوئی بات نہیں مانی اور مجھے اکیلے چھوڑ کر باہر چلا گیا۔“ پچھلے ایک گھنٹے سے گھر میں اکیلے ہونے کی وجہ سے وہ خوفزدہ ہو چکی تھی اسی لیے اذلان کی شکایت لگاتے اُس کی آنکھیں نم ہوئیں۔

اچھا تم پریشان نہ ہو، امی لوگ آنے والے ہوں گے۔“ اُس کی“ صورت سے اُس کی حالت کا اندازہ لگاتے زارون نے اُسے تسلی دی۔

نہیں۔ میں پریشان نہیں ہوں۔ وہ شام ہو گئی تھی نا اسی لیے مجھے ڈر“ لگ رہا تھا۔“ اپنے آنسو صاف کرتے اُس نے سچائی بیان کی تو زارون کو وہ بالکل کسی چھوٹے بچے کی طرح لگی۔

اچھا اب نہ ڈرو۔ میں آگیا ہوں اور جاؤ میرے لیے چائے بنا کر ”
لاؤ۔“ اپنے ہونے کا احساس دلاتے زارون نے اُس کا دھیان بٹانے
کے لیے چائے بنانے کا بولا تو وہ بغیر سوچے سمجھے ہی جلدی سے اثبات
میں سر ہلاتے کچن کی جانب بڑھی۔

اُف ف مجھے تو ٹھیک سے چائے بنانا بھی نہیں آتی۔“ کچن میں قدم ”
رکھتے ہی اُسے اپنے پھوہڑپن کا احساس ہوا تو اُس نے بے بسی سے
چولہے کی طرف دیکھا۔

خیر ہے کوشش کر لیتی ہوں، ہو سکتا ہے اچھی بن جائے۔“ واپس ”
پلٹ کر جانے کے بجائے اُس نے پر امید سے انداز میں سوچا اور فریج
سے دودھ نکال کر وہاں موجود ایک چھوٹے سے سوس پین میں
ڈالنے لگی۔

ہو نہہ چائے بنانا کون سا مشکل ہے۔ مجھے پتا ہی ہے کہ اس میں ”
دودھ اور پتی چینی ڈال کر دس بارہ جوش دلواتے اور پھر کپ میں ڈال
کر پی لیتے ہیں۔“ دو مراحل میں خود کو کامیاب پاتے نور عین نے
فخر سے خود کلامی کی اور چولہا جلاتے کیبنٹ سے مطلوبہ ڈبے نکالنے
لگی۔

پتی کتنی ڈالوں؟“ ایک چمچہ ڈالنے کے بعد اُس نے چند سیکنڈز رک
کر الجھے سے انداز میں سوچا اور پھر مقدار کم دیکھ کر مزید دو تچے بھر کر
دودھ میں ڈال دیے۔

اب ٹھیک ہے، چینی بھی ابھی ڈال دیتی ہوں تاکہ پھر اچھے سے پکا“
کرزارون بھائی کو دے سکوں۔“ دماغ کا استعمال کرتے اُس نے
ایک بار پھر سے اپنی ہدایات پہ عمل کیا اور احتیاط سے پانچ تچے گن کر
چینی کے ڈالے اور ڈبوں کو واپس اُن کی جگہ پہ رکھ کر خوشی خوشی

چائے کی طرف دیکھنے لگی جو آگ تیز ہونے کی وجہ سے جلد ہی جوش کھانے لگی تھی۔

ساتھ ساتھ گن لیتی ہوں تاکہ زیادہ نہ پکے۔“ ایک اُبال آنے کے ” بعد اُس نے چولہا آہستہ کرتے سمجھداری سے سوچا اور پھر چائے کی طرف دیکھتے جوش کی تعداد گننے لگی۔

بس ہو گئے۔“ پورے بارہ جوش دلانے کے بعد اُس نے خوشی ” سے اچھلتے چولہا بند کیا اور چائے ڈالنے کے لیے کپ اور چھلنی سلپ پہ رکھنے لگی۔

میں بھی آج ممانی کی طرح ہی کرتب کرتے ہوئے چائے ڈالوں ” گی۔“ چائے نکالنے کے لیے کسی چیز کا استعمال کرنے کے بجائے اُس نے مغرورانہ انداز میں کہتے بنا کسی کپڑے کے سوس پین کو اُس کے ہینڈل (جس کی اوپری پرت ٹوٹی ہوئی تھی) سے پکڑا تو ایک دلخراش

چیخ کے ساتھ ہی پیچھے ہونے کے باوجود بھی ساری چائے اُس کے پاؤں پہ گری۔

کیا ہوا؟ یہ کیسے گری؟ ادھر بیٹھو تم۔“ کچن سے شور کی آواز سنتے ہی زارون نے حواس باختہ سی حالت میں اُٹھتے تیزی سے وہاں کارخ کیا جہاں کا حلیہ چند سیکنڈز میں اُسے سب کچھ سمجھا چکا تھا۔ اگر کام کرنا نہیں آتا تو مجھے بتا دیتیں، حد ہے کتنا نقصان کر لیا ہے“ اپنا۔“ اُسے وہاں موجود چیئر پہ بٹھاتے زارون کی پہلی نظر اُس کے جلے ہوئے ہاتھ پہ پڑی تو وہ اُس کی تکلیف کی پروا کیے بغیر ہی اُسے سختی سے ڈانٹنے لگا۔

اب رونا بند کرو، حد ہے میں نے آج تک اتنی لاپرواہی کی کبھی نہیں دیکھی۔“ اُٹھ کر جلدی سے فریج سے مطلوبہ کریم نکالتے اُس نے مقابل کے آنسوؤں سے مزید پریشان ہوتے اُسے جھڑکا تو وہ دبی سے آواز میں سسکتے بائیں ہاتھ سے اپنا چہرہ صاف کرنے لگی۔

ج۔۔۔جل۔۔۔ن ہو رہی ہے۔“ اُس کے خاموش ہوتے ہی ماتھے ”
پہ بل ڈالے زارون نے سختی سے اُس کا ہاتھ پکڑتے کریم لگانا شروع
کی تو نور عین نے ڈر کے مارے بامشکل خود پہ ضبط کیا۔

تمہارا دماغ سچ میں کام نہیں کرتا یا تم جان بوجھ کر سب کی توجہ ”
حاصل کرنے کے لیے ایسا کرتی ہو؟“ اُس کی بات سنتے ہی ساتھ
ساتھ پھونک مارتے زارون نے اپنی کارروائی مکمل کی اور طنزیہ
نظروں سے مقابل کو دیکھا۔

کیا مطلب؟ آپ کو لگتا ہے یہ چائے میں نے جان بوجھ کر اپنے اوپر ”
گرائی ہے؟“ اُس کے سوال سے زیادہ اُس کے کاٹ دار لہجے نے
نور عین کو تکلیف دی تو اُس نے بے یقینی سے پوچھا۔

پتا نہیں اور کہاں گری ہے؟“ اُس کا ہاتھ چھوڑتے زارون نے ”
مزید الجھنے کے بجائے سیدھا مدعے پہ آتے سوال کیا۔

کہیں نہیں۔“ اتنا زخم دیکھنے کے باوجود بھی اُس شخص کی بے حسی ”
نے نور عین کو غصہ دلایا تو اُس نے پلکیں جھپکاتے آنسوؤں کو باہر نکلنے
سے روکا۔

پاؤں پہ بھی گری ہے؟“ نیچے نظر پڑتے ہی اُس کے دائیں پیر کی ”
سرخی سے اندازہ لگاتے زارون نے اب کی بار اُسے خفا دیکھ کر اپنے
لہجے میں تھوڑی نرمی سموائی۔

نہیں۔“ یک لفظی جواب دیتے نور عین نے اپنی انا کو برقرار رکھتے ”
اپنے پاؤں کو پیچھے کیا۔

ٹھیک ہے، اگر گری بھی ہے تو کریم یہ پڑی ہے خود ہی لگا لینا کیونکہ ”
میں ہمدردی میں بھی کسی کے پاؤں کو ہاتھ نہیں لگتا۔“ اُس کے
نخرے دیکھ کر کریم ٹیبل پہ رکھتے زارون نے لاپرواہی سے انداز میں کہا
اور اپنے قدم باہر کی جانب بڑھائے جہاں سے اب عائشہ اور عالیہ بیگم
کے بولنے کی آوازیں آرہی تھیں۔

یہ کیا کیا ہے تم نے؟ کم از کم کوئی کام تو دھیان سے کر لیا کرو۔“

بیٹے سے اطلاع ملتے ہی عالیہ بیگم کچن میں آئیں تو وہاں کی بکھری حالت دیکھ کر اُن کا سر گھوما۔

تمہیں کیا ضرورت تھی کچن میں آنے کی اور اگر آہی گئی تھیں تو”

تھوڑا دماغ استعمال کر لیتیں اور پین کو کسی کپڑے سے اٹھا لیتیں۔“

اُس کے ہاتھ کی حالت دیکھ کر اُن کی ہوائیاں اڑیں تو اُنہوں نے اپنا سارا غصہ نور عین پہ نکالا جو آنسوؤں کے درمیان اُن کو ساری بات بتا چکی تھی۔

امی آپ پریشان نہ ہوں اسے تو عادت ہے ہماری خوشیاں خراب

کرنے کی۔“ سائرہ اور سحر کے ساتھ اچھا وقت گزارنے کے بعد گھر

آتے ہی اپنے لیے ایک نئی مصیبت تیار دیکھ کر عائشہ کا موڈ خراب ہوا تو اُس نے آگے بڑھتے ماں کو تسلی دی۔

فضول بولنے کی ضرورت نہیں ہے جاؤ اور جا کر زارون (جو اُنہیں ”اطلاع دیتے ہی اپنے کمرے میں چلا گیا تھا) کو آواز دو تاکہ تمہارے ابو کے آنے سے پہلے اسے ڈاکٹر کے دکھالائے۔“ بیٹی کو آنکھیں دکھاتے عالیہ بیگم نے اُسے مزید کچھ کہنے سے باز رکھا اور نور عین کے آنسو صاف کرتے اُس کے ساتھ ہمدردی جتائی تاکہ اب وہ ذیشان صاحب کے سامنے کوئی نیا تماشا کھڑا نہ کرے۔

نہیں۔ مجھے کسی کے ساتھ نہیں جانا۔ آپ ماموں کو فون کریں۔“ ”زارون کا نام سنتے ہی نور عین نے فٹ سے انکار کیا۔

کیوں نہیں جانا؟ ضد نہ کرو اور تم کھڑی یہاں میرا منہ کیا دیکھ رہی ہو۔ جاؤ زارون کو آواز دو۔“ عائشہ کو وہیں جمادیکھ کر عالیہ بیگم نے

اب کی بار اپنا سارا غصہ اُس پہ نکالا جو منہ بسورتے کچن سے نکل کر
سیڑھیوں کی جانب بڑھ گئی۔

بھئی کیا مصیبت ہے، میں پہلے ہی بہت تھکا ہوا ہوں اور امی کو بتادو”
کہ اتنے سے زخم کے لیے ڈاکٹر کے پاس جانے کی ضرورت نہیں
ہے۔“ بہن کی بات سنتے ہی زارون کے ماتھے پہ بل آئے تو اُس نے
بے زاری کے ساتھ مشورہ دیا۔

امی تو سمجھ لیں گی مگر ابو نہیں سمجھیں گے اس لیے پلیز آپ لے”
جائیں تاکہ ابو کو تسلی رہے۔“ بھائی کا جواب سنتے ہی عائشہ نے
منمناتے ہوئے کمزور سی مزاحمت کی۔

یہ لڑکی بھی ایک مصیبت ہے جو بنا کسی غلطی کے ہمارے گلے پڑ چکی”
ہے۔“ بہن کی بات سمجھتے ہی زارون نے ایک سخت نظر اُس پہ ڈالی
اور منہ میں بڑبڑاتے تیزی سے کمرے سے نکلا۔

اُففف پتا نہیں کس کھڑوس انسان نے انہیں گھٹی دی تھی، تو بہ ہے۔“
جو کبھی سیدھے منہ بات کر لیں۔“ اُسے آندھی طوفان کی طرح سے
کمرے سے نکلتا دیکھ کر عائشہ نے ایک گہرا سانس لیتے خود کو پرسکون
کیا اور اُس کے پیچھے ہی کمرے سے نکلتے نیچے آئی جہاں اب عالیہ بیگم
نور عین کو سہارا دیتے کچن سے باہر لا رہی تھیں۔

میں باہر انتظار کر رہا ہوں۔“ ماں کے سامنے کوئی بد تمیزی کرنے
کے بجائے زارون نے آگے بڑھتے دیوار پہ لگے اسٹینڈ سے چابی اُتاری
تو عالیہ بیگم نے اثبات میں سر ہلایا اور نور عین کے انکار کے باوجود بھی
اُسے سمجھا بجھا کے باہر لے آئیں۔

ڈاکٹر حفیظ کے پاس لے جانا اور اُسے بولنا کہ کوئی اچھی دوائی دے۔“
دے تاکہ زخم جلد ٹھیک ہو جائیں۔“ شوہر کے ڈر سے عالیہ بیگم نے
اُسے بانٹیک پہ بٹھاتے بیٹے کو تاکید کی۔

جی کہہ دوں گا۔“ تاثرات میں ہنوز سختی لیے زارون نے ماں کی ”
طرف دیکھے بغیر ہی جواب دیا اور بائیک اسٹارٹ کرتے گیٹ (جو اُس
کا موڈ خراب دیکھ کر عائشہ نے پہلے ہی کھول دیا تھا) سے نکالی۔

بیٹا پلیز ٹینشن نہ لیں۔ یہ زخم بہت جلد ٹھیک ہو جائیں گے۔“
اگلے دس منٹ میں وہ کلینک پہ پہنچے تو ڈاکٹر نے نور عین کو روتا دیکھ کر
تسلی دی۔
مجھے بہت جلن ہو رہی ہے۔“ کسی نرم آواز کے کانوں میں پڑتے ہی ”
اُس نے اب کی بار آنسو صاف کرتے اپنی تکلیف بتائی۔
کوئی بات نہیں بس حوصلہ رکھیں۔ میں دوائی لگاؤں گا تو ساری جلن ”
ختم ہو جائے گی۔“ اُس کی معصومیت پہ مسکراتے ڈاکٹر نے نرمی سے

اُس کے سر پہ ہاتھ رکھا تو زارون نے اُسے ننگے سر دیکھ کر بامشکل اپنے غصے کو ضبط کیا۔

بہت جل رہا ہے۔“ ڈاکٹر کے کہنے پہ وہاں موجود کمپاؤنڈر مرہم لے کر آیا تو اب کی بار زارون نے آگے بڑھتے خود اُس کے ہاتھ کو پکڑا۔

نہیں جلے گا چپ کر کے بیٹھو۔“ باقی لوگوں کو بھی اپنی جانب متوجہ دیکھ کر زارون نے دبی آواز میں اُسے ہاتھ کھینچنے سے روکا اور اُس لڑکے کی کارروائی سے پہلے ہی خود جھک کر اُس کے ہاتھ پہ پھونک مارنے لگا۔

پاؤں کی دے دیں۔ گھر میں خود ہی لگالیں گے۔“ اُس لڑکے کا ”مزید نور عین کو ہاتھ لگانا زارون کو پسند نہیں آیا تب ہی اُسے اگلے عمل سے منع کرتے اُس نے ڈاکٹر کو مخاطب کیا۔

ٹھیک ہے، بلال تم انہیں یہ کریم اور میڈیسن دے دو۔ باقی آپ پانی ”
وغیرہ سے احتیاط برتیے گا اور دن میں تین چار بار اس کریم کا استعمال
لازمی کریئے گا تاکہ زخم میں پس وغیرہ نہ پڑے۔“ زارون کا رویہ
دیکھ کر ڈاکٹر نے کمپاؤڈر کو منع کرتے ایک پیپر تھمایا اور نور عین
کو مخاطب کرتے کچھ ہدایات دینے لگا۔

آئسکریم کھانی ہے؟“ اُسے اپنے ہاتھ کا سہارا دے کر کلینک سے ”
باہر لاتے زارون نے کچھ فاصلے پہ موجود دکان دیکھ کر اُس سے سوال
کیا جو اُس کی ڈانٹ کے بعد اُسے مسلسل نظر انداز کر رہی تھی۔
نہیں۔“ زبان کا استعمال کرنے کے بجائے نفی میں سر ہلاتے اُس ”
نے مقابل کی طرف دیکھنے سے مکمل گریز برتا۔

کون سا فیلور پسند ہے تمہیں؟ اسٹابری یا چاکلیٹ؟“ اُس کے انکار ”
کے باوجود بھی زارون نے شاید اپنی غلطی سدھارنے کے لیے ایک
بار پھر سے پوچھا۔

دونوں ہی کھا لیتی ہوں۔“ اسٹالر سے اپنی ناک رگڑتے اب کی بار ”
نور عین نے اُس کی پیشکش کو ٹھکرانے کے بجائے نم آواز میں کہا تو اُس
کی بات پہ زارون کے چہرے پہ مسکراہٹ آئی۔
ٹھیک ہے دونوں ہی کھلا دوں گا پر پہلے یہ رونا بند کرو۔“ اُس کے ”
جواب سے مطمئن ہوتے زارون نے شرط رکھی تو نور عین نے
آنسکریم کی خاطر جلدی سے اپنا چہرہ صاف کیا۔

گڈ گرل، چلو اب۔“ بانیک سے چابی نکالتے زارون نے پھر سے ”
اُس کا ہاتھ پکڑا اور اپنے ساتھ لیے دکان کی جانب بڑھاتا کہ گھر جانے
سے پہلے اُس شکایتی طوطی کا منہ آنسکریم سے بند کر سکے۔

امی اب اس میں میرا کیا قصور ہے۔ میں کون سا نور عین کو بول کر ”
گیا تھا کہ میرے آنے تک اپنے ہاتھ پاؤں جلا لے۔“ اچھے سے کھیل
کو د کے بعد وہ گھر پہنچا تو عالیہ بیگم نے اُس کی بھی اچھے سے کلاس لی
جس کی وجہ اُسے چند منٹ بعد عائشہ کی زبانی معلوم ہوئی۔
ہاں تم لوگوں کا کوئی قصور نہیں ہے سارا قصور میرا ہے اور اس ”
وقت میرا دماغ خراب مت کرو۔“ کلاک کی طرف دیکھتے عالیہ بیگم
نے مزید اُس کی چک چک سننے کے بجائے سارا الزام خود پہ لیتے فریج
سے آٹا نکالا۔

آپ ایسا کیوں بول رہی ہیں اور ہم لوگوں نے کون سا جان بوجھ کر ”
نور عین پہ چائے پھینکی ہے۔ وہ اُس کی اپنی غلطی تھی اس لیے آپ
زیادہ پریشان نہ ہوں۔“ ماں کی بات سنتے ہی جہاں اذلان نے غیر

سنجیدگی سے اپنے دانتوں کی نمائش کرتے باہر کا رخ کیا وہیں عائشہ نے اُن کی پریشانی سمجھتے اُنہیں تسلی دی۔

نہیں، میں پریشان نہیں ہوں اور تم بھی یہ سب باتیں چھوڑو اور ”
کھانا لگاؤ تمہارے ابو آنے والے ہوں گے۔“ بیٹی کے دلا سے پہ
تھوڑا مطمئن ہوتے عالیہ بیگم نے کہا تو وہ اثبات میں سر ہلاتے اپنا کام
کرنے لگی۔

زارون اور نور عین کہاں ہیں؟“ ہاتھ منہ دھونے کے بعد وہ ٹیبل ”
پہ آئے تو بیٹے اور بھانجی کی غیر موجودگی محسوس کرتے بیوی سے
پوچھنے لگے۔

وہ۔۔ باہر گئے ہیں۔ نور عین کے پاؤں پہ چائے گر گئی تھی تو میں ”
نے زارون سے بولا کہ اُسے ایک بار ڈاکٹر کو دکھالائے۔“ کب سے

اپنے دماغ میں ترتیب دیے ہوئے الفاظ ادا کرتے عالیہ بیگم نے اُن کے استفسار پہ نرمی سے بتایا۔

چائے کیسے گر گئی؟ اور کب؟“ ڈاکٹر کے پاس جانے کا سن کر“
ذیشان صاحب کو اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے تب ہی فکر مندی سے بیوی کی طرف دیکھتے اُنہوں نے ایک نیا سوال کیا۔
شام کو گری تھی۔ ہم لوگ تو بازار تھے اور نور عین اپنے لیے چائے“
بنارہی تھی تو پین اُس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔“ شوہر کے سخت تیور دیکھ کر عالیہ بیگم نے اپنی گھبراہٹ پہ قابو رکھتے اُنہیں ساری صورتحال سے آگاہ کیا۔

تو آپ شام تک بازار میں کیا کر رہی تھیں؟ میں نے آپ کو بولا تھا نا“
کہ بچوں کے آنے سے پہلے گھر آجائیے گا تو آپ نے میری بات پہ عمل کیوں نہیں کیا؟“ چہرے پہ سنجیدگی لیے ذیشان صاحب نے بیوی کی بات مکمل ہوتے ہی سختی سے پوچھا۔

ہم لوگ تو ٹائم سے آگئے تھے مگر پتا نہیں کیوں ان کی باجی نے انہیں ”
آج جلدی ٹیوشن سے چھٹی دے دی۔“ باپ کے سوال پہ ماں
کا ساتھ دیتے عائشہ نے مداخلت کی۔

کہاں لے کر گیا ہے؟ اور کتنا جلا ہے پاؤں؟ تم لوگوں نے مجھے کال ”
کیوں نہیں کی؟“ بیٹی کو آنکھیں دکھاتے ذیشان صاحب نے اُسے
اُس کی غلطی کا احساس دلایا اور پھر سے اصل موضوع پہ آتے پوچھنے
لگے۔

ڈاکٹر حفیظ کا بولا تھا میں نے۔ آپ پریشان نہ ہوں وہ بس آتے ہی ”
ہوں گے۔“ شوہر کی بے چینی دیکھ کر عالیہ بیگم نے انہیں تسلی دی
مگر وہ اُن کی مزید کوئی بھی بات سنے بغیر کھانا چھوڑتے کر سی سے اُٹھ
کر باہر کی جانب بڑھے۔

یہ لڑکی تو ہر وقت ہمارے سر پہ مصیبت کی طرح منڈلاتی ہے۔“
ذیشان صاحب کے جاتے ہی فیضان نے بھی اُن کے پیچھے جانے کے

لیے اٹھنا چاہا مگر عالیہ بیگم نے اُسے ہاتھ کے اشارے سے روکتے
نور عین کو کوسا جس نے چند ہی منٹ میں ایک بار پھر سے گھر کا ماحول
خراب کر دیا تھا۔

آپ پریشان نہ ہوں اور زیادہ جل گئی تھی کیا؟“ فیضان کو شروع“
سے ہی ذیشان صاحب کی نظروں میں نور عین کی اہمیت کا پتا تھا اسی
لیے اُن کی فکر کو زیادہ سنجیدہ لینے کے بجائے اُس نے ماں کو تسلی دیتے
سوالیہ نظروں سے بہن کی طرف دیکھا۔
نہیں، سوس پین کی لکڑی ٹوٹی ہوئی تھی اور اُس کم عقل نے پین“
کے ہینڈل کو بغیر کپڑے کے پکڑ لیا مگر زیادہ نقصان نہیں ہوا۔ ہاتھ
جلا تھا تھوڑا اور چائے پاؤں پہ گری۔“ بھائی کے سوال پہ اُسے
تفصیل بتاتے عائشہ نے غصے سے اذلان کی طرف دیکھا جو ماحول میں
پھیلی کشیدگی کے باوجود بھی کھانے میں مگن تھا۔

اچھا چلیں کوئی بات نہیں اور اس میں آپ کا کوئی قصور نہیں ہے اس”
لیے بیٹھیں اور سکون سے کھانا کھائیں۔“ ماں کے ساتھ بنا کسی قصور
کے شروع سے ہوتی نا انصافی کو دیکھتے فیضان نے بڑے ہونے کا
فرض ادا کرتے اُنہیں سمجھایا اور اُنہیں اپنے ساتھ والی کرسی پہ بٹھاتے
خود پلیٹ میں سالن نکال کر دینے لگا۔

نور عین میری جان تم ٹھیک ہو؟“ صحن میں پریشانی سے سہلتے ابھی”
اُنہیں چند منٹ ہی گزرے تھے کہ زارون کی بائیک کا ہارن بجاتا تو
ذیشان صاحب نے آگے بڑھتے تیزی سے گیٹ کھولا۔
جی ماموں میں ٹھیک ہوں۔“ زارون نے بائیک اندر کی تو ذیشان”
صاحب نے فکر مندی سے بھانجی کی طرف دیکھا۔

کہاں گری ہے چائے؟ اور تمہیں کس نے بولا تھا کہ کچن میں ”
جاؤ۔“ بے چینی سے اُس کے پاؤں کی طرف دیکھتے اُنہوں نے ایک
ہی سانس میں کئی سوال پوچھے۔

نہیں۔ کسی نے نہیں بولا تھا۔ وہ میرا دل تھا چائے پینے کا اس لیے ”
سوچا بنا لوں۔“ ایک نظر زارون پہ ڈالتے نور عین نے گھر میں
بد مزگی پیدا کرنے کے بجائے سارا الزام خود پہ لیا۔
دل تھا تو تھوڑا انتظار کر لیتیں۔ دیکھو تو کتنا نقصان کر لیا اپنا۔“ ”
نظریں اُس کے پاؤں میں ٹکائے ذیشان صاحب نے اُس کا ہاتھ تھاما۔
ہاتھ بھی جلا ہے، بیٹا تم کیوں اپنا خیال نہیں رکھتیں۔“ اُس کی ذرا ”
سے تکلیف پہ بوکھلاتے ذیشان صاحب نے اُسے اپنے سینے سے لگایا۔
ابو پلیز آپ پریشان نہ ہوں۔ ڈاکٹر نے میڈیسن دی ہے وہ کہہ رہا تھا ”
کہ یہ زخم جلد ہی ٹھیک ہو جائیں گے۔“ باپ کی فکر دیکھ کر زارون

نے آگے بڑھتے اُنہیں دلاسا دیا تو نور عین نے بھی اُن سے الگ ہوتے اُنہیں اپنے ٹھیک ہونے کا یقین دلایا۔

بس اپنا خیال رکھا کرو۔ پتا نہیں آج کل مجھے تمہاری بہت فکر رہنے لگی ہے۔“ کچھ راتوں سے نورین کو مسلسل اپنے خواب میں پریشان دیکھنے کے سبب ذیشان صاحب کا دل و دماغ نور عین کی طرف سے کافی بے چین رہنے لگا تھا اور یہی وجہ تھی کہ وہ آج اُس کی معمولی سی تکلیف پہ بھی تڑپ اُٹھے۔

میں ٹھیک ہوں۔ آپ پلیزیو پریشان نہ ہوں۔“ اُن کی آنکھوں میں نمی دیکھ کر نور عین نے اپنے ٹھیک ہونے کا ثبوت دینے کے لیے چہرے پہ مسکراہٹ سجائی تو ذیشان صاحب نے اُس کی پیشانی پہ بوسہ دیا اور زارون کو آنے کا بولتے اُسے اپنے ساتھ لگائے اندر کی جانب بڑھے۔

عالیہ تم ایسا کرو کہ جتنے دن شادی کے معاملات چل رہے ہیں تم گھر”
کے کاموں کے لیے کوئی ملازمہ رکھ لو تا کہ آئندہ نور عین کو کوئی
تکلیف نہ ہو۔“ وہ رات کے برتن دھو کر ذیشان صاحب کے لیے
چائے بنا کر کمرے میں لائیں تو انہوں نے بیوی کو مخاطب کرتے تاکید
کی۔

جی ٹھیک ہے۔“ اُن کی سارا دن کی بھاگ دوڑ دیکھنے کے باوجود
بھی ذیشان صاحب نے پہلے کبھی ملازمہ رکھنے کا ذکر نہیں کیا مگر آج
بھانجی کی تھوڑی سی تکلیف کو دیکھتے انہوں نے فوراً یہ فیصلہ کیا تو عالیہ
بیگم کے چہرے پہ دکھ کا تاثر ابھرا جنہیں مہارت سے چھپاتے انہوں
نے مختصر اُکھا۔

ٹھیک ہے تم کسی اچھی عورت کا پتا کر لو اور خیال رکھنا کہ وہ کم عمر نہ ہو۔“ بیٹوں کی گھر میں موجودگی کی وجہ سے ذیشان صاحب نے اُن کی تکلیف سمجھے بغیر ہی اشارتاً نصیحت کی۔

جی، میں پتا کر لوں گی، آپ چائے پیسے ٹھنڈی ہو رہی ہے۔“ اپنے اندر کی جلن اور دکھ دل میں سموتے عالیہ بیگم نے ہامی بھری تو ذیشان صاحب نے اثبات میں سر ہلاتے سائیڈ ٹیبل پہ رکھا کپ اٹھایا۔

ہو نہ مجھے پہلے ہی پتا تھا کہ اب تم اس زخم کا بہانہ بنا کر اسکول سے دو چار چھٹیاں ضرور کرو گی۔“ صبح ماں کی زبانی نور عین کی چھٹی کا سنتے ہی اذلان دندناتے ہوئے اُس کے کمرے میں پہنچا۔

بہانہ نہیں ہے ذرا آنکھیں کھول کر دیکھو کہ میرا پاؤں کیسے سرخ ہو رہا ہے اور یہ ہاتھ بھی جلا ہے۔“ اپنے پاؤں کی طرف اشارہ کرنے

کے ساتھ ہی نور عین نے اُس کے الزام پہ باقاعدہ اپنا ہاتھ بھی سیدھا کر کے دکھایا۔

ہاں تو تم ابو کو پھر میری چھٹی کا بھی بول دو۔ مطلب تم تو چل پھر ”
بھی نہیں سکتیں تو سارا دن اکیلے بیٹھ کر بور ہو جاؤ گی اور اگر میں ہوں
گا تو ہم دونوں مل کر کھلیں گے۔“ اُس کے اسکول نہ جانے کاسن کر
ہی اذلان کو سانپ سو نگھ چکا تھا اسی لیے نور عین کو اُس کا فائدہ بتاتے
اُس نے اپنا مقصد نکالا۔

نہیں، میں کیوں بولوں؟ اور ویسے بھی آج میتھ کا ٹیسٹ ہے اس ”
لیے تم چلے جاؤ کیونکہ میم پہلے ہی تمہارے خلاف ہیں اس لیے ہو سکتا
کہ اس بار وہ تمہیں وارن کرنے کے بجائے ڈائریکٹ گھر کال کر
دیں۔“ اُسے نتائج سے آگاہ کرتے نور عین نے اُس کا ساتھ دینے
سے منع کیا تو اذلان نے اُسے خفگی سے گھورا۔

ٹیسٹ نہیں آتا مجھے اور نہ ہی میں نے تیاری کی کیونکہ مجھے اندازہ ہی ”
نہیں تھا کہ تم اس چھوٹے سے زخم کو لے کر آج چھٹی کر لو گی۔“
اصل بات کی جانب آتے اذلان نے اُسے پھر سے اپنا مسئلہ بتایا۔
ہاں تو کسی اور سے نقل کر لینا بلکہ ایسا کرو تم عائرہ کے ساتھ بیٹھ جانا ”
وہ تمہیں سارا ٹیسٹ کروادے گی۔“ چھٹی والی بات پہ آنے کے
بجائے نور عین نے اُس کے ساتھ ہمدردی جتاتے ایک اور مشورہ دیا۔
”ہو نہ وہ تو خود نالائق ہے اور ویسے بھی وہ مجھے اچھی نہیں لگتی۔“
پھر سے اعتراض کرتے اذلان نے عائرہ کے لیے ناپسندیدگی ظاہر کی۔
”ٹھیک ہے پھر جو دل کرے کر لینا مگر میرا دماغ خراب نہ کرو۔“
اپنی دوست کی برائی سنتے ہی نور عین نے اب کی بار لاپرواہی سے کہا۔
”کر لوں گا اب میں اتنا بھی نالائق نہیں ہوں کہ چند سوال نہ کر“
سکوں۔“ اُسے کسی طرح بھی اپنی بات سمجھتا نہ دیکھ کر اب کی بار

اذلان نے اپنی بڑائی کی تو نور عین نے منہ بسورتے دروازے کی
جانب اشارہ کیا۔

اب رونے کا کیا فائدہ؟ میں نے آپ کو پہلے ہی سمجھایا تھا کہ اس لڑکی کو اتنا سر نہ چڑھائیں۔“ سب افراد کے جاتے ہی عالیہ بیگم نے رات کا دل میں موجود غبار نکالنے کے لیے بہن کو کال کی تو انہوں نے ساری بات سننے کے بعد انہیں ایک بار پھر سے سمجھایا۔ سر چڑھانے کی بات نہیں ہے وہ تو بچی ہے ان باتوں کو نہیں سمجھتی“ مگر ذیشان تو سمجھدار ہیں وہ تو یہ بات اچھے سے جانتے ہیں کہ میں نے نورین کی وفات کے بعد سے نور عین کا کتنا خیال رکھا ہے۔“ اپنے آنسوؤں کو با مشکل ضبط کرتے عالیہ بیگم نے پھر سے شوہر کی شکایت کی۔

نہیں، کچھ مردوں کی فطرت ہوتی کہ جب تک اُنہیں احساس نہ ”
دلایا جائے وہ بات پہ غور ہی نہیں کرتے اس لیے آپ ذیشان بھائی کو
اپنی اور بچوں کی اہمیت کا احساس دلائیں۔ میں یہ نہیں بول رہی کہ وہ
نور عین کا خیال نہ کریں پر بھانجی کو اُس کی جگہ پہ رکھیں تاکہ سب
افراد کے درمیان توازن قائم رہے اور پہلے بچے چھوٹے تھے وہ اتنا
محسوس نہیں کرتے تھے مگر اب وہ بھی بڑے ہو گئے ہیں اس لیے
آپ کوشش کریں کہ ذیشان بھائی اس طرح کا کوئی عمل نہ کریں جس
سے اُن کی دل آزاری ہو۔“ بہن کے دکھ سنتے ہی شائستہ بیگم کو پھر
سے اُن کی زندگی میں مداخلت کا موقع ملا تو اُنہوں نے بڑے طریقے
کے ساتھ اپنی بات اُن کے دماغ میں ڈالی۔

ہاں فیضان لوگ تو شاید لڑکے ہونے کی وجہ سے اتنا محسوس نہیں ”
کرتے مگر عائشہ اب باپ کے رویے کو بہت محسوس کرنے لگی ہے
اور مجھ سے کافی بار شکایت بھی کر چکی ہے۔“ چھوٹی بہن کی بات

سے اتفاق کرتے عالیہ بیگم نے اپنی آنکھیں صاف کیں اور بیٹی کا ذکر کرنے لگیں جو کافی بار اُن سے ذیشان صاحب کے رویے کا شکوہ کر چکی تھی۔

جی، اسی لیے بول رہی ہوں کہ اس لڑکی کو خود لگام ڈالیں اور کوئی ضرورت نہیں اس کے کاموں کے لیے ملازمہ رکھنے کی۔ آپ کوئی اچھی عورت دیکھیں اور اُسے گھر کے کاموں کے لیے رکھیں تاکہ آپ کی زندگی میں بھی تھوڑا سکون آئے۔“ بہن کے لہجے سے بغاوت محسوس کرتے ہی شائستہ بیگم نے جلتی پہ تیل چھڑکنے والی مثال پہ پورا اُترتے اُنہیں مشورہ دیا۔

ذیشان بھائی تو سارا دن دکان پہ رہتے ہیں اُنہیں کیا پتا چلنا کہ ملازمہ نور عین کے کام کرتی ہے یا گھر کے۔ اس لیے پلیز تھوڑا آگے بڑھیں اور دنیا کے طور طریقے سیکھیں۔“ بہن کے اگلے سوال کا اندازہ ہونے کی وجہ سے شائستہ بیگم نے مکاری سے کہتے مزید اپنی بات میں

اضافہ کیا تو عالیہ بیگم نے کچھ بولنے کے بجائے اثبات میں سر ہلاتے
اُن کے مشورے پہ غور کیا۔

یہ تو آپ نے بہت ہی اچھا کیا۔ میں تو خالہ کو پہلے بھی دو تین بار ”
ملازمہ رکھنے کا بول چکی ہوں۔“ ماں کی زبانی ساری بات سننے کے
بعد سائرہ نے اُن کے عمل پہ خوش ہوتے اُنہیں داد دی۔
ہاں تو کیسے نہ بولتی؟ باجی نے تو اپنی ساری زندگی شوہر کی خدمت ”
اور ملازموں کی طرح گھر کے کام کر کے گزار لی مگر میں تمہارے
لیے ہر گز بھی ایسی زندگی کی خواہش نہیں رکھتی اسی لیے میں نے منع
کرنے کے بجائے عالیہ باجی کو اتنی شہ دے دی ہے کہ وہ اب ہر حال

میں ملازمہ رکھ کر ہی دم لیں گی۔“ اپنی کارروائی کا بتاتے شائستہ بیگم نے محبت سے بیٹی کے سر پہ ہاتھ رکھا۔

بہت شکریہ امی۔ آپ بہت اچھی ہیں۔“ ماں کا پیار دیکھ کر سائرہ ”تشکرانہ انداز میں اُن کے ساتھ لگی۔

اس میں شکریہ کی کیا بات ہے۔ یہ تو میرا فرض تھا اور اگر میں نے ”تمہیں اپنے گھر میں کوئی تکلیف آنے نہیں دی تو ان شاء اللہ سسرال میں بھی کسی قسم کا کوئی مسئلہ ہونے نہیں دوں گی۔“ بیٹی کی بات پہ مسکراتے شائستہ بیگم نے اُسے خود سے الگ کرتے یقین دہانی کروائی۔

جی مجھے یقین ہے ویسے بھی مجھے نہیں لگتا کہ مجھے وہاں زیادہ مسئلہ ”ہوگا مطلب فیضان تو پہلے ہی میرے ہاتھوں میں ہے اس لیے اگر کسی نے بھی کوئی گڑبڑ کرنے کی کوشش کی تو میں آرام سے اُسے لے کر

الگ ہو جاؤں گی۔“ ماں کی بات سے مطمئن ہوتے سائرہ نے بڑے آرام سے اُنہیں اپنے ارادوں سے آگاہ کیا۔

نہیں، ایسا کبھی سوچنا بھی مت، تم جانتی ہو کہ ذیشان بھائی کے گھر” کی مالیت اس وقت کروڑوں میں ہے اس لیے بھول کر بھی ایسی غلطی مت کرنا۔ دکان تو پہلے ہی فیضان کے قبضے میں ہے اور اگر سحر کی بات بھی بن گئی تو وقت کو دیکھتے ہوئے اذلان کو اور اُس آفت کی پڑیاں کو الگ کر دینا اور تم دونوں بہنیں سکون سے اُس گھر پہ راج کرنا۔“ بیٹی کے ارادے جانتے ہی اُسے سختی سے منع کرتے شائستہ بیگم نے اُسے پتے کی بات سمجھائی۔

ہمم یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں اور ویسے بھی خالہ خالو بھی نور عین کو” زیادہ پسند کرتے ہیں اس لیے وہ بھی اُسی کے ساتھ رہیں گے اور آپ سحر کی فکر نہ کریں۔ زارون کو تو میں ایسا اپنے جال میں پھنساؤں گی کہ وہ سحر کے علاوہ کسی کے بارے میں سوچ ہی نہیں سکے گا۔“ آنے

والے وقت سے انجان سائرہ نے اپنا خیالی پلاؤ تیار کیا تو شائستہ بیگم نے ہر چیز اپنے حق میں دیکھ کر بیٹی کے کندھے پہ ہاتھ رکھا اور چہرے پہ ایک پرسکون سی مسکراہٹ سجائی۔

ہاں، یہ دیکھو نا اتنا آسان تو ہے۔“ دو بار سوال سمجھانے کے باوجود ”بھی ہانیہ کے چہرے پہ پریشانی دیکھ کر زارون نے دوبارہ سے اُسے رجسٹر پہ حل کرنا شروع کیا۔

نہیں، رہنے دیں۔ شاید ابھی میرا دماغ الجھا ہوا ہے اسی لیے مجھے ”

آپ کی بات ٹھیک سے سمجھ نہیں آرہی۔“ اُسے ایک بار پھر سے آغاز کرتا دیکھ کر ہانیہ نے اب کی دفعہ مطلب کی بات پہ آتے اپنی پریشانی کا اظہار کیا۔

کیوں؟ انکل کی طبیعت ٹھیک ہے نا؟“ اُس کی غائب دماغی (جو)“
زارون خود بھی پچھلے کچھ دنوں سے محسوس کر رہا تھا (کو مد نظر رکھتے
اُس نے فکر مندی سے پوچھا۔

جی، ابو تو ٹھیک ہے بس وہ چاہتے ہیں کہ میرا سیمسٹر ختم ہوتے ہی“
میری شادی کر دیں۔“ براہ راست کچھ کہنے کے بجائے ہانیہ نے
دبے لفظوں میں اُسے اپنے والد کے ارادے سے آگاہ کیا تا کہ اپنے
متعلق اُس کی رائے جان سکے۔

تو اس میں الجھنے والی کیا بات ہے؟ ہر ماں باپ کی خواہش ہوتی ہے“
کہ وہ اپنے بچوں کی خوشیاں اپنی زندگی میں دیکھیں اور انکل کی طبیعت
ایک دم سے خراب ہو گئی تھی شاید اسی لیے وہ گھبرا گئے ہیں اور اس
معاملے میں جلدی کرنا چاہتے ہیں۔“ اُس کی بات کا مطلب سمجھنے
کے باوجود بھی زارون نے فی الوقت اُسے کوئی بھی تسلی دینے کے
بجائے نرمی سے کہا۔

ہم مطلب میں آپ کی طرف سے نہ ہی سمجھوں۔“ وہ جو مقابل کے لہجے اور آنکھوں میں ہزاروں بار اپنے لیے پسندیدگی دیکھ چکی تھی آج اُس کے جواب سے دل برداشتہ ہو کر نہ چاہتے ہوئے بھی سوال کر گئی۔

میں نے کبھی تمہیں ایسی کوئی امید نہیں دلائی۔“ اُس کے سوال پہ ”کچھ سیکنڈز کے لیے خاموش ہوتے بلا آخر زارون نے دل پہ پتھر رکھتے اُس کی بات کا جواب دیا۔

مگر میں نے ان چار سالوں میں آپ کی نظروں میں اپنے لیے محبت کے کئی رنگ دیکھے ہیں جو نہ چاہتے ہوئے بھی میرے دل کو بہت سی امیدیں دلا چکے ہیں۔“ اُس کے کورے جواب پہ ہانیہ کی آنکھیں نم ہوئیں تو اُس نے بے یقینی کے ساتھ ساری شرم و لحاظ ایک سائیڈ پہ رکھتے اُسے اپنے احساسات سے آگاہ کیا۔

خود سے اخذ کیے نتائج اکثر غلط ہوتے ہیں اس لیے خود کو کسی قسم کا ”
کوئی دھوکا مت دو۔“ سفاکی سے اُسے اُس کی غلطی کا احساس دلاتے
زارون نے دو ٹوک انداز میں اپنی بات کہی۔

ہمم ٹھیک ہے، سوری یہ میری بے وقوفی ہی تھی جو میں نے خود ”
کو اس قابل سمجھا۔“ مقابل کے انکار نے ہانیہ کی ساری خوش فہمیاں
دور کیں تو اُس نے آنسوؤں کے گولے کو گلے سے اُتار اور صبر کا
گھونٹ بھرتے خاموش ہوئی۔

میری منزل بہت دور ہے۔ میں نے تعلیم میں اتنی محنت صرف اور ”
صرف اپنے خواب پورے کرنے کے لیے کی ہے۔ خود کو عروج پہ
دیکھنا میری خواہش ہے جس سے پہلے میں کسی انسان یا محبت کو لے کر
کمزور پڑنا نہیں چاہتا اس لیے بہتر یہی ہے کہ تم انتظار کرنے کے
بجائے اپنے والدین کی بات مان لو۔“ اُس کا مایوس ہونا زارون کے

دل کو بُری طرح سے منتشر کر چکا تھا تب ہی اپنی مجبوری بتاتے اُس نے دے لفظوں میں مقابل کو آگاہ کیا۔

جی۔۔۔ مجھے بھی یہی لگ رہا ہے۔“ اُس کی بات سمجھنے کے باوجود

بھی ہانیہ نے اپنی محبت کی توہین پہ اُس کی ہاں میں ہاں ملائی اور مزید کچھ کہنے کے بجائے سر جھکائے خاموشی سے اپنی کتابیں سمیٹتے اُٹھی۔ مجھے اپنا من پسند مقام حاصل کرنے میں دس سال بھی لگ سکتے ہیں۔“ اُسے جانے کے ارادے سے اُٹھتا دیکھ کر زارون نے ایک بار پھر سے وضاحت دی۔

آپ بیس سال بھی بولتے میں تب بھی انتظار کر لیتی مگر آپ بولتے تو۔“ چہرے پہ شکست کے آثار لیے ہانیہ نے چند الفاظ میں ہی مقابل کو اُس کی سنگ دلی کا احساس دلایا اور وہاں رک کر اپنے آپ کو کمزور کرنے کے بجائے مضبوط قدم اُٹھاتے لان کی دائیں جانب بڑھی تو زارون نے بے بسی سے اُس کی پشت کو دیکھا۔

میں دباؤں؟“ اُنہیں بار بار اپنی پیشانی مسلتا دیکھ کر نور عین نے ”
آگے بڑھتے خوش اخلاقی سے پیشکش کی۔

نہیں، کوئی ضرورت نہیں ہے۔ تم جاؤ، جا کر آرام کرو۔“ اُس کی ”
آواز کانوں میں پڑتے ہی عالیہ بیگم نے کاٹ دار لہجے میں کہتے فی
الوقت اُسے اپنی نظروں سے دور کرنا چاہا۔

میں ٹھیک ہوں۔ آپ چھوڑیں میں دبا دیتی ہوں۔“ لوگوں کی ”
لہجوں کی سمجھ نہ ہونے کی وجہ سے عالیہ بیگم کی بات کے پیچھے چھپی
تلخی جانے بغیر ہی نور عین نے آگے بڑھتے نرمی سے اُن کی پیشانی پہ
ہاتھ رکھا۔

کوئی ضرورت نہیں ہے ہمدردیاں جتانے کی۔ میں نے منع کیا ہے نا ”
تو مہربانی کر کے اس وقت میری نظروں سے دور ہو جاؤ۔“ ذیشان

صاحب کے فرق کا سارا غصہ نور عین پہ نکالتے عالیہ بیگم نے اب کی بار سختی سے اُس کے ہاتھ کو جھٹکا۔

ممائی کیا ہوا ہے آپ کو؟ مجھ سے ناراض ہیں کیا؟“ نور عین کو ابھی ”بھی اُن کے رویے کی سمجھ نہ آئی تو اُس نے فکر مندی سے اُن کے قریب بیٹھتے استفسار کیا۔

نہیں بہن، مجھے معاف کرو۔ میری یہ مجال نہیں ہے کہ میں تم سے ”ناراض ہوں یا تمہیں کچھ بولوں۔“ شائستہ بیگم کی باتیں سر پہ سوار ہونے کی وجہ سے عالیہ بیگم نے دونوں ہاتھ اُس کے سامنے جوڑتے بے زاری کا اظہار کیا تو وہ نا سمجھی سے اُن کی طرف دیکھنے لگی۔

آپ یقین کریں میں نے ماموں کو بالکل بھی یہ بات نہیں بتائی کہ ”میں زارون بھائی کے لیے چائے بنانے کچن میں گئی تھی۔ مجھے میری امی کی قسم ہے۔“ فی الحال اُن کے رویے کی جو وجہ سمجھ آئی نور عین نے اُس کے مطابق جواب دیتے قسم اٹھائی۔

قسم زندہ لوگوں کی ہوتی ہے، مردہ تو پہلے ہی مرا ہوا ہوتا ہے اس”
لیے اپنی یہ چالاکیاں کسی اور کو جا کر دکھاؤ۔“ حسد اور احساس کمتری
کی آگ میں اندھے ہوتے عالیہ بیگم نے طنزاً کہا تو نور عین کی زبان کو
ایک دم سے بریک لگی۔

ٹھیک ہے۔ سوری اگر مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی ہے تو...“ اُن کے”
لہجے سے زیادہ اُن کے الفاظ سے گھائل ہوتے نور عین نے معذرت
کی اور بامشکل اپنے آنسوؤں پہ قابو پاتے صوفے سے اُٹھ کر اپنے
کمرے کی جانب بڑھی۔

ہو نہہ آئی بڑی ہمد دریاں جتانے والی۔ ہم سب کو تو پاگل سمجھا ہوا”
ہے اس نے۔“ اپنے ہی الفاظ نے عالیہ بیگم کے ضمیر کو کہیں اندر
سے جھنجھوڑا تو انہیں نے خود غرضی کا لبادہ اوڑھے سر جھٹکا اور نور عین
کی معصومیت کے سامنے پگھلنے کے بجائے شائستہ بیگم کی لگائی ہوئی

آگ میں سُلگھتے اپنا دھیان بٹانے کے لیے ریموٹ اُٹھا کر ٹی وی آن کر
نے لگی۔

یار تم پاگل ہو؟ مطلب اُس نے خود تم سے اظہار کیا اور تم نے انکار ”
کر دیا۔“ ہانیہ کو جواب دینے کی بعد زارون کو اپنی غلطی کا احساس ہوا
تو اُس نے اپنا دل ہلکا کرنے کے لیے ساری بات شہریار کو بتائی جو اُس کا
کارنامہ سن کر بے یقینی سے اپنی جگہ سے اُچھلا۔

ہاں تو۔ اور کیا کرتا میں؟ میرے مستقبل کے متعلق بہت سے ”
ارادے ہیں جن سے تم اچھی طرح واقف ہو۔“ اُس کے رد عمل پہ
شرمندہ ہوتے زارون نے بات بنانے کی کوشش کی۔

میں تمہاری محبت سے بھی واقف ہوں اسی لیے ایک دوست ہونے ”
کی حیثیت سے تمہیں یہ بات سمجھا رہا ہوں کہ چیزوں کا متبادل ممکن

ہے مگر انسانوں کا نہیں۔ یار مستقبل کی خبر تو صرف اللہ کو ہے۔ کل کس کے ساتھ کیا ہونا؟ کون کتنا کامیاب ہوگا؟ یا کس کے حصے میں کون سی محرومیاں آئی گی اس کا فیصلہ صرف اور صرف خدا نے کرنا ہے۔ باقی مستقبل کی اس میں کسی من پسند انسان کو ٹھکرانا سراسر بے وقوفی ہے۔ تم نے غلط کیا اگر اُس نے تم سے ایسی کوئی بات کی بھی تھی تو تم سوچنے کے لیے وقت لیتے ایسے اُسے یوں فٹ سے جواب دینا بالکل بھی مناسب نہ تھا۔“ مقابل کو خاموش دیکھ کر شہریار نے اپنی بات جاری رکھتے اُسے اُس کی غلطی کا احساس دلایا۔

محنت کرنے والوں کی کبھی ہار نہیں ہوتی اور اب منزل کے اتنا پاس ”پہنچ کر میں خود کو ایسے رشتوں میں الجھانا نہیں چاہتا جو میرے خوابوں کی راہ میں رکاوٹ بنے۔“ شہریار کی باتوں پہ جذباتی ہونے کے بجائے زارون نے خود کو مضبوط رکھتے ایک اہم فیصلہ کیا۔

رشتے کبھی بھی رکاوٹ نہیں ہوتے اور ہو سکتا کہ اگلے کچھ سالوں ”
میں تمہیں بلندی پہ پہنچنے کے باوجود بھی ہانیہ کو کھونے کا احساس ہوا تو
کیا کرو گے تم؟ مطلب یہ وقت ایک بار تمہارے ہاتھ سے نکل گیا تو
ہزار کوششوں کے باوجود بھی واپس نہیں آئے گا اس لیے میرا مشورہ
یہی ہے کہ ایک بار تسلی سے اس معاملے پہ غور کرو۔“ دوست
ہونے کا فرض نبھاتے شہر یار نے اُس کے کندھے پہ ہلکا سا دباؤ ڈالا تو
زارون نے نظروں میں کشمکش لیے پریشانی سے اُس کی طرف دیکھا۔

یہ نور عین کو کیا ہوا ہے؟ بڑی چپ چپ ہے آج۔“ کالج سے ”
واپسی پہ اُس کی قینچی کی طرح چلتی زبان کو بریک لگی دیکھ کر عائشہ نے
ماں سے استفسار کیا جواب کچن میں کھڑی سالن بنانے میں مصروف
تھیں۔

تو رہنے دو چپ، تمہیں کیا مسئلہ ہے؟“ مصروف سے انداز میں ”
جواب دیتے عالیہ بیگم نے سوالیہ نظروں سے بیٹی کی طرف دیکھا۔
نہیں، مسئلہ تو کوئی نہیں بس مجھے لگا کہ شاید آپ دونوں کے ”
درمیان کوئی ان بن ہوئی ہے۔“ اپنا خیال ظاہر کرتے عائشہ نے
لاپرواہی سے کندھے اچکائے اور فریج سے دودھ نکال کر سلپ پہ
رکھنے لگی۔

نہیں کوئی ان بن نہیں ہوئی بس یہ جو کچھ دنوں سے زیادہ ہی ہوا ”
میں اڑ رہی تھی نا اُس کا علاج کیا ہے۔“ کسی قسم کی کوئی بھی
شرمندگی محسوس کیے بغیر عالیہ بیگم نے فخر سے بیٹی کو اپنی کارروائی
سے آگاہ کیا۔

اچھا کیا۔ میں تو آپ کو پہلے ہی بولتی ہوں کہ اسے تھوڑا کھینچ کے ”
رکھیں اور یہ جو مہارانیوں کی طرح ہر وقت بستر پہ بیٹھی رہتی ہے نا
اس کا بھی کوئی علاج کریں اور میری طرح اس کے ذمے بھی گھر کے

کچھ کام لگائیں۔“ ماں کے جواب سے دل میں ٹھنڈک محسوس کرتے عائشہ نے اُنہیں مزید شہ دی۔

ہاں کرتی ہوں کچھ، تم یہ سب چھوڑو اور یہ دھینہ کاٹ کر سالن میں ”ڈالو۔“ کلاک پہ نظر پڑتے ہی عالیہ بیگم کو وقت کا احساس ہوا تو اُنہوں نے بیٹی کے ذمے کام لگاتے چولہے کی دوسری سائیڈ پہ توار کھا تاکہ زارون اور اذلان کے آنے سے پہلے روٹیاں بنا سکیں۔

آپ نے ایسا کیوں کیا؟ اگر آپ کو یوں مجھے چھوڑ کر جانا تھا تو مجھے ابو“ کے پاس ہی رہنے دیتیں تاکہ کم از کم کوئی رشتہ تو میرا اپنا ہوتا۔“ عالیہ بیگم کی بات نے نور عین کو تکلیف دی تھی تب ہی اپنا دکھ کسی کے سامنے رونے کے بجائے اُس نے ہمیشہ کی طرح ماں کی تصویر نکالتے اُس سے گلے شکوے شروع کیے۔

مجھ سے یہاں کوئی پیار نہیں کرتا۔ سب مجھے بُرا سمجھتے ہیں اور ممانی ”
اذلان کی ہر غلطی معاف کر دیتی ہیں کیونکہ وہ اُس کی ماں ہیں مگر
میرے پاس آپ نہیں ہیں نا اسی لیے کوئی مجھے معاف نہیں کرتا۔“
آنکھوں کے سامنے آئی نمی کو صاف کرتے اُس نے ماں کے عکس کو
دھندلانے سے روکا۔

مجھے سمجھ نہیں آتی کہ یہ لوگ مجھ سے کیوں خفا رہتے ہیں؟ ایک ”
ماموں کو چھوڑ کر باقی سب ہی مجھے ڈانٹتے ہیں۔ کیا میں اتنی بُری
ہوں؟“ اپنی سوچ کے مطابق ماں سے سوال کرتے اُس کی آنکھیں
ایک بار پھر سے دھندلائیں تو اُس نے سختی سے اُنہیں رگڑا۔
آپ کو پتا ہے میں اذلان کی طرح منہ کھول کر ممانی سے ہر چیز نہیں ”
مانگ لیتی۔ کبھی میرا کچھ کھانے کو دل ہوتا ہے تب بھی میں اُنہیں
نہیں بولتی کہ وہ تھکی ہوئی ہیں۔ مجھے اُن کی لائی ہوئی چیز پسند نہیں آتی
تب بھی میں نے کبھی اُن سے شکوہ نہیں کیا پر پتا نہیں کیوں اُنہیں اب

اکثر ہی مجھ پہ غصہ آجاتا ہے۔“ چھوٹے ذہن کی وجہ سے وہ عالیہ بیگم کی ناراضگی سمجھنے سے قاصر تھی اسی لیے ماں کے عکس سے سوال کرتے اُس نے مدد طلب نظروں سے اُنہیں دیکھا۔

اچھا ہوتا اگر میں بھی آپ کے ساتھ مر جاتی تو ان لوگوں کو میری ”وجہ سے اتنی پریشانی نہ ہوتی۔“ آنے والے وقت سے انجان اُس نے زندگی کی چھوٹی چھوٹی مشکلات سے گھبراتے موت کو اپنے لیے بہتر سمجھتے خواہش کی اور حسرت سے اُس کاغذ کے ٹکڑے کو دیکھنے لگی جس کے رنگ اُس کی ادا سی دیکھ کے پھیکے پڑ چکے تھے۔

اُف ف اس شہر یار کے بچے کو تو کچھ بتانا ہی فضول ہے۔“ یونیورسٹی سے آتے ہی زارون نے بھوک نہ ہونے کا بہانہ بناتے اپنے کمرے کا رخ کیا اور بیگ رکھتے ہی اپنے دوست کی باتوں کو سوچنے لگا۔

مجھے اپنے فیصلے میں کوئی غلطی نہیں لگ رہی مگر پھر بھی پتا نہیں ”
کیوں دل کو ایک ملال سا ہو رہا ہے۔“ کچھ دیر شہریار کی باتوں پہ غور
کرنے کے بعد اُس نے اپنے اندر بڑھتی الجھن پہ بے زاری ظاہر کی۔
میں جانتا ہوں یہ سب وقتی ہے مطلب مجھے کبھی بھی ہانیہ کو لے کر ”
ایسا کچھ خاص محسوس نہیں ہوا جتنا وہ سمجھ کر بیٹھی ہے۔“ اپنی بے
چینی کی خود ہی وضاحت دیتے اُس نے ہانیہ کے احساسات کو خوش
فہمی قرار دیا۔

بس مجھے کچھ سوچنے کی ضرورت نہیں ہے میں نے جو بھی فیصلہ کیا ”
وہ ٹھیک ہے اور پہلے کب میں شہریار کے دماغ سے اپنے فیصلے کرتا
ہوں جو آج میں اُس کے فلسفوں پہ عمل کروں۔“ خود غرضی کا لبادہ
اوڑھے زارون نے اپنے مستقبل کو ہانیہ پہ ترجیح دیتے محبت کو دل کے
کسی ویران کونے میں دفنایا اور مزید اس سوچ میں الجھنے کے بجائے

اُٹھ کر واش روم کی جانب بڑھاتا کہ وضو کر کے عصر کی نماز ادا کر سکے۔

اگر تمہارا یہ سوگ ختم ہو گیا ہو تو اُٹھ کر کھانا کھا لو۔“ ماں کے ”
ساتھ سارا کام وغیرہ ختم کروانے کے بعد وہ کمرے میں آئی تو نور عین
ابھی بھی افسردہ سی بیڈ کے ساتھ ٹیک لگائے نیچے زمین پہ بیٹھی تھی۔
مجھے بھوک نہیں ہے۔“ اُس کی آواز سنتے ہی جلدی سے اپنا چہرہ ”
صاف کرتے اُس نے عائشہ کی طرف دیکھنے سے مکمل گریز برتا۔
ٹھیک ہے تمہاری مرضی۔“ الماری سے اپنا جوڑا نکالتے اُس نے ”
بھوک نہ ہونے کی کوئی بھی وضاحت مانگنے کے بجائے لاپرواہی سے
کہا۔

آپ کہیں جارہی ہیں؟“ اُس کے ہلکے گلابی رنگ کے خوبصورت ”
جوڑے کو دیکھ کر نور عین نے اندازاً پوچھا۔

ہاں، میری دوست کی برتھ ڈے ہے وہاں جارہی ہوں۔ یہ نیالیا“
ہے میں نے۔ دیکھو پیارا ہے نا؟“ اُس کی نظریں اپنے جوڑے پہ
مرکوز دیکھ کر عائشہ نے اُسے اپنے ساتھ لگاتے سوالیہ نظروں سے
مقابل کی طرف دیکھا۔

جی بہت پیارا ہے۔ میں بھی مممانی سے بولوں گی کہ مجھے شادی پہ اسی“
رنگ کا جوڑا بنادیں۔“ اُس دلکش اور خوبصورت رنگ کو دیکھ کر
نور عین نے تعریف کرنے کے ساتھ ہی اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا تو
عائشہ کے ماتھے پہ بل پڑے۔

پرامی نے تو تمہارے لیے سارے فنگشن کے ڈریسز لے لیے ہیں“
اور اگر تمہیں یہ زیادہ پسند ہے تو مجھے ایک دو بار پہن لینے دو پھر میں

تمہیں دے دوں گی۔“ اپنی ناگواری چھپاتے عائشہ نے اُسے اطلاع دینے کے ساتھ ہی ہمدردی سے پیشکش کی۔

نہیں یہ تو میرے پہ کھلا ہوگا۔ میں اسے کیسے پہنوں گی۔“ عائشہ کے ”جسامت دیکھ کر نور عین نے بغیر سوچے سمجھے ہی معصومیت سے کہا۔ بس بس میں اتنی بھی موٹی نہیں ہوں اور اگر کھلا ہوا تو امی تمہیں ”سلانی لگا دیں گی اور یہ بہت مہنگا ہے اس لیے اب ایسے جوڑے کی فرمائش کر کے امی کو مزید پریشان مت کرنا۔“ اُس کی نظروں میں واضح پسندیدگی دیکھ کر عائشہ نے ایک مفید مشورہ دیتے ساتھ ہی اُسے نصیحت کی۔

ٹھیک ہے۔ اس کی بات پہ خاموشی اختیار کرتے نور عین نے اپنی ”خواہش کو دبایا اور اثبات میں سر ہلاتے ہاتھ میں پکڑی تصویر واپس دراز میں رکھنے لگی۔

ہاں یار کہاں ہو تم؟“ وہ نماز ادا کرنے کے بعد اپنے لیپ ٹاپ پہ ”
ایک اسائنمنٹ بنا رہا تھا جب فیضان کی کال نے اُسے اپنی جانب متوجہ
کیا۔

میں گھر ہوں۔“ اُس کے سوال پہ بلا ارادہ ہی کلاک کی طرف ”
دیکھتے زارون نے تھوڑی حیرت کا اظہار کیا۔
ٹھیک ہے پھر پمز میں پہنچ جاؤ۔ ابو کی طبیعت اچانک خراب ہو گئی ”
تھی تو میں اُنہیں یہاں لے آیا ہوں۔“ ایک دم سے بتانے کے
بجائے فیضان نے اُس کے گھر ہونے کی تصدیق کرتے تھوڑا سنبھل
کے بتایا۔

کیا مطلب؟ کیا ہوا ہے ابو کو؟ وہ ٹھیک ہیں نا؟“ دوسری طرف ”
سے اطلاع ملتے ہی اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے زارون نے فکر مندی
سے پوچھا۔

پتا نہیں، ڈاکٹر چیک کر رہے ہیں پلینز تم جلدی آجاؤ مجھے خود بہت ”
گھبراہٹ ہو رہی ہے۔“ ایک نظر آئی سی یو پہ ڈالتے فیضان نے
چھوٹے بھائی سے کچھ بھی چھپانے کے بجائے اُسے حالات کی سنگینی
سے آگاہ کیا۔

ٹھیک ہے آپ فکر نہ کریں میں بس ابھی آتا ہوں۔“ اپنی پریشانی پہ ”
قابو پاتے زارون نے دوسری طرف تسلی دی اور لیپ ٹاپ بند
کرتے تیزی سے باہر کی جانب بڑھا۔
زارون کہاں جا رہے ہو تم؟“ اُسے ہڑبڑاہٹ میں بیرونی ”
دروازے کی جانب بڑھتا دیکھ کر عالیہ بیگم نے فکر مندی سے آواز
لگائی۔

ایک دوست کی طرف جا رہا ہوں۔“ پلٹ کر دیکھنے کے بجائے ”
اُس نے جھوٹ کا سہارا لیتے ماں کی بات کا جواب دیا اور جلدی سے باہر
نکل گیا۔

اُف ف اس لڑکے کی بھی مجھے سمجھ نہیں آتی۔ پتا نہیں ہر وقت کون ”
سی دنیا میں مگن رہتا ہے۔“ اُس کی تیزی دیکھ کر عالیہ بیگم نے خود
کلامی کی اور سر جھٹکتے اذ لان کے کمرے کی جانب بڑھیں تاکہ اُسے
دکان سے انڈے لانے کا بول سکیں۔



سر کیسی طبیعت ہے اب میرے والد کی؟ اور ایسے اچانک اُنہیں کیا ”
ہو گیا تھا؟“ ڈاکٹر کو آئی سی یو سے باہر نکلتا دیکھ کر فیضان نے جلدی
سے آگے بڑھتے اُنہیں مخاطب کیا۔

آپ کے والد کو ہارٹ اٹیک ہوا ہے مگر پریشانی کی کوئی بات نہیں۔“
کیونکہ تمام معاملات ہمارے کنٹرول میں ہیں۔“ فیضان کی فکر دیکھ
کر ڈاکٹر نے نرمی سے اُس کی بات کا جواب دیا۔

کیا میں اُن سے مل سکتا ہوں؟ اور وہ ہوش میں آگئے ہیں کیا؟“
ہارٹ اٹیک کے نام پہ فیضان کی فکر اور بڑھی تو اُس نے بے چینی سے
آئی سی یو کی طرف دیکھا۔

نہیں، ابھی آپ اُن سے نہیں مل سکتے کیونکہ ایک اٹیک کے بعد“
چوبیس گھنٹوں تک دوسرے اٹیک کا خدشہ رہتا ہے اس لیے فی
الوقت ہم اُنہیں اپنی زیر نگرانی رکھیں گے تاکہ اس قسم کا کوئی مسئلہ
پیدا نہ ہو۔“ مقابل کی حالت کو سمجھتے ڈاکٹر نے تفصیل کے ساتھ
ملاقات نہ کرنے کی وجہ بتائی اور نرس کے بلانے پہ پلٹ کر واپس آئی
سی یو کی جانب بڑھا تو فیضان نے سست روی سے اپنا رخ وہاں لگی
کر سیویں کی جانب کیا۔

کیا ہوا ہے ابو کو؟ ڈاکٹر ز نے کچھ بتایا؟ کیسی طبیعت ہے اُن کی؟ وہ ”
ٹھیک تو ہیں نا؟“ ہسپتال پہنچتے ہی زارون نے ریسپشن سے
معلومات لیتے اپنا رخ ایمر جنسی کی جانب کیا جہاں داخلے کے چند
سیکنڈز بعد ہی اُسے فیضان ایک کرسی پر بیٹھا نظر آچکا تھا۔
ہاں ٹھیک ہیں اور میری بات ہوئی ہے ڈاکٹر سے۔“ کسی اپنے کی ”
موجودگی کا احساس ہوتے ہی فیضان کو تھوڑی ڈھارس ملی تو اُس نے
اپنی فکر چھپاتے نرمی سے چھوٹے بھائی کی بات کا جواب دیا جو اُس سے
بھی زیادہ بوکھلایا ہوا تھا۔

کیا کہا ڈاکٹر نے؟ اور کہاں ہیں ابو؟ آپ اُن سے ملے؟“ دونوں ہاتھ ”
مقابل کے بازوؤں پہ رکھتے زارون نے ایک ہی سانس میں کئی سوال
پوچھے۔

نہیں ملا نہیں ہوں پر ڈاکٹر نے بتایا ہے کہ وہ اب ٹھیک ہیں اور ”
پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ تم بیٹھو سانس لے لو پھر بات کرتے
ہیں۔“ اُس کے چہرے پہ ہوائیاں اڑی دیکھ کر فیضان نے اُسے
دلاسہ دیتے اپنے ساتھ بٹھایا۔

میں ٹھیک ہوں پلیز آپ بولیں۔ کیا مسئلہ ہے؟ ابو ٹھیک ہیں نا؟“
دل میں انجانے سے خوف کی وجہ سے زارون کو فیضان کا یوں
خاموش ہونا بُرا لگا تو اُس نے پھر سے اپنی بات دوہراتے سوال کیا۔
ہاں یار ٹھیک ہیں، تم کیوں پریشان ہو رہے ہو۔ ڈاکٹر نے بولا ہے کہ ”
ہارٹ اٹیک ہوا ہے مگر صورتحال اُن کے کنٹرول میں ہے اس لیے فکر
کی کوئی بات نہیں۔“ اُسے بے چین دیکھ کر فیضان نے اُس کے
کندھے پہ ہاتھ رکھتے نرمی سے بتایا۔

ہارٹ اٹیک؟ میں آپ کو بول رہا تھا نا کہ سینے میں اتنی تکلیف ہونا ”
عام نہیں ہے اور ابو کی رپورٹ بھی اچھی نہیں آئی تھی اسی لیے بار بار

چیک کر وانے کا کہہ رہا تھا مگر میری بات پہ کسی نے غور نہیں کیا۔“

ذیشان صاحب کے ساتھ ساتھ فیضان کو بھی اُس کی لاپرواہی کا احساس دلاتے زارون نے ایک نظر آئی سی یو کے بند دروازے پہ ڈالی۔

مجھے کیا خبر تھی ایسا کچھ ہو جائے گا۔ میں تو دو تین بار ابو کو منانے کی”

کوشش کر چکا تھا مگر انہوں نے میری بات پہ توجہ نہیں دی۔“ پچھلے

کچھ دنوں سے شادی کی تیاریوں میں مصروف ہونے کے باعث اُس

کی اطلاع کے باوجود بھی فیضان نے اس بات پہ زیادہ غور نہیں کیا

جس کا نتیجہ ایک بڑی پریشانی کی صورت اُس کے سامنے تھا۔

اچھا بس چھوڑیں اب اس بات کو اور یہ بتائیں کہ ڈاکٹر نے اور کیا”

کہا؟ مطلب آپ کی ملاقات ہوئی ابو سے؟“ بڑے بھائی کو شرمندہ

دیکھ کر زارون نے اپنی غلطی بھی شامل ہونے کی وجہ سے اُسے مزید

الزام دینے کے بجائے بات بدلی۔

نہیں، میری ملاقات نہیں ہوئی۔ ڈاکٹر بول رہا تھا کہ ابھی چوبیس ”
گھنٹوں تک دوسرے اٹیک کا خدشہ ہے اس لیے اپنی نگرانی میں
رکھیں گے۔“ دل میں ملال محسوس کرتے فیضان نے مقابل کے
استفسار پہ اُس کی معلومات میں مزید اضافہ کیا تو زارون نے اثبات
میں سر ہلاتے اُسے تسلی دی جو خود بھی کافی پریشان لگ رہا تھا۔

ہاں فیضان کہاں رہ گئے ہو تم لوگ آج؟“ گھڑی کی سوئیوں نے ”
دس بجے کا اعلان کیا تو عالیہ بیگم نے فکر مندی سے بیٹے کو کال ملائی۔
جی، وہ تھوڑا کام پڑ گیا تھا ہمیں۔ آپ پریشان نہ ہوں اور کھانا کھالیں ”
ہم لوگ بس کچھ دیر میں آتے ہیں۔“ زارون کے اشارے پہ فی
الوقت خاموشی اختیار کرتے فیضان نے ایک مناسب بہانہ بنایا۔

کیا کام؟ پہلے تو تم لوگ کبھی بھی اتنا لیٹ نہیں ہوئے اور تمہارے ”
ابو کہاں ہیں؟ وہ بھی تمہارے ساتھ ہیں؟“ دل میں عجیب سے بے
چینی محسوس کرتے عالیہ بیگم نے بیٹے کی بات سنتے ہی شوہر کے
بارے میں پوچھا۔

جی ابو بھی ساتھ ہی ہیں اور آپ پریشان نہ ہوں ہم بس کچھ دیر میں ”
آ رہے ہیں۔“ مزید بات کرنے کے بجائے ماں کو تسلی دیتے اُس نے
فٹ سے کال منقطع کی۔

پتا نہیں کیا کرتے ہیں یہ لڑکے۔ ایک شام سے دوست کا بول کر ”
غائب ہے اور دوسرا باپ کے ساتھ مصروف ہے پر اتنی عقل نہیں
کہ ایک بار کال کر کے ماں کو اطلاع کر دیں۔“ فیضان کی طرف سے
تسلی ہونے کے بعد عالیہ بیگم نے زارون کا نمبر ملا یا تا کہ لگے ہاتھوں
اُس کی بھی خبر لے سکیں۔

بھائی آپ گھر چلے جائیں۔ میں ابو کے پاس رک جاؤں گا۔“ ماں کی ”
کال سننے کے بجائے اُسے منقطع کرتے زارون نے فیضان کو مخاطب
کیا۔

نہیں، میں رک جاتا ہوں تم چلے جاؤ اور کسی طریقے سے امی کو بتا دینا“
کیونکہ اُن سے یہ بات چھپانا مناسب نہیں۔“ چھوٹے بھائی کا مشورہ
سننے ہی اُسے تاکید کرتے فیضان نے اُسے گھر جانے کا بولا۔
نہیں، وہ میری بات نہیں سمجھیں گی اس لیے پلیز آپ چلے جائیں“
ویسے بھی آپ سارا دن کے تھکے ہوئے ہیں۔“ بڑے بھائی کا احساس
کرتے زارون نے اپنی بات پہ زور دیتے اُس کے چہرے کی طرف
دیکھا۔

ٹھیک ہے پھر تم رکو، میں گھر سے ہوتا ہوں اور تمہارے لیے کھانا”
بھی لے آؤں گا۔“ رات رکنے کے بجائے فیضان نے ایک مناسب
حل نکال کر اُس کے سامنے رکھا۔

ٹھیک ہے پر کچھ دیر آرام بھی کر لیجیے گا۔“ اب کی بار اعتراض کیے”
بغیر زارون نے نرمی سے تاکید کی تو فیضان نے اثبات میں سر ہلایا اور
ذیشان صاحب کا خیال رکھنے اور کسی بھی ایمر جنسی کی صورت فوراً
کال کرنے کا بول کر دائیں جانب موجود دروازے کی جانب بڑھا۔

یار کیا ہوا ہے تمہیں؟ اگر زخموں میں درد ہو رہا ہے تو میں تمہیں”
ڈاکٹر کے پاس لے جاتا ہوں۔“ اُس کی نم سو جی ہوئی آنکھوں کو دیکھ
کر اذلان کا دل بُرا ہوا تو اُس نے مقابل کے ساتھ ہی نیچے زمین پہ
بیٹھتے استفسار کیا۔

نہیں، درد نہیں ہے۔“ نفی میں سر ہلاتے نور عین نے اپنے آنسو ”
چھپانے کے لیے پلکیں جھکائیں۔

تو پھر ایسے افسردہ کیوں ہو؟ امی نے کچھ بولا ہے؟ یا عائشہ آپی ”
نے؟“ اُس کے جواب سے مطمئن نہ ہوتے ہوئے اذلان نے ایک
بار پھر سے اُسے کریدنے کی کوشش کی۔

نہیں، کسی نے کچھ نہیں بولا۔ بس شام سے پتا نہیں کیوں میرا دل ”
کچھ پریشان سا ہے۔ ایسا لگ رہا جیسے کچھ غلط ہونے والا ہے۔“ اپنی
بے چینی کا ذکر کرتے اُس نے آنکھوں کے نم کناروں کو صاف کیا۔
ہو نہہ حد ہے یار تم کوئی نجومی ہو کیا؟ جو دل پریشان ہونے پہ یہ بتا ”
سکو کہ کچھ غلط ہونے والا ہے۔“ اُس کی بات کو مذاق میں اُڑاتے
اذلان نے بامشکل اپنی ہنسی کو کنٹرول کیا۔

نہیں، نجومی نہیں ہوں پر پتا نہیں مجھے عجیب سالگ رہا ہے۔“ اُس کی طرف دیکھے بغیر ہی اپنی نگاہیں گیٹ پہ ٹکاتے نور عین نے سنجیدگی سے کہا۔

ہاں میں جانتا ہوں کہ کیوں عجیب لگ رہا تمہیں۔ یقیناً کوئی شکایت لگانی ہوگی ابو کو مگر وہ ابھی تک گھر نہیں آئے نا اسی لیے نور عین میڈم کو اپنی کیفیت انڈین ڈراموں کی ہیر وئن جیسی لگ رہی جس کا دل غلط ہونے سے پہلے ہی سب کچھ محسوس کر لیتا ہے۔“ اُس کی وضاحت پہ منہ بسورتے اذلان نے طنز آگاہا تو نور عین نے اب کی بار غصے سے اُس کی طرف دیکھا۔

زیادہ فضول بولنے کی ضرورت نہیں ہے اور مجھے کوئی شوق نہیں ہے تم لوگوں کی شکایت لگانے کا۔“ لفظوں کو چباتے نور عین نے سختی سے خود پہ لگے الزام کی تردید کی۔

تو کیا شوق ہے؟ یار میں تو کہتا ہوں جب تک ابو لوگ نہیں آتے ہم”
دونوں لوڈو کھیلتے ہیں یا کیرم بورڈ؟“ اُس کے غصے کو سنجیدہ لینے کے
بجائے اذلان نے سوال پوچھتے ساتھ ہی اپنی رائے دی۔

نہیں، مجھے نہیں کھیلنا۔ تم اپنی امی کے ساتھ کھیل لو۔“ عالیہ بیگم”
سے ناراضگی کی وجہ سے نور عین نے اُنہیں اپنے رشتے سے مخاطب
کرنے کے بجائے اذلان کے رشتے سے پکارا۔

ہمم مطلب شکایتیں اس بار امی کی لگاؤ گی۔ ویسے مجھے تمہاری شکل”
دیکھ کے ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ آج ضرور تمہاری امی سے طبیعت صاف
ہوئی ہے۔“ اُس کی بات کو پکڑتے اذلان نے اپنے خدشے کے
ٹھیک ہونے پہ فخر سے کالر جھٹکا۔

ہاں ہوئی ہے صاف۔ جب انسان کے اپنے ماں باپ مر جاتے ہیں نا”
تو دوسرے اسی طرح آپ کی طبیعت صاف کرتے ہیں۔“ وہ جو پہلے

ہی بھری بیٹھی تھی اذلان کی بات سنتے ہی اُس پہ چلائی اور اپنی جگہ سے اُٹھتے تیزی سے اندر کی جانب بڑھی۔

ہو نہہ آج کل بھلائی کا تو زمانہ ہی نہیں ہے۔“ نور عین کا رد عمل ” دیکھ کر اذلان نے منہ بسور اور کسی بھی بات کا اثر دل و دماغ پہ لینے کے بجائے بے فکری سے سیٹی بجاتے بیرونی دروازے کی جانب بڑھا تاکہ عائشہ کو اُس کی دوست کی طرف سے لاسکے۔

کہاں تھے تم؟ ٹائم دیکھا ہے۔“ دوسری طرف کال ریسیو ہوتے ” ہی سائرہ نے دعا و سلام کے بغیر ہی اپنے غصے کا اظہار کیا۔ ہاں بس ایک کام میں مصروف تھا۔ ابھی گھر آیا ہوں تم بتاؤ کیوں ” کال کر رہی تھیں؟“ اپنی پریشانی میں غرق فیضان نے موبائل کندھے میں دباتے جیب سے چابی نکال کر گیٹ کھولا۔

کیا مطلب کیوں کال کر رہی تھیں؟ لگتا ہے تم مجھ سے کچھ زیادہ ہی ”
بے زار ہو۔“ مقابل کی پریشانی جانے بغیر ہی سائرہ نے اُس کے
سوال پہ اپنی انا کو بلند رکھتے طنز کیا۔

نہیں، بے زار نہیں ہوں وہ میں راستے میں تھا اسی لیے پوچھا۔“
بائیک اندر کرتے فیضان نے غائب دماغی سے وضاحت دی۔
اچھا ٹھیک ہے کھانا وغیرہ کھاؤ اور سو جاؤ میں بھی سونے لگی ”
ہوں۔“ مقابل کا جواب سنتے ہی سائرہ کا پارامزید چڑھا تو اُس نے
اپنی بات مکمل کرتے ہی ٹھک سے فون بند کیا۔

اس لڑکی کو تو ہر وقت اپنی پڑی رہتی ہے۔ نہ کسی کی تکلیف کا احساس ”
ہے اور نہ ہی پریشانی کا۔“ سائرہ کے یوں کال منقطع کرنے پہ فیضان
کے ماتھے پہ بل پڑے تو اُس نے موبائل واپس جیب میں رکھتے گیٹ
بند کیا اور سست روی سے قدم اٹھاتے گھر کے اندرونی حصے کی جانب
بڑھا۔

السلام علیکم!“ گھر میں قدم رکھتے ہی اُس نے باآواز بلند سلام کیا تو”
عالیہ بیگم کے ساتھ ساتھ نور عین کے کان بھی کھڑے ہوئے جو
اذلان سے منہ ماری کرنے کے بعد ذیشان صاحب کے انتظار میں
وہیں لاؤنج میں بیٹھ گئی تھی۔

وعلیکم السلام! آج کچھ زیادہ ہی دیر نہیں کر دی تم لوگوں نے؟“
نظروں کا رخ دروازے کی جانب رکھتے عالیہ بیگم نے بیٹے کے سلام کا
جواب دیتے فکر مندی سے پوچھا۔

جی۔“ اُن کے سامنے جھکتے فیضان نے یک لفظی جواب دیتے اگلے”
سوال کے لیے خود کو تیار کیا۔

کیا کام تھا اور ابو کہاں ہیں تمہارے؟ وہ نہیں آئے کیا؟“ اُس کے ”
کندھے پہ ہاتھ رکھتے عالیہ بیگم نے چند منٹ گزرنے کے بعد بھی کسی
کو بیرونی دروازے سے اندر داخل ہوتا نہ دیکھ کر سوال کیا۔
”نہیں۔“ ایک نظر اُن کے چہرے پہ ڈالتے فیضان نے نفی میں سر ”
ہلایا۔

کیوں؟ کہاں ہیں وہ؟ اور زارون بھی شام سے کہیں غائب ہے۔“
میں نے کال کی تھی مگر اُس نے ریسپونڈ نہیں کی۔“ بیٹے کے تاثرات
سے کسی خطرے کا احساس ہوتے ہی عالیہ بیگم نے فکر مندی سے
زارون کا ذکر کیا۔

وہ ٹھیک ہے اور ابو کے پاس ہے۔ وہ دراصل شام میں ابو کی طبیعت ”
ایک دم سے خراب ہو گئی تھی تو میں اُنہیں ہسپتال لے گیا تھا۔“
اُنہیں مزید الجھانے کے بجائے فیضان نے سیدھا مدد کی بات آتے
اطلاع دی تو نور عین فٹ سے لاؤنج سے نکل کر اُن کے قریب آئی۔

کیا ہوا ہے ماموں کو؟ بھائی آپ پلیز مجھے اُن کے پاس لے جائیں۔ وہ”
ٹھیک تو ہیں نا؟“ عالیہ بیگم کے کچھ بولنے سے پہلے ہی نور عین نے
بے تابی سے اُس کی جانب بڑھتے سوال کیا۔

ہاں، ٹھیک ہیں تم پریشان نہ ہو۔“ اُس کے سر پہ ہاتھ رکھتے فیضان
نے اُسے تسلی دی۔

ٹھیک ہیں تو ہسپتال میں کیا کر رہے ہیں؟ اور تم لوگوں نے مجھ سے”
جھوٹ کیوں بولا؟ صبح تو بالکل ٹھیک تھے پھر ایک دم سے کیا ہوا؟“
ذیشان صاحب کے تکلیف میں ہونے کا سنتے ہی اپنے سارے گلے
شکوے بھلاتے عالیہ بیگم نے پریشانی سے بیٹے کی طرف دیکھا۔
ہارٹ اٹیک آیا ہے پر پریشانی کی کوئی بات نہیں اب وہ بالکل ٹھیک”
ہیں۔“ ماں کا سوال سنتے ہی سچ بتاتے فیضان نے اُن دونوں کے
سروں پہ بم پھوڑا۔

مجھے ماموں کے پاس جانا ہے مجھے اُنہیں دیکھنا ہے بس آپ مجھے اُن کے پاس لے کر جائیں۔“ بیٹے کی بات سنتے جہاں عالیہ بیگم کی زبان پہ چپ کا تالا لگا وہیں نور عین نے تڑپتے ہوئے بے چینی سے فیضان کا ہاتھ پکڑا۔

صبح لے جاؤں گا بس ابھی تم اُن کے لیے دعا کرو اور امی پلیز آپ کھانا پیک کر دیں مجھے واپس ہسپتال جانا ہے۔“ اپنا ہاتھ اُس کے ہاتھ سے آزاد کرتے فیضان نے اُسے نرمی سے سمجھایا اور ماں کو مخاطب کیا جو رات سے دل و دماغ میں بنے نفرت کے پہاڑوں کو ایک دم سے گراتے اپنی آنکھوں سے آنسو صاف کرنے لگیں۔

پلیز آپ پریشان نہ ہوں۔ میں بتا رہا ہوں نا کہ ابو ٹھیک ہیں۔ وہ تو“ بس ڈاکٹر نے اپنی تسلی کے لیے اُنہیں رکھا ہے تاکہ دوبارہ کوئی مسئلہ نہ بنے۔“ ماں کو پریشان دیکھ کر فیضان نے اُن کی جانب بڑھتے

اُنہیں اپنے ساتھ لگایا جو اپنی غلطی کا ملال دل میں لیے دبی دبی سے
سسکیاں بھرنے لگی تھیں۔

امی پلیز خود کو سنبھالیں اور شکر ادا کریں کہ ابو ٹھیک ہیں۔ انہیں ”
اپنے ساتھ لگا کر دلا سہ دیتے فیضان نے نرمی سے سمجھایا تو نور عین
نے خود ہی اپنے آنسوؤں کو صاف کیا اور پلٹ کر کمرے کی جانب
بڑھی تاکہ ذیشان صاحب کے لیے دعا کر سکے۔

Zubi Novels Zone

مجھے نہیں پتا کہ دعائیں کیسے قبول ہوتی ہیں یا آپ لوگوں کی باتیں ”
کیسے سنتے ہیں مگر میں یہ جانتی ہوں کہ آپ بہت اچھے ہیں اور بچوں کی
ہر دعا قبول کرتے ہیں اس لیے پلیز میرے ماموں کو ٹھیک کر دیں۔
آپ نے پہلے ہی میری امی کو اپنے پاس بلا لیا ہے۔ میرے ابو بھی مجھ

سے نہیں ملتے اور اگر اب ماموں کو کچھ ہو گیا تو مممانی مجھ پہ بہت ظلم کریں گی۔“ دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے اُس نے عائرہ کی بات کو مدِ نظر رکھتے شکوؤں کا باب کھولا۔

میرا ماموں کے علاوہ اس دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ کوئی بھی مجھے پیار نہیں کرتا۔“ کسی اپنے کو کھونے کے احساس سے ہی اُس کی آنکھیں دھندلائیں تو اُس نے ہاتھ کی پشت سے اُنہیں رگڑا۔ مجھے نہیں پتا آپ میری بات کیسے مانیں گے مگر مجھے اپنی بات منوانی ہے اس لیے پلیز آپ مجھے تکلیف دے دیں مگر میرے ماموں کو کچھ نہ کریں۔ بے شک اُن کی جگہ میں مر جاؤں پر اُنہیں ٹھیک کر دیں۔“ اپنی موت کے ذکر پہ جھر جھری لیتے نور عین کو مزید رونا آیا تو اُس نے بے بسی سے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپایا اور کسی بھی چیز کی پروا کیے بغیر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

اس شخص کو کبھی بھی میرا احساس نہیں ہوتا۔ ہر وقت بس دکان اور ”
گھر والوں کی پڑی رہتی ہے۔“ کافی دیر انتظار کے بعد بھی فیضان کی
کال نہ آئی تو سائرہ نے غصے سے موبائل بیڈ پہ پٹخا۔

پتا نہیں کیسے جان چھڑواؤں گی میں اس کی ان ہمدردیوں سے۔““
کھڑکی سے باہر پھیلی تاریکی کو دیکھتے اُس نے بے چینی سے سوچا۔
بس ایک بار شادی ہو جائے پھر میں خود ہی سب سیٹ کر لوں گی اور ”
اس شخص کی ساری اکڑ نکال دوں گی جسے میری ناراضگی ہمیشہ ہی غیر
اہم اور فضول لگتی ہے۔“ حسد کی آگ میں تلملاتے اُس نے دل ہی
دل میں ارادہ کرتے سختی سے اپنے دانت پیسے۔

میں بھی نہیں کروں گی کال بلکہ موبائل ہی بند کر دیتی ہوں تاکہ ”
مزید دماغ خراب نہ ہو۔“ حقیقت سے انجان سائرہ نے خود کلامی کی
اور فٹ سے پلٹتے اپنا موبائل اٹھاتے اُسے سوچ آف کرنے لگی۔

بھائی آپ مجھے بھی ساتھ لے جائیں۔“ اذلان عائشہ کو لے کر گھر پہنچا تو ذیشان صاحب کے بارے میں سن کر وہ دونوں بھی پریشان ہوئے۔

تم وہاں جا کر کیا کرو گے؟ گھر رہو اور امی کا خیال رکھو۔ ابوان“
شاء اللہ کل تک آجائیں گے۔“ انہیں اپنے ساتھ لگاتے فیضان نے نرمی سے سمجھایا۔

ابو ٹھیک ہیں نا؟ پلینز آپ ہسپتال جاتے ہی میری ان سے بات کروا“
دیجیے گا۔“ آنکھوں میں نمی لیے عائشہ نے بھائی کے سینے سے سر اٹھاتے تاکید کی۔

ٹھیک ہے میں کروادوں گا بس اب تم دونوں یہ رونا دھونا بند کرو“
اور جا کر سکون سے سو جاؤ۔ رات بہت ہو گئی ہے۔“ عائشہ کی بات

پہ ہامی بھرتے فیضان نے اُنہیں سمجھایا اور ماں کو جلدی کھانا پیک کرنے کا کہتے خود بھی اپنے کمرے کی جانب بڑھاتا کہ کپڑے تبدیل کر سکے۔

یا اللہ مجھے معاف کر دے۔ پتا نہیں غصے میں، میں نے اپنے شوہر کے لیے کون سے کون سے الفاظ منہ سے نکال دیے۔ “کھانا پیک کر کے دینے کے بعد عالیہ بیگم نے اپنے کمرے میں جاتے وضو کیا اور رب کے حضور پیش ہوتے اپنی کوتاہی کی معافی مانگی۔

میں ایسا کچھ نہیں چاہتی تھی اور نہ ہی مجھے اندازہ تھا کہ ذیشان کی طبیعت خراب ہے۔ پتا نہیں کیوں اس بار میں نے اپنے شوہر کی نافرمانی کی اور اُنہیں یوں بُرا بھلا کہا۔ میں بہت بُری ہوں، میں نے ایک معصوم اور بن ماں کی بچی کا دل دکھایا شاید اسی لیے ہم پہ یہ آفت

آئی۔“ اپنے صبح بولے گئے الفاظ کو سوچتے عالیہ بیگم کو مزید شرمندگی ہوئی تو انہوں نے اپنے رب کے سامنے ہاتھ جوڑتے فریاد کی۔

مجھے نور عین سے معافی مانگنی چاہیے۔ یہ سب اسی وجہ سے ہوا۔“
ہے۔“ دعا کے دوران ہی انہیں اپنی غلطی کا شدت سے احساس ہوا
تو انہوں نے جلدی سے اپنے چہرے پہ ہاتھ پھیرے اور جائے نماز
اکٹھا کرتے اٹھیں تاکہ اُس کے کمرے میں جا کر اُسے مناسکیں۔

نور عین کہاں ہے؟“ کمرے میں داخل ہوتے ہی عائشہ کو بیڈ پہ
بیٹھا دیکھ کر عالیہ بیگم نے متلاشی نظروں سے ارد گرد نظر دوڑائی۔
واش روم میں ہے۔ سب خیریت ہے نا؟ ابو ٹھیک ہیں؟“ اُن کی
بات کا جواب دیتے ہی عائشہ نے ہاتھ میں پکڑا موبائل سائیڈ پہ رکھا۔

ہاں ٹھیک ہیں۔ مجھے نور عین سے بات کرنی تھی۔“ بیٹی کو تسلی دیتے عالیہ بیگم نے اپنے آنے کا مقصد بتایا۔

کیا بات؟ اس نے پھر سے کوئی بد تمیزی کی ہے کیا آپ سے؟“ ماں کی بات سنتے ہی اندازہ لگاتے وہ بیڈ سے اتر کر اُن کے قریب آئی۔ نہیں، مجھے نور عین سے معافی مانگنی ہے کیونکہ شاید غصے میں آج میں نے اس کا کچھ زیادہ ہی دل دکھا دیا ہے۔“ بیٹی کے اندازے کی نفی کرتے عالیہ بیگم نے گہری سانس لیتے اپنی غلطی تسلیم کی۔ کیوں؟ آپ کیوں معافی مانگیں گی؟ امی پلیر زیادہ جذباتی مت ہوں۔ وہ تو پہلے ہی آپ کو نیچا دکھانے کے لیے یہ سب کرتی ہے اور آپ ایسے اُس کے سامنے جھک کر اُسے مزید شہ نہ دیں۔“ ماں کا ارادہ جانتے ہی حیران ہوتے عائشہ نے اُنہیں سمجھانے کی کوشش کی۔ فضول مت بولو۔ میں جانتی ہوں کہ مجھے کیا کرنا ہے اور تمہیں نظر نہیں آتا کہ اس کے ساتھ تھوڑی سی سختی برتنے پہ ہم پہ اچانک

سے کیسی مصیبت آن پڑی ہے۔“ اپنے آپ پہ تکلیف آتے ہی عالیہ بیگم کو خوف خدا کی یاد آئی تو انہوں نے خفگی سے بیٹی کو ڈانٹا۔ کسی کے ساتھ سختی برتنے سے کوئی مصیبت نہیں آتی یہ آزمائشیں ” زندگی کا حصہ ہیں اس لیے پلیز آپ ابو کی طبیعت خرابی کو نور عین کے ساتھ جوڑ کر اُسے مزید بڑھاوانہ دیں۔“ نور عین کے لیے ماں کا احساس عائشہ سے ہضم نہ ہوا تو اُس نے ایک بار پھر سے اُنہیں سمجھانے کی کوشش کی۔ بعض آزمائشیں آپ کی اپنی لاپرواہیوں اور ظلم کی وجہ سے آتی ہیں اس لیے تم بھی نور عین کے ساتھ اپنا رویہ ٹھیک کرو۔“ اپنا دل صاف کرتے اُنہیں نے بیٹی کو بھی تاکید کی اور بھانجی کے باہر آتے ہی اُس کی جانب بڑھیں تاکہ اُس سے اپنے الفاظ کی معافی مانگ سکیں۔

کیسی طبیعت ہے اب آپ کی؟“ صبح ہوتے ہی ڈاکٹر نے اُن کو ”
ذیشان صاحب سے ملنے کی اجازت دی تو وہ دونوں جلدی سے آئی سی
یو میں داخل ہوئے۔

بس آپ نے گھبرانا نہیں ہے ہم دونوں آپ کے پاس ہیں۔“ جواب ”
دینے کے بجائے اُن کی آنکھیں نم ہوئیں تو فیضان نے جلدی سے اُن
پہ جھکتے اُن کی پیشانی پہ بوسہ دیا۔

نو۔۔۔ ر عین۔۔۔ ٹھیک ہے۔“ سینے میں اُٹھتی تکلیف کی وجہ سے ”
اٹکتے اُنہوں نے گھر کے باقی افراد کو چھوڑ کر سب سے پہلے بھانجی کے
بارے میں پوچھا۔

جی، ٹھیک ہے بس آپ زیادہ مت بولیں ڈاکٹر نے منع کیا ہے۔“ ”
اُن کی آنکھیں صاف کرتے فیضان نے نرمی سے اُن کی بات کا جواب
دیا تو زارون نے بھی اُن کا ہاتھ پکڑتے اُس پہ بوسہ دیا۔

میں ٹھیک ہوں۔ تم لوگ پریشان نہ ہو۔“ بیٹوں کے چہروں پہ ”
افسردگی دیکھ کر ذیشان صاحب نے اُن کی تسلی کے لیے اپنی تکلیف
چھپاتے مسکرانے کی کوشش کی۔

آپ کو ٹھیک ہی رہنا ہے۔ میری شادی سر پہ ہے اور آپ یہاں بیمار ”
ہو کر لیٹ گئے ہیں۔ میں نے تو اپنے سارے دوستوں کو بتایا ہے کہ
میرے ابو بھنگڑا بہت اچھا ڈالتے ہیں۔“ اُن کا دھیان بٹانے کے لیے
موضوع بدلتے فیضان نے نروٹھے پن سے کہا تو ذیشان کے چہرے پہ
مسکراہٹ اُبھری۔

سب کچھ کروں گا۔ تم پریشان نہ ہو۔“ اُس کی بات پہ مسکراتے ”
ذیشان صاحب نے تسلی دی اور بازو پھیلاتے زارون کو اپنے ساتھ
لگایا جو فیضان کی طرح بول کر اپنی فکر ظاہر کرنے کے بجائے مسلسل
اُن کا ہاتھ پکڑے خاموش بیٹھا تھا۔

ٹھیک ہوں میں۔“ بیٹے کی اندر ہی اندر غم سہنے کی عادت سے ”
واقف ہونے کی وجہ سے ذیشان صاحب نے نرمی سے اُس کی پیٹھ
سہلائی جس کی آنکھیں ضبط سے سرخ ہو چکی تھیں۔

یہ کب ہوا؟ اور آپ نے ہمیں اطلاع کیوں نہیں دی؟ اللہ خیر ”
کرے بھائی صاحب ٹھیک تو ہیں نا؟“ صبح شائستہ بیگم نے گھر کا حال
احوال جاننے کے لیے عالیہ بیگم کو کال ملائی تو انہوں نے روتے ہوئے
چھوٹی بہن کو شوہر کی طبیعت خرابی سے آگاہ کیا۔
ہاں ٹھیک ہیں پر میرا دل بہت پریشان ہو رہا ہے۔ فیضان اور زارون ”
تورات سے ہی ہسپتال ہیں۔“ اپنی بے چینی کا ذکر کرتے عالیہ بیگم
نے بہن کی معلومات میں اضافہ کیا۔

اللہ خیر کرے بس آپ پریشان نہ ہوں میں سلیم اور زین کو خبر کرتی ”
ہوں اور خود بھی آپ کی طرف آتی ہوں۔“ بہن کی بات سنتے ہی
شائستہ بیگم نے اُنہیں تسلی دی اور اپنا خیال رکھنے کا بولتے کال منقطع
کی تاکہ بیٹے اور شوہر کو اطلاع دے سکیں۔

یہ کب ہوا؟ میری ابھی رات کو ہی تو فیضان سے بات ہوئی ”
تھی۔“ ماں کی زبانی ذیشان صاحب کی طبیعت خرابی کا سنتے سائرہ کو
حیرانی ہوئی تو اُس نے وضاحت دیتے پوری تفصیل جاننے کی کوشش
کی۔

کل شام کی بات ہے۔ لڑکے خود ہی ہسپتال لے گئے اور باجی کو بھی ”
طبیعت سنبھلنے کے بعد ہی اطلاع دی۔ بس تم اب اس تحقیق کو چھوڑو
اور جلدی سے میرا کوئی جوڑا نکال کر استری کر دو۔“ مصروف سے

انداز میں بیٹی کی بات کا جواب دیتے شائستہ بیگم نے اُسے تاکید کی اور پھر سے شوہر کا نمبر ملانے لگیں جو پہلے کسی دوسری کال پہ مصروف تھا۔

ہو نہہ اسی لیے دوبارہ کال نہیں کی مجھے۔ حد ہے کوئی مسئلہ ہو تو ”
انسان بتا ہی سکتا ہے نا۔“ ماں کا حکم سنتے ہی اُن کے کمرے کی جانب بڑھتے سائرہ نے خود کلامی کی اور کاموں سے فارغ ہوتے ہی فیضان کو خود کال کرنے کا ارادہ کیا۔

نہیں امی اتنے لوگوں کا یہاں آنا مناسب نہیں اس لیے پلیز آپ ”
لوگ گھر رہیں۔ ابو ماشاء اللہ سے اب بہت بہتر ہیں۔“ زارون اُنہیں سوپ پلانے لگا تو فیضان نے ماں کی کال ریسیو کرتے اپنا رخ باہر کی جانب کیا۔

جی، زین کی کال آئی تھی وہ بھی پوچھ رہا تھا۔ میں نے ہسپتال کا بتا دیا۔
تھا۔“ دوسری طرف سے پھر سے سوال آیا تو فیضان نے نرمی سے
بتایا۔

ڈاکٹر نے زیادہ بات کرنے سے منع کیا ہے اس لیے پلیز آپ پریشان
نہ ہوں جیسے ہی ڈاکٹر اجازت دیں گے میں فوراً ہی آپ کی ابو سے بات
کر وادوں گا۔“ بیٹے کا جواب سنتے ہی عالیہ بیگم نے شوہر سے بات
کرنی چاہی تو فیضان نے انہیں وجہ بتاتے مطمئن کیا اور کمرے کی
جانب آتے ڈاکٹر ز کو دیکھ کر کچھ دیر بعد کال کرنے کا بولتے رابطہ ختم
کیا۔

یقین جانیں باجی میں نے توجہ سے سنا ہے مجھے تو ایک سیکنڈ کے ”
لیے بھی سکون نہیں آیا۔“ اگلے آدھے گھنٹے میں شائستہ بیگم نے بہن
کے گھر پہنچتے سلام و دعا کے بعد اپنی فکر کا اظہار کیا۔

ہاں، ہم نے بھی رات یونہی بیٹھ کر گزاری ہے۔ میں نے فیضان ”
سے بولا تھا کہ مجھے لے جائے مگر وہ کہہ رہا ہے کہ اتنے لوگوں کا
ہسپتال میں رکنا مناسب نہیں۔“ اپنی آنکھوں کے نم کناروں کو
صاف کرتے عالیہ بیگم نے بہن کو اپنی پریشانی سے آگاہ کیا۔
جی، بس ڈاکٹر شور شرابے سے منع کرتے ہیں اور آپ فکر نہ کریں۔“
میں نے سلیم کو بولا ہے کہ گاڑی لے کر ادھر ہی آجائیں پھر ہم دونوں
کچھ دیر جا کر بھائی صاحب کو دیکھ آئیں گے۔“ معاملے کی نزاکت کو
سمجھتے شائستہ بیگم نے بہن کی اُتری ہوئی صورت دیکھ کر انہیں تسلی
دی اور عائشہ کے آتے ہی اُسے ملنے لگیں۔

یار کہاں ہو تم اور میری کال ریسیو کیوں نہیں کر رہے تھے؟“ دن“
گیارہ بجے کے قریب زارون نے اُس کی کال ریسیو کی تو شہر یار نے
بے چینی سے پوچھا۔

یہی ہوں، موبائل سائلنٹ پہ تھا اسی لیے پتا نہیں چلا۔“، اپنی“
پیشانی کو مسلتے زارون نے باہر موجود کرسیوں میں سے ایک پہ بیٹھتے
جواب دیا۔

تم ٹھیک ہونا؟ قسم سے مجھے صبح سے تمہاری ٹینشن لگی ہوئی ہے اور“
تم نے آج یونیورسٹی سے چھٹی کیوں کی ہے؟“ اُس کی آواز سنتے ہی
پر سکون ہوتے شہر یار نے اُس کی غیر حاضری کی وجہ پوچھی۔

ہاں وہ ابو کو ہارٹ اٹیک ہوا ہے رات سے ہسپتال میں ہیں۔““
آنکھوں کی جلن کم کرنے کے لیے اُن کو بند کرتے زارون نے پیچھے
دیوار کے ساتھ ٹیک لگاتے جواب دیا۔

اوواللہ خیر کرے۔ کیسی طبیعت ہے اب انکل کی اور کون سے ”
ہسپتال میں ہو؟“ دوست کی پریشانی کا سنتے ہی شہریار نے فکر مندی
سے ذیشان صاحب کی حالت کے بارے میں دریافت کیا۔
پہرے میں ہیں اور ابواب بہتر ہیں۔ ڈاکٹر نے روم میں شفٹ کر دیا ہے ”
مگر ابھی کچھ وقت یہیں رکھیں گے۔“ اُس کے سوال کا جواب دیتے
زارون نے تھکاوٹ کی وجہ سے اپنی گردن کو دائیں بائیں گھمایا۔
اچھا اللہ پاک صحت دے۔ تم پریشان نہ ہو اور اُن کا بہت خیال رکھو ”
میں بھی کچھ دیر میں انہیں دیکھنے آتا ہوں۔“ مقابل کی حالت کو
سمجھتے شہریار نے فی الوقت ہانیہ کے موضوع کو پس پشت ڈالا اور
ذیشان صاحب کے لیے دعا کرتے اُسے باقی گھر والوں کا حال احوال
پوچھنے لگا۔

ممائی پلیز مجھے بھی ساتھ لے جائیں۔“ عالیہ بیگم نے شائستہ بیگم کے ساتھ ہسپتال جانے کی تیاری کی تو نور عین نے اُن کے کمرے میں آتے اُن سے درخواست کی۔

تم وہاں کیا کرو گی؟ ویسے بھی ذیشان بھائی کی حالت کی ذمہ دار تم ہی ہو۔“ عالیہ بیگم کے کچھ بولنے سے پہلے ہی شائستہ بیگم نے اُس کی بات سنتے اُسے آڑے ہاتھوں لیا۔

شائستہ پلیز، اس وقت میں مزید کوئی پریشانی نہیں چاہتی۔“ بہن کی بات سنتے ہی جہاں عالیہ بیگم نے اُنہیں ہاتھ کے اشارے سے روکا وہیں نور عین نے نا سمجھی سے اُن کی طرف دیکھا۔

بیٹا وہاں اتنے لوگوں کا جانا مناسب نہیں ہے اس لیے تم ابھی گھر میں عائشہ کے پاس رکو کیونکہ وہ بھی پریشان ہے۔ میں فیضان یا زارون سے بولوں گی کہ شام کو تمہیں ہسپتال لے جائیں۔“ شائستہ

بیگم کے منہ بسورنے کی پروا کیے بغیر ہی عالیہ بیگم نے نور عین کو نرمی سے سمجھایا۔

پر میں شام تک کا انتظار نہیں کر سکتی۔ میرا دل بہت پریشان ہے اس” لیے پلیز آپ مجھے ساتھ لے جائیں۔“ اُن کی بات پہ عمل کرنے کے بجائے نور عین نے آنکھوں میں نمی لیے پھر سے اُن کا ہاتھ تھاما۔ اچھا ٹھیک ہے۔ تم اذلان کو بولو وہ گھر میں عائشہ کے پاس رکے اور” تم ہمارے ساتھ چلو۔“ اُس کی بے چینی دیکھ کر عالیہ بیگم نے فٹ سے اپنا فیصلہ بدلاتو نور عین نے تیزی سے اثبات میں سر ہلایا اور مزید کچھ کہے بغیر اُن کے کمرے سے نکلی۔

یہ کیا کیا آپ نے؟ آپ کیوں اس لڑکی کو اپنے بچوں پہ ترجیح دیتی” ہیں؟ اذلان کی بے چینی دیکھی تھی آپ نے؟ جب سے ہسپتال جانے کا سنا تھا وہ بار بار ذیشان بھائی کو دیکھنے کی ضد کر رہا تھا۔“ بہن کے فیصلے پہ تلملاتے شائستہ بیگم نے اُنہیں بیٹے کی یاد دلائی۔

کوئی بات نہیں، اذلان کا جانا ضروری نہیں ہے۔ ویسے بھی جو”
سکون ذیشان کو نور عین کو دیکھ کر ملے گا وہ کسی اپنے بچے کو دیکھ کر
نہیں مل سکتا۔“ شوہر کی عادت سے واقف ہونے کی وجہ سے عالیہ
بیگم نے سچائی بیان کی اور مزید بہن کی کوئی بھی بات سننے کے بجائے
باہر کی جانب بڑھیں تاکہ خود جا کر بیٹے کو سمجھا سکیں۔

بیٹا میں ٹھیک ہوں۔“ ہسپتال پہنچتے ہی اُس نے ضبط کھوتے ذیشان”
صاحب کے سینے سے لگتے رونا شروع کیا تو اُن کی آواز میں ایک دم
سے جان آئی اور وہ نور عین کے سر پہ ہاتھ پھیرتے اُسے نرمی سے
سمجھانے لگے۔

آپ کیوں بیمار ہوئے ہیں؟ آپ کو پتا ہے ناکہ آپ کی تکلیف دیکھ کر ”مجھے کتنی پریشانی ہوتی ہے۔“ راستہ میں عالیہ بیگم کی سمجھائی ہوئی بات کو مدِ نظر رکھتے نور عین نے جلد ہی اپنے آنسوؤں پہ قابو پاتے اُن کے سینے سے سر اٹھا کر شکوہ کیا۔

نہیں بیمار میں، میں تو اچھا بھلا تھا پر پتا نہیں تمہارے بھائیوں کو کیا ”سو جھی جو مجھے اس قید خانے میں لا کر بند کر دیا۔“ ہاتھ بڑھا کر اُس کا چہرہ صاف کرتے ذیشان صاحب نے اُس کی تسلی کے لیے سارا مدعا زارون اور فیضان پہ ڈالا۔

بیمار ہی ہیں آپ۔ ممائی بھی بول رہی تھیں کے آپ اپنا خیال نہیں ”رکھتے اور وقت پہ دوائیاں نہیں لیتے تھے اسی لیے ہارٹ اٹیک ہوا ہے آپ کو۔“ کچی ذہنیت کی وجہ سے موقع کی نزاکت کا احساس کیے بغیر ہی نور عین نے ذیشان صاحب کے ساتھ ساتھ کمرے میں موجود باقی تین نفوس پہ بھی بم پھوڑا۔

یٹا ایسی باتیں نہیں کرتے۔ تمہارے ماموں اب بالکل ٹھیک ہیں۔“ کسی اور کے کچھ بولنے سے پہلے ہی عالیہ بیگم نے آگے بڑھتے اُسے سمجھایا جو جذبات میں آکر ذیشان صاحب کو وہ سب کچھ بھی بتا چکی تھی جس سے زارون اور فیضان دونوں ہی ابھی گریز برت رہے تھے۔

کوئی نہیں، میری بیٹی کو میری فکر ہے اس لیے سب بول رہی ہے۔“ اُس کی بات کا بُرا منانے یا ٹینشن لینے کے بجائے ذیشان صاحب نے ہاتھ کے اشارے سے بیوی کو منع کیا تو شائستہ بیگم نے اُس شخص کی بھانجی کے لیے محبت دیکھ کر دانت پیسے اور دل ہی دل میں جلد ہی اُسے ٹھکانے لگانے کا ارادہ کرتے شوہر کی جانب بڑھیں جو بیڈ کے قریب ہی نور عین کے پاس کھڑے تھے۔

امی اب آپ لوگ گھر چلے جائیں۔ ڈاکٹر کے آنے کا وقت ہو گیا۔“

ہے۔“ اُنہیں ہسپتال آئے کچھ دیر ہی گزری تھی جب فیضان نے

کمرے میں آتے اُنہیں مخاطب کیا۔

میں نہیں جاؤں گی۔ مجھے آپ کے پاس رکنا ہے۔“ فیضان کی بات

سننے ہی نور عین نے جلدی سے ذیشان صاحب کا ہاتھ پکڑا۔

نہیں بیٹا تم اپنی ممانی کے ساتھ گھر جاؤ۔ میں بھی بہت جلد گھر

آجاؤں گا۔“ اُس کی بے چینی اور نظروں میں پھیلا خوف دیکھ کر

ذیشان صاحب نے کسی کے کچھ بولنے سے پہلے ہی اُسے سمجھایا۔

نہیں مجھے نہیں جانا۔“ اُن کے ہاتھ کو مزید مضبوطی سے پکڑتے

اُس نے آنکھوں میں نمی لیے تیزی سے نفی میں سر ہلایا۔

اچھا ٹھیک ہے تم لوگ چلے جاؤ، نور عین کو یہیں رہنے دو میرے

پاس۔“ اُس کی ضد کو دیکھتے ذیشان صاحب نے فی الحال اُس کی بات

مانتے سفارش کی۔

نہیں، یہ یہاں رک کے کیا کرے گی ویسے بھی یہاں زیادہ لوگوں ”
کو رکنے کی اجازت نہیں ہے۔“ باپ کا فیصلہ سنتے ہی فیضان نے
آگے بڑھتے انہیں سمجھانے کی کوشش کی۔

کوئی بات نہیں، کچھ دیر رک لینے دو۔“ ذیشان صاحب کے بولنے
سے پہلے ہی عالیہ بیگم نے بھی نور عین کی سائیڈ لیتے نرمی سے کہا تو
فیضان نے بے بسی سے ماں کی طرف دیکھا جو نظروں ہی نظروں میں
اُسے چپ رہنے کا اشارہ کر چکی تھیں۔

اللہ پاک آپ کو صحت دے بس اب اپنا بہت خیال رکھیے گا۔“
شائستہ بیگم نے بہن کی طرف داری پہ کڑوا گھونٹ بھرتے بامشکل
اپنے تاثرات کو نرم رکھا اور ذیشان صاحب کے قریب جاتے اُن سے
اجازت طلب کی۔

آمین، بس آپ لوگ دعا کریئے گا۔“ اُن کی بات سنتے ہی ذیشان ”
صاحب نے سر ہلاتے درخواست کی تو سلیم صاحب نے بھی آگے

بڑھتے الوداعی کلمات کہے اور اُنہیں اپنا خیال رکھنے کا بولتے باہر کی جانب بڑھے۔

بچوں کا خیال رکھنا اور پریشان مت ہونا۔“ باقی افراد کے باہر جاتے”
ہی ذیشان صاحب نے بیوی کو نرمی سے تاکید کی تو وہ اثبات میں سر ہلاتے چادر سے اپنی آنکھوں کے نم کناروں کو صاف کرنے لگیں۔
اپنے ماموں کو تنگ مت کرنا اور زیادہ بولنا بھی مت کیونکہ ڈاکٹر نے“
انہیں بات کرنے سے منع کیا ہے۔“ نور عین کے سامنے شوہر سے
اپنی پریشانی کا اظہار کرنے کے بجائے عالیہ بیگم نے اُسے مخاطب
کرتے نصیحت کی اور ہاتھ کا ہلکا ساد باؤ ذیشان صاحب کے بازو پہ ڈالتے
کمرے سے نکلیں تاکہ سلیم صاحب اور شائستہ بیگم کے ساتھ گھر کے
لیے روانہ ہو سکیں۔

تم ذرا جا کر باہر بیٹھو۔ ڈاکٹر نے چیک اپ کرنا ہے۔“ ماں کی بات کو ”مد نظر رکھتے زارون نے اُن کے جاتے ہی کمرے میں داخل ہوتے غصہ دکھانے کے بجائے عام سے انداز میں نور عین کو مخاطب کیا جو اب ذیشان صاحب کے منع کرنے کے باوجود بھی بیڈ کے دوسری سائیڈ پہ بیٹھی اُن کے پاؤں دبار ہی تھی۔

باہر کس کے پاس بیٹھے گی؟ تم اسے یہی رہنے دو۔ نہیں کہتا ڈاکٹر ”کچھ۔“ نور عین کے کسی رد عمل سے پہلے ہی ذیشان صاحب نے آنکھیں کھولتے بھانجی کے لیے فکر ظاہر کی۔

زین اور فیضان بھائی باہر ہی ہیں آپ پریشان نہ ہوں۔“ اُسے باہر ”جانے کا اشارہ کرتے زارون نے باپ کو مطمئن کیا تو نور عین نے اب کی بار ضد کرنے کے بجائے چپ چاپ زارون کی بات مانی اور اُٹھ کر خاموشی سے کمرے سے باہر نکل گئی۔

کیسی ہو تم؟“ اُسے دروازے سے باہر آتا دیکھ کر زین جو کب سے ”
یہی دعا مانگ رہا تھا ایک دم سے چمکتے ہوئے کھڑا ہوا۔
ٹھیک ہوں، فیضان بھائی کہاں ہیں؟“ اُسے اکیلے ہی وہاں بیٹھے دیکھ
کر نور عین نے اُس کے سوال کا جواب دینے کے بجائے متلاشی
نظروں سے ارد گرد دیکھا۔
وہ کسی کا فون سننے گیا ہے۔ تم بیٹھو۔“ آج پہلی بار اُس کے ساتھ ”
اکیلے بات کرنے کا موقع ملا تو زین نے اپنے تاثرات پہ قابو پاتے اُسے
بیٹھنے کا بولا۔
کس کا فون تھا؟ اور کہاں سننے گئے ہیں؟“ اُس کے ساتھ یوں اکیلے ”
بیٹھنا نور عین کو اچھا نہیں لگتا ہی پھر سے فیضان کے بارے میں
پوچھتے وہ ذیشان صاحب کے کمرے کی جانب دیکھنے لگی جہاں ابھی
ابھی دو ڈاکٹر زاور نرس داخل ہوئے تھے۔

پتا نہیں کس کی کال تھی، یہاں سگنل نہیں آتے اسی لیے باہر گیا۔“

ہے۔“ اُس کا بار بار فیضان کے بارے میں پوچھنا زین کو اچھا نہیں لگا تو اس دفعہ اُس نے کچھ اکھڑے سے انداز میں جواب دیا۔

کیوں؟ یہاں سگنل کیوں نہیں آتے؟ اور آپ واپس کیوں نہیں گئے؟“ مقابل کا انداز سمجھے بغیر ہی نور عین نے چہرے پہ معصومیت لیے پھر سے پوچھا۔

یہ جگہ بند ہے شاید اس لیے اور تمہیں میرا یہاں ہونا اچھا نہیں لگ رہا تو میں چلا جاتا ہوں۔“ اُس کی بات کا جواب دیتے زین نے ساتھ ہی اُس کے تاثرات جاننے کے لیے اپنے متعلق ادا کیے الفاظ پہ زور دیا۔

نہیں۔ مجھے کیوں بُرا لگے گا۔ میں تو ویسے ہی پوچھ رہی تھی۔“

مقابل کی نظریں اپنے چہرے پہ محسوس کرتے نور عین کو عجیب لگا تو

اُس نے کندھے اچکائے اور اُس کے سامنے سے ہٹتے وہاں لگی
کر سیوں میں سے ایک پہ جا بیٹھی۔

مجھے لگا کہ شاید تمہیں بُرا لگا ہے۔“ بات بڑھانے کی خاطر پھر سے ”
سوال کرتے وہ مسکراتے ہوئے اُس کے قریب ہی کر سی پہ بیٹھا۔
نہیں۔“ اب کی بار نفی میں سر ہلاتے اُس نے بس یک لفظی ”
جواب پہ گزارا کیا۔

تمہیں کبھی کسی نے بتایا ہے؟“ چند سیکنڈز کی خاموشی کے بعد پھر ”
سے زین کی آواز اُس کے کانوں میں پڑی تو اُس نے پلکیں اٹھاتے اُس
کی طرف دیکھا۔

کہ تم بہت خوبصورت ہو۔“ مقابل کی آنکھوں میں جھانکتے زین ”
نے بنا کسی جھجک کے ایک خواب سی کیفیت میں اپنی بات مکمل کی تو
نور عین نے حیرت سے اپنی پلکیں جھپکائیں۔

میرا مطلب تمہاری اسکن بہت اچھی اور صاف ہے۔ کیا کوئی کریم“
وغیرہ استعمال کرتی ہو؟“ اُس کی نظروں میں الجھن دیکھ کر فٹ سے
اپنی بات بدلتے زین نے اپنے جذبات کو قابو کیا۔

نہیں، میری اسکن میری امی جیسی ہے۔ میں آپ کو کبھی اُن کی“
تصویر دکھاؤں گی بلکہ آپ نے تو انہیں دیکھا ہوا ہے نا؟“ اُس کی
تعریف کا مطلب سمجھتے ہی نور عین نے خوش ہوتے جلدی سے اُس
کی طرف رخ کرتے سوال کیا۔
ہاں دیکھا ہے۔ ماشاء اللہ وہ بھی بالکل تمہاری طرح تھیں۔“ اُس“
کے یوں اپنی طرف متوجہ ہونے پہ زین نے مسرور سے انداز میں اُس
کی ماں کی تعریف کی۔

جی، سب ہی یہی بولتے ہیں مگر میں تب چھوٹی تھی نا اسی لیے مجھے“
اُن کا چہرہ اتنے اچھے سے یاد نہیں پر میں نے تصویروں میں دیکھا ہے
کہ وہ بالکل میرے جیسی تھیں۔“ الفاظ کے ساتھ ساتھ اپنے لہجے

میں بھی افسردگی اور جوش کا عنصر ایک ساتھ شامل کرتے نور عین نے اُس کی معلومات میں اضافہ کیا۔

مطلب یہ کسی کریم کا کمال نہیں ہے؟“ اُس کی گلابی پڑتی رنگت کو دیکھتے زین نے اُس کے عکس کو آنکھوں میں بھرتے ایک بار پھر سے اُس کی تعریف کی۔

نہیں، میں کوئی کریم نہیں لگاتی حالانکہ عائشہ آپنی کے پاس بہت کریمز ہیں وہ مجھے بھی بولتی ہیں کہ لگایا کرو مگر میں کچھ نہیں لگاتی۔“ کچے ذہن کی وجہ سے مقابل کی ترجیحات کو سمجھے بغیر ہی نور عین نے سچائی بیان کی۔

ہمم اچھا کرتی ہو، ویسے بھی تمہیں کریموں کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔“ نظریں اُس کے کان میں اٹکے سفید رنگ کے چھوٹے نگ پہ ڈالتے زین نے بے خود سے انداز میں اُس کی بات کا جواب دیا تو نور عین اُس کی نظروں سے پریشان ہوئی۔

یہ دیکھیں کل میرا ہاتھ جل گیا تھا۔“ اُسے متوجہ کرنے کے لیے ”
کوئی اور موضوع نہ ملا تو نور عین نے اپنا جلا ہوا ہاتھ سامنے کرتے اُس
کی نظریں خود پہ سے ہٹائیں۔

کیسے جلا؟ اور کب؟“ اُس کی آدھی بات سنتے زین نے فکر مندی ”
سے اُس کا ہاتھ پکڑا۔

کل جلا تھا۔ میں چائے بنا رہی تھی۔۔۔“ اُس کی حرکت پہ ”
بوکھلاتے نور عین نے ہاتھ کھینچنے کے بجائے نا سمجھی سے وضاحت دی۔
اپنا خیال رکھا کرو اور تم آگ کے پاس کیوں گئی تھیں؟ خالہ کہاں ”
تھیں؟ اگر کچھ چاہیے تھا تو عائشہ سے بول دیتیں۔“ دوسرا ہاتھ اُس
کے زخم پہ پھیرتے زین نے ایک ہی سانس میں اُسے کئی نصیحتیں
کیں۔

میں ٹھیک ہوں۔“ اُس کے رویے سے خوف محسوس کرتے ”
نور عین نے اپنا ہاتھ کھینچنے کے ساتھ ہی خود بھی دور ہوتے اُس سے
کچھ فاصلہ قائم کیا۔

سوری وہ میں پریشان ہو گیا تھا۔ دراصل مجھ سے کسی کی تکلیف ”
برداشت نہیں ہوتی۔“ اُس کے یوں پیچھے ہٹنے پہ شرمندگی محسوس
کرتے زین نے جلدی سے وضاحت دی تو نور عین نے اُس کی بات پہ
غور کرنے کے بجائے پلکیں اٹھاتے پیچھے کھڑے زارون کو دیکھا جو پتا
نہیں کب سے وہاں موجود تھا۔

ڈاکٹر چلا گیا؟ میں ماموں کے پاس چلی جاؤں؟“ کسی اپنے کی ”
موجودگی کا احساس ہوتے ہی نور عین کو تھوڑا تحفظ محسوس ہوا تو اُس
نے فٹ سے اپنی جگہ سے اُٹھتے سوال کیا تو زین کے چہرے پہ ہوائیاں
اُڑی۔

ہاں چلا گیا ہے۔“ غصے کو ضبط کرتے اُس نے نور عین کو اشارے سے کمرے میں جانے کا بولا تو زین بھی اپنے تاثرات ٹھیک کرتے اُن کی جانب متوجہ ہوا۔

کیسی طبیعت ہے اب خالو کی؟ اور کیا کہا ہے ڈاکٹر نے؟“ مقابل کے ماتھے پہ پڑے بل دیکھ کر کچھ سیکنڈز کے لیے زین کو کسی گڑ بڑ کا احساس ہوا مگر اپنے آپ کو نارمل رکھتے اُس نے خود کو انجان ظاہر کرنے کی کوشش کی۔

ٹھیک ہیں۔ صبح تک ڈسچارج کر دیں گے۔“ اُس کی مکاری سمجھنے کے باوجود بھی وقت اور رشتوں کی نزاکت کو مد نظر رکھتے زارون نے فی الوقت خاموشی اختیار کرتے اُس کی بات کا جواب دیا۔

چلو یہ تو بہت اچھا ہو گیا ویسے بھی خالو ہسپتال اور ڈاکٹر ز سے گھبراتے ہیں اس لیے بہتر ہے کہ وہ گھر میں رہ کر آرام کریں۔“ چہرے پہ زبردستی کی مسکراہٹ سجاتے زین نے نظریں چرائیں تو

زارون نے اثبات میں سر ہلایا اور فیضان کی جانب متوجہ ہوا جو ہاتھ
میں دوایاں پکڑے اُن کی طرف آ رہا تھا۔

بابی، یہ کیا طریقہ تھا؟ مطلب ہسپتال میں ذیشان بھائی کے پاس ”
رہنے کا حق آپ کا تھا نہ کہ اُس لڑکی کا۔“ سلیم صاحب اُن دونوں کو
گھر چھوڑ کر واپس گئے تو شائستہ بیگم نے بہن کو کوستے اُنہیں اُن کی
غلطی کا احساس دلایا۔

جانتی ہوں، مگر تم نے محسوس نہیں کیا کہ نور عین کو دیکھ کر ذیشان ”
کی طبیعت کیسے بحال ہو گئی تھی۔ فیضان بتا رہا تھا کہ پہلے تو تکلیف کے
باعث اُن سے بولا بھی نہیں جا رہا تھا۔“ بہن کے اعتراض کو سمجھتے
عالیہ بیگم نے اپنے فیصلے کی وجہ بتائی۔

اُف ف آپ بھی بہت بھولی ہیں۔ ذیشان بھائی کی طبیعت نور عین کو ”
دیکھ کر نہیں بلکہ دوائیوں سے بحال ہوئی تھی۔ کبھی کسی انسان کو دیکھ
کر بھی مریض کو شفا ملی ہے؟“ بہن کی سوچ کا مذاق اڑاتے شائستہ
بیگم نے اپنے موقف پہ زور دیا۔

شفا کا تو پتا نہیں مگر مجھے لگتا ہے کہ نور عین کی موجودگی ذیشان ”
صاحب کی بے چینی کو کم کر رہی تھی کیونکہ وہ دو تین دن سے اُسے
لے کر بہت الجھے الجھے اور پریشان تھے۔“ بہن کی بات سے اتفاق
کرنے کے بجائے عالیہ بیگم نے اپنے فیصلے پہ قائم رہتے اُس کا دفاع
کیا۔

ٹھیک ہے جیسے آپ کی مرضی، ویسے بھی جب آپ اپنے بچوں کا حق ”
باآسانی کسی اور کو دے رہی ہیں تو بہتر یہی ہے کہ میں خاموش ہو
جاؤں اور اُس وقت کا انتظار کروں جب یہ لڑکی آپ کی ہمدردیوں کا
ناجائز فائدہ اٹھا کر آپ کی خوشیوں اور سکون کو برباد کر کے آپ کو اپنے

فیصلے پہ پچھتانے پہ مجبور کرے گی۔“ بہن کایوں بار بار نور عین کی سائیڈ لینا شائستہ بیگم کو ہضم نہ ہوا تو انہوں نے لاپرواہی سے کندھے اچکائے اور عائشہ کو بلانے لگیں جو ماں سے ناراضگی کی وجہ سے اُن کی آواز سننے کے باوجود بھی ابھی تک کمرے سے باہر نہیں آئی تھی۔

نیند آرہی ہے تو یہاں صوفے پہ لیٹ جاؤ۔“ نشہ آوار ادویات کی ”وجہ سے ذیشان صاحب کچھ ہی دیر میں سو گئے تو نور عین کو بھی ساری رات جاگنے کی وجہ سے نیند کے جھونکے آنے لگے۔

نہیں، میں ٹھیک ہوں۔“ زارون کی آواز سنتے ہی فٹ سے سیدھے ”ہوتے اُس نے اپنی آنکھوں کو مسلا جو نیند کی شدت سے سرخ ہو رہی تھی۔

فیضان بھائی کچھ دیر کے لیے دکان پہ گئے ہیں، وہ واپس آتے ہیں تو ”
پھر تم گھر چلی جانا۔“ تھوڑا فاصلہ رکھتے اُس کے ساتھ ہی صوفے پہ
بیٹھتے زارون نے ذیشان صاحب کی وجہ سے آہستگی سے بتایا تو

نور عین نے اثبات میں سر ہلایا۔

زین نے تمہارا ہاتھ کیوں پکڑا تھا؟“ کافی دیر کشمکش میں رہنے کے ”
بعد زارون نے اپنا شک دور کرنے کے لیے سر سری سے انداز میں
پوچھا۔

پتا نہیں۔۔ مطلب میں تو بس اُنہیں دکھا رہی تھی کہ میرا ہاتھ جلا ”
ہے۔“ زارون کے ایک دم سے سوال پوچھنے پہ پریشان ہوتے
نور عین نے جلدی سے وضاحت دی۔

اُسے دکھانے کی وجہ؟ تمہارا دماغ کام کیوں نہیں کرتا؟ اور بھائی ”
وہاں نہیں تھے تو تم اکیلی زین کے پاس کیوں بیٹھیں؟“ اُس کی بات
سننے ہی زارون کا پارا چڑھا تو اُس نے دبی آواز میں اُسے ڈانٹا۔

آپ نے خود ہی بولا تھا کہ فیضان بھائی باہر ہیں اور اتنی دیر کیا میں ”
کھڑی ہی رہتی؟“ معاملے کی باریکی سمجھے بغیر ہی نظروں میں خفگی
لیے اُس نے مقابل کو دیکھا۔

کچھ دیر کھڑے رہنے سے تمہاری ٹانگیں نہیں ٹوٹ جانی تھیں اور ”
ہم لوگ تمہاری حفاظت کے لیے ہر وقت تمہارے ساتھ نہیں رہ
سکتے اس لیے اپنے دماغ کو تھوڑی زحمت دے لیا کرو تا کہ یہ فارغ رہ
رہ کر زنگ لگنے سے بچ سکے۔“ اُس کا جواب سنتے ہی ماتھے پہ بل
لیے زارون نے اُسے گھورا جو اُس کی باتوں پہ بے زار سی بیٹھی اڑے
ٹپڑھے منہ بنا رہی تھی۔

مجھے بھوک لگی ہے۔“ اُسے اپنی جانب متوجہ دیکھ کر جلدی سے ”
اپنی حرکتوں سے باز آتے وہ منہ میں منمنائی۔

تو زہر کھا لو تا کہ جو تمہارے اندر کا کیرا تمہیں ہر وقت بد تمیزی پہ ”
اکساتا ہے وہ مر جائے۔“ اُس کی غیر سنجیدگی دیکھ کر زارون نے

دانت پیستے مشورہ دیا اور صوفے سے اُٹھتے کمرے سے باہر نکلاتا کہ اُس کے لیے کچھ کھانے کو لاسکے۔

ہو نہہ خود کھالیں، حد ہے ہر وقت سڑے ہی رہتے۔“ اُس کے ” جاتے ہی خود کلامی کرتے وہ اپنی بے عزتی محسوس کرتے غصے سے تلملائی اور زیر لب اُسے بُرا بھلا کہتے صوفے کے بازو پہ سر رکھ کے لیٹ گئی۔

خالہ آپ پلیز امی کو سمجھائیں۔ دیکھیں اب ہسپتال میرا اور اذلان کا ” جانابنتا تھا یا نور عین کا۔“ ماں کے نماز پڑھنے کے لیے اُٹھتے ہی عائشہ نے شائستہ بیگم کے سر ہوتے اُن سے شکوے شکایتیں شروع کیں۔

بھئی میں تو بہت بار سمجھا چکی ہوں مگر تمہاری ماں کے سر پہ تو ”
ہمدردی کا بھوت سوار ہے۔“ بھانجی کا اعتراض سنتے ہی شائستہ بیگم کو
شہ ملی تو انہوں نے اپنا رونا روتے بات کو مزید طول دی۔
کیسی ہمدردی؟ یہ کون سی ہمدردی ہے جس میں اپنے بچوں کا حق مار ”
کر کسی اور کو دے دیا جائے اور امی ہمیشہ ہی ہمارے ساتھ ایسا کرتی
ہیں یا خاص طور پہ میرے ساتھ۔ پہلے تو وہ صرف میری پسند کی
چیزیں ہی نور عین کو لے کر دیتی تھیں مگر اب رشتوں میں بھی اُسے
ترجیح دینے لگی ہیں۔ وہ ابو کے لیے پریشان تھی اُس کا دل تھا ابو کو
دیکھنے کا تو کیا میرا نہیں تھا؟ اذ لان جو رات سے بے چین تھا اُسے بھی
نور عین کی خاطر عین وقت پہ ساتھ لے جانے سے منع کر دیا اسی لیے
وہ تب سے کمرے میں بند ہے۔“ مقابل کو اپنا ہمدرد پاتے ہی عائشہ
نے اعتراضات کی ایک لمبی فہرست اُن کے سامنے رکھی تو شائستہ بیگم
نے افسردگی سے سر کو دائیں بائیں حرکت دی۔

میں سب جانتی ہوں اور تمہاری کیفیت اچھے سے سمجھتی ہوں مگر ”
باجی کو سمجھانا ممکن ہے۔ پتا نہیں مرتے وقت کون سا تعویذ گھول
کر پلا گئی تھی اس کی ماں کہ ذیشان بھائی اور عالیہ باجی کو اُس کے علاوہ
اُنہیں کچھ نظر ہی نہیں آتا۔“ بھانجی کی حالت دیکھ کر اُس کے ساتھ
پوری پوری ہمدردی جتاتے شائستہ بیگم نے مزید جلتی پہ تیل چھڑکا۔
آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ مجھ سے کوئی کام غلط ہو جائے تو امی سو ”
باتیں سناتی ہیں اور نور عین کو کوئی کچھ نہیں کہتا۔ وہ نہ تو کوئی کام کرتی
ہے اور نہ ہی کسی کی بات مانتی ہے مگر ابو امی کو پھر بھی وہ اچھی لگتی
ہے۔“ مقابل کی بات سنتے ہی اُس سے اتفاق کرتے عائشہ نے
آنکھوں میں نمی لیے کمتری کے احساس کو پھر سے اپنے اوپر حاوی کیا۔
اچھا تم پریشان نہ ہو، میں باجی کو سمجھاؤں گی اور جاؤ جا کر اذلان کو ”
بلاؤ۔“ اس کی سانولی رنگت دکھ اور غصے کی وجہ سے مزید گہری ہوئی
تو شائستہ بیگم نے دل ہی دل میں اُس سے کوفت محسوس کرتے

چہرے پہ زبردستی کی نرمی سجاتے اُس کا دھیان بٹایا تو وہ اثبات میں سر ہلاتے اپنی آنکھیں صاف کر کے اُٹھی اور اُن کی بات کی تکمیل کے لیے گھر کے بائیں حصے کی جانب بڑھی۔

اُفف اس گھر میں آکر تو انسان ذہنی مریض ہی بن جاتا ہے۔“ عائشہ کے جاتے ہی شائستہ بیگم نے خود کلامی کی اور اپنا سر پکڑتے کچھ دیر آرام کی غرض سے وہیں عالیہ بیگم کے بستر پہ لیٹ گئیں۔

ہو نہہ، مجھے کھانے کا بول کر اب خود سو گئی ہے۔“ ڈاکٹر کے لکھے ہوئے کچھ انجیکشن لینے کے بعد زارون اُس کے لیے سینڈویچ اور جو س لے کر کمرے میں پہنچا تو وہ وہیں صوفے پہ سر رکھ کے سو چکی تھی۔

امی کو بھی پتا نہیں اس لڑکی کے ساتھ کیا لگاؤ ہے جو اس کی ہر بات ”
ایسے مانتی ہیں جیسے وہ نہیں بلکہ یہ اُن سے بڑی ہو۔“ عالیہ بیگم کے
اُسے وہاں چھوڑنے کے فیصلے کو سوچتے زاروں نے خود کلامی کی اور
ہاتھ میں پکڑی چیزیں وہاں موجود ٹیبل پہ رکھتے ذیشان صاحب کی
جانب متوجہ ہوا جو دوائیوں کے زیر اثر گہری نیند میں تھے۔

ان کو بھی کمرے میں ایک ہی صوفہ رکھنا تھا۔“ باپ کی جانب ”
سے تسلی کرتے اُس نے نظر کمرے میں پڑے واحد صوفے پہ ڈالی
جس پہ نور عین دونوں ٹانگیں اوپر کیے سکون سے سو رہی تھی۔
یہ بڑے ہسپتال بھی بس نام کے ہی بڑے ہوتے ہیں۔“ زیر لب ”
بڑبڑاتے اُس سے کچھ فاصلہ قائم کرتے وہ تھکاوٹ کی وجہ سے نہ
چاہتے ہوئے بھی صوفے پہ بیٹھا۔

اُففف دماغ پھٹ رہا ہے بس بھائی آجائیں پھر میں تھوڑی دیر گھر چلا ”
جاؤں گا۔“ ساری رات جاگنے کی وجہ سے اُس کے سر میں درد اٹھاتا

اُس نے صوفے کی پشت سے سر ٹکاتے آنکھیں بند کیں تاکہ تھوڑی دیر اپنے دماغ کو پرسکون کر سکے۔

کیوں کال کر رہی ہو بار بار؟“ دکان کے کچھ ضروری معاملات ”نمٹاتے فیضان نے اُس کی کال ریسپونڈ کی جو صبح سے کافی دفعہ فون کر چکی تھی۔

خالو کی طبیعت کا پوچھنے کے لیے کی ہے اس لیے زیادہ غصہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔“ اپنی غلطی کی وجہ سے ڈھیلے پڑتے سائبرہ نے اُس کے رابطہ ختم کرنے کے ڈر سے جلدی سے اپنی بات کہی۔

ٹھیک ہیں اور مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے کسی پہ غصہ کرنے کی۔“ اپنی خفگی کا اظہار کرتے فیضان نے تلخی سے اُس کی بات کا جواب دیا۔

مطلب میں کسی ہوں؟ اور قصور آپ کا تھا، آپ مجھے بتا دیتے کہ یہ ”
مسئلہ ہے تو میں کبھی بھی آپ سے ناراض نہ ہوتی۔“ اُس کی بات سنتے
ہی سارا مدعا اُس پہ ڈالتے سائرہ نے منہ بسورتے شکوہ کیا۔
”ٹھیک ہے۔ میں تھوڑا مصروف ہوں کچھ دیر میں بات کرتا ہوں۔“
دکان میں کچھ گاہکوں کو داخل ہوتا دیکھ کر فیضان نے اُسے مزید کچھ
بولنے کا موقع دیے بغیر ہی کال منقطع کی۔
”ہو نہہ ٹھیک ہے نہیں بات کرنی نہ سہی، میں ابھی اب کال نہیں“
کروں گی۔“ فیضان کی اکڑ دیکھ کر سائرہ نے غصے سے موبائل کی
اسکرین کو گھورا اور شائستہ بیگم کا نمبر ڈائل کرنے لگی تاکہ اُن سے گھر
آنے کے متعلق پوچھ سکے۔

اُسے بیٹھے ابھی چند منٹ ہی گزرے تھے جب اپنی ٹانگوں پہ کسی چیز کا
بوجھ محسوس کرتے اُس نے آنکھیں کھولیں۔

عقل نام کی کوئی چیز نہیں ہے اس میں۔“ ایک نظر اُس کے پاؤں ”

پہ ڈالنے کے بعد زارون نے دوسری نظر اُس کے چہرے پہ ڈالی۔

حد ہے کیسے سکون سے سوئی ہے۔“ اُس کے پاؤں کو ہاتھ لگانے ”

کے بجائے غصے سے صوفے سے اُٹھتے زارون نے اپنے کپڑوں کو

جھاڑا۔

کم عقل بے وقوف۔“ اُس کے اچانک اُٹھنے سے نور عین کی ”

ٹانگیں صوفے سے نیچے ہوئیں تو وہ اُس کی بے فکری دیکھ کر زیر لب

بڑبڑایا۔

پتا نہیں کب عقل آتی ہے اسے۔ یہ بھی کوئی سونے کی جگہ ہے ”

کیا۔“ اُسے یوں دوپٹے کی پروا کیے بغیر آڑا تر چھالیٹا دیکھ کر زارون کو

عجیب لگا تو اُس نے نظریں چراتے احتیاط سے ذیشان صاحب کے پاؤں میں پڑی چادر اٹھائی۔

امی سے تو میں گھر جا کر بات کروں گا۔ ابو کو تو ہمیں سنبھالنا ہی تھا پر ”وہ ساتھ یہ مصیبت بھی ہمارے گلے ڈال گئی ہیں۔“ چادر اُس کے اوپر پھیلاتے زارون نے کوفت سے سوچا اور ذیشان صاحب کی جانب متوجہ ہوا جن کے کراہنے کی ہلکی سی آواز اُس کے کانوں میں پڑی تھی۔

اگلے دو دن میں ذیشان صاحب کو ہسپتال سے ڈسچارج کر دیا گیا مگر ڈاکٹر کی ہدایات کے مطابق ابھی بھی وہ کچھ دنوں کے لیے بیڈ ریسٹ پہ تھے۔

باجی میں تو کہتی ہوں کہ شادی کی تاریخ آگے کر لیتے ہیں یا ابھی فی الحال مقررہ تاریخ پہ نکاح کر دیتے ہیں پھر رخصتی ذیشان بھائی کے ٹھیک ہونے پہ کر دیں گے۔“ شائستہ بیگم نے کچھ دیر حال احوال پوچھنے کے بعد اصل موضوع پہ آتے بات چھیڑی۔

ہاں، میری بھی یہی سوچ تھی مگر ذیشان کہہ رہے تھے کہ نکاح میں دیر کرنا مناسب نہیں اس لیے پلیر آپ غصہ مت کریئے گا مگر میں چاہتی ہوں کہ تمام رسومات سادگی سے ہوں اور کسی قسم کا کوئی ہلہ گلہ نہ ہو۔“ بہن کی بات سے اتفاق کرتے عالیہ بیگم نے اپنی رائے کا اظہار کیا۔

آپ کی بات ٹھیک ہے مگر ہمارے گھروں میں پہلی شادی ہے جس کے لیے بچوں نے بہت سی امیدیں اور خواہشات اپنے دل و دماغ میں پالی ہوئی ہیں۔“ موقع کی نزاکت کو سمجھتے شائستہ بیگم نے برا لگنے کے باوجود بھی اپنے تاثرات کو نارمل رکھتے ایک بے ضرر سا اعتراض کیا۔

شائستہ ٹھیک کہہ رہی ہے اور میں نے کون سا ہمیشہ بیمار ہی رہنا ہے ”
جو تم ایسی باتیں کر رہی ہو۔ اللہ کا شکر ہے اب میں بہت بہتر ہوں اس
لیے سب لوگوں نے جیسا سوچا ہے شادی اُسی طرح دھوم دھام سے
ہوگی۔“ واش روم سے باہر آتے شائستہ اور عالیہ بیگم کی گفتگو کا کچھ
حصہ سننے کی وجہ سے ذیشان صاحب نے اپنی بات کہتے خفگی سے بیوی
کی طرف دیکھا۔

میرے کہنے کا یہ مطلب نہیں تھا، میں بس اتنا بول رہی تھی کہ آپ ”
کے پاس زیادہ شور شرابہ نہ ہو۔“ شوہر کی بات سے شرمندگی
محسوس کرتے عالیہ بیگم نے سنبھلتے ہوئے جلدی سے وضاحت دی۔
نہیں ہوتا شور شرابہ، تم زیادہ پریشان نہ ہو اور شائستہ تم بھی فکر نہ ”
کرو۔ شادی اور نکاح طے کردہ تاریخ پہ ہی ہوگا۔“ بچوں کی خوشی
کے لیے اپنے اندر ہمت و حوصلہ پیدا کرتے ذیشان صاحب نے بیوی
کی ساتھ ساتھ سالی کو بھی تسلی دی اور سلیم صاحب کے بارے میں

استفسار کرنے لگے جو کام کی وجہ سے شائستہ بیگم کے ساتھ نہیں آ پائے تھے۔

اُفف شکر ہے خالو نے کچھ سمجھداری کا مظاہرہ کیا ورنہ خالہ تو شادی کی جگہ میرا ختم دلانے کا ارادہ کیے بیٹھی تھیں۔“ تقریباً دو گھنٹے رکنے کے بعد شائستہ بیگم گھر لوٹیں تو انہوں نے آتے ہی بیٹی کی بے تابی کو کم کیا جو آج ماں کے جانے کے مقصد سے واقف تھی۔

ہاں، باجی کی بات سن کر تو مجھے خود پریشانی ہوئی مگر شکر ہے ذیشان بھائی نے میرے بولنے سے پہلے ہی سب سنبھال لیا۔“ اپنی چادر اُتار کر صوفے پہ رکھتے انہوں دوپٹہ اوڑھتے اطمینان کا اظہار کیا۔

جی شکر ہے اور ویسے بھی اب خالو کی بیماری کو لے کر ہم اپنی خوشیاں تو برباد نہیں کر سکتے۔ لوگوں کے گھر سے چار دن پہلے میت اُٹھتی ہے

وہ تب بھی سب بھلا کر سارے رسم و رواج پورے کرتے اور یہاں خالہ زندہ لوگوں پہ ہی ماتم منانے کی تیاری کیے بیٹھی تھیں۔“

خود غرضی کا لبادہ اوڑھے سائرہ نے سخت الفاظ کا استعمال کیا تو شائستہ بیگم نے بیٹی کو سمجھانے کے بجائے بہن کی عقل پہ افسوس کرتے نفی میں سر ہلایا۔

بس کیا کر سکتے ہیں، باجی شروع سے ہی ایسی ہیں۔“ کندھے ”

اچکاتے شائستہ بیگم نے بھی بیٹی کی ہاں میں ہاں ملائی اور اُسے چائے بنانے کا بولتے اُٹھ کر اپنے کمرے کی جانب بڑھیں تاکہ شکرانے کے نفل ادا کر سکیں۔

کیا مطلب؟ اُس نے خود تمہارا ہاتھ پکڑا؟“ آج تقریباً ایک ہفتے بعد“ وہ اسکول آئی تو اُس نے اپنے ہاتھ پاؤں جلنے سے لے کر کی تمام کہانی عائرہ کو سنائی۔

ہاں، میرے پاؤں میں درد تھا نا اس لیے اور مجھے آسکریم بھی“ کھلائی۔“ مقابل کے تاثرات دیکھتے نور عین نے فخر سے ایک اور بات بتائی۔

واہ تمہاری تو موجیں ہیں ویسے تم مانویانہ مانو مگر مجھے تو یہی لگتا ہے کہ“ تمہارا کزن تمہیں پسند کرتا ہے مطلب جیسے تم بتاتی ہو کہ وہ اتنے غصے والا ہے کسی سے سیدھے منہ بات نہیں کرتا تو پھر تمہارے ساتھ اتنی نرمی کیوں کرتا ہے؟“ سوالیہ نظروں سے مقابل کو دیکھتے عائرہ نے ایک بار پھر سے اپنے الفاظ سے نور عین کو الجھایا۔

ہاں، میں بھی یہی سوچتی ہوں۔ ہسپتال میں فیضان بھائی بھی تھے پر“ زارون بھائی نے میرا زیادہ خیال رکھا اور ایک ضروری بات تو میں

تمہیں بتانا ہی بھول گئی۔“ خیال کے نام پہ اپنے سر پہ ہاتھ مارتے
نور عین نے سیدھے ہوتے اُسے اپنی جانب متوجہ کیا۔
کیا بات؟ کیا کوئی کس وس بھی کی تمہیں؟“ آنکھوں میں چمک
لیے عائرہ نے اپنے دماغ کی سوئی ڈراموں میں دیکھے گئے سین پہ
اٹکاتے دلچسپی سے پوچھا۔

نہیں یار زارون بھائی کی بات نہیں ہے وہ اُن کی خالہ ہیں نا؟ مطلب
جن کے ہاں فیضان بھائی کی شادی ہونی اُن کا ایک بیٹا ہے زین..“ اُس
کے سوال پہ نفی میں سر ہلاتے نور عین نے بات بتانے سے پہلے
تعارف کروایا۔

ہاں، اُسے کیا ہوا؟“ کسی اور کے نام پہ بد مزہ ہوتے عائرہ نے
حیرت سے اُس کی طرف دیکھا۔

پتا نہیں مجھے اُن کی سمجھ نہیں آتی۔ میں اُن کے گھر بھی جاؤں تو وہ
مجھ سے عجیب عجیب باتیں کرتے ہیں اور ہسپتال میں بھی اُنہوں نے

میرا ہاتھ پکڑ لیا۔“ تاثرات میں پریشانی لیے نور عین نے اُسے زین کی حرکت کے بارے میں بتایا۔

کیوں؟ ہاتھ کیوں پکڑا؟ اور باقی سب کہاں تھے؟“ دوست کو” پریشان دیکھ کر عائرہ نے بھی سنجیدہ ہوتے سوال کیا۔

پتا نہیں، ڈاکٹر ماموں کو چیک کرنے آئے تو زارون بھائی نے مجھے” باہر بھیج دیا کہ فیضان بھائی بھی وہاں ہیں مگر باہر صرف زین بھائی تھے۔ میں پہلے تو کھڑی رہی پھر وہ امی کی باتیں کرنے لگے تو میں بیٹھ گئی۔ میں نے اُنہیں ویسے ہی اپنا ہاتھ دکھایا کہ یہ جلا ہے تو اُنہوں نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور پتا نہیں کیا کیا بولنے لگے۔“ عائرہ کو اپنی جانب متوجہ دیکھ کر نور عین ہچکچاتے ہوئے زین کی بے ہودگی کا ذکر کیا۔ تو تم نے کیوں دکھایا؟ مطلب تمہیں کیا ضرورت پڑی تھی اُس” بد تمیز کو دکھانے کی۔“ ماتھے پہ بل لیے عائرہ نے نور عین کو اُس کی غلطی کا احساس دلایا۔

وہ عجیب عجیب باتیں کر رہے تھے مجھے کچھ سمجھ نہیں آیا تو میں نے ”
اُن کا دھیان بٹانے کے لیے بتایا۔ زارون بھائی بھی یہی بول رہے تھے
وہ دراصل جب زین بھائی نے میرا ہاتھ پکڑا تو مسٹر پونے بارہ نے دیکھ
لیا تھا۔“ منہ بسورے نور عین نے مقابل پہ ایک نیا انکشاف کیا۔
اُنہوں نے کیسا دیکھا؟ اور کیا بولا تمہیں؟“ زارون کے نام پہ پھر ”
سے خوش ہوتے عائرہ نے مزید جاننے کی کوشش کی۔
کچھ نہیں، بس یہ بول رہے تھے کہ اپنی حفاظت خود کیا کرو اور ہم ہر ”
وقت تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتے۔“ زارون کے بولے گئے الفاظ
دوہراتے نور عین کے چہرے پہ خوبصورت سی مسکراہٹ سچی۔
واہ واہ مطلب تمہارے ہیر و کو جلن ہوئی اور تم یہ کیا بھائی بھائی ”
بولتی رہتی ہو، یار پلیز اپنی اس عادت کو تو ختم کر۔“ اُسے کہنی مار کر
چھیڑتے عائرہ نے آخر میں اُس سے شکوہ کیا۔

تو کیا بولوں؟ وہ مجھ سے بڑے ہیں اس لیے میں اُن کا نام تو نہیں لے سکتی۔“ عائرہ کی بات سنتے ہی نور عین کو ایک نئی فکر لاحق ہوئی۔

جانو بول لو یا بے بی۔“ چٹکی بجا کر مشورہ دیتے عائرہ نے بے شرمی کا مظاہرہ کیا۔

نہیں، یہ کیا فضول لفظ ہیں۔ میں مسٹر پونے بارہ ہی بول لوں“ گی۔“ اُس کے ادا کیے الفاظ پہ بُرا سا منہ بناتے نور عین نے ناپسندیدگی ظاہر کی تو عائرہ نے اُس کے خطاب پہ اپنا سر پکڑا۔

یار محبوب کو کون مسٹر پونے بارہ بولتا ہے۔ حد ہے تمہاری طرح“ تمہاری سوچ بھی بے وقوف ہے۔“ نور عین کی بات سنتے ہی اُسے کوستے عائرہ نے عقل دلانے کی کوشش کی جواب لا پرواہی سے اپنا لچ باکس کھول کر اُس کے سامنے کر چکی تھی۔

انکل کی طبیعت اب کیسی ہے؟“ کلاس ختم ہوتے ہی شہریار نے ”
اُس کی جانب متوجہ ہوتے سوال کیا۔

ہاں ٹھیک ہیں اب مگر ابھی ڈاکٹر نے کچھ دن ریسٹ کا بولا ہے۔“ ”
اُس کی بات کا جواب دیتے زارون نے بے چینی سے ایک طائرانہ نظر
کلاس میں موجود باقی نفوس پہ ڈالی۔

اچھا ہے کچھ دن آرام کریں گے تو طبیعت مزید بہتر ہو جائے گی۔“ ”
اُس کی بار بار اٹھتی نظروں کا مفہوم سمجھنے کے باوجود بھی شہریار نے
انجان بنتے نرمی سے کہا۔

ہاں، ایسا ہی ہے۔ ہانیہ نہیں آئی؟ مطلب اُس کے پاس میرے کچھ ”
نوٹس تھے۔“ بار بار مایوسی کے سبب زارون نے بہانہ بناتے
سر سری سے انداز میں اُس کے بارے میں پوچھا۔

نہیں، وہ تو اُس دن کے بعد سے نہیں آئی۔ میں نے نمرہ سے پوچھا ”
تھاپر اُسے بھی کوئی خبر نہیں ہے۔“ اُس کے استفسار پہ بتاتے شہریار
نے ساتھ ہانیہ کی دوست کا بھی حوالہ دیا۔

ہمم خیر ہے خود ہی دماغ ٹھیک ہو گا تو آجائے گی، تم زیادہ ٹینشن نہ لو ”
اور چلو کینیٹین میں چلتے ہیں مجھے بھوک لگی ہے۔“ شہریار کے جواب
سے زارون کو پریشانی ہوئی مگر اُسے ظاہر کیے بغیر ہی اُس نے اپنے
آپ پہ لا پر وائی کا لبادہ اوڑھا اور اُسے آنے کا بولتے بیگ اٹھا کر کلاس
سے نکلا۔

اُف ف اس لڑکے کو سمجھنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔“ زارون ”
کے پر سکون تاثرات کو دیکھ کر شہریار کو آگ لگی تو وہ زیر لب بڑبڑایا
اور ایک نظر نمرہ (جو اُس کی جانب ہی متوجہ تھی) پہ ڈالتے اپنی جگہ
سے اٹھا۔

یہ اپنے ساتھ ساتھ میرا بھی پتہ کٹوائے گا۔ حد ہے مجھے لگا تھا کہ ہانیہ“
کے نہ آنے کا سن کر اسے پریشانی ہوگی مگر اسے تو فرق ہی نہیں پڑا۔“
منہ میں بڑبڑاتے شہریار کو اب اپنی فکر ستائی تو اُس نے ہار ماننے کے
 بجائے ایک بار پھر سے زارون کو سمجھانے کا ارادہ کرتے کینٹین کی
جانب قدم بڑھائے۔

ہاں یار کیسی ہو؟“ زارون اور شہریار کے کلاس سے نکلتے ہی نمرہ“
نے بھی ایک خاموش کونا تلاش کرتے ہانیہ کو کال ملائی۔
ٹھیک ہوں، وہ آیا ہے یونی؟“ اُس کے یوں اس وقت کال کرنے پہ
ہانیہ کے دل میں امید جاگی تو اُس نے بے چینی سے پوچھا۔
ہاں آیا ہے۔“ ایک گہری سانس لیتے نمرہ نے مقابل کی بات کا“
جواب دیا۔

کیسا ہے؟ اُس نے میرے بارے میں پوچھا؟“ اُس کی آمد کا سنتے ہی ”
ہانیہ کا دل بے تاب ہوا تو اُس نے صوفے سے اُٹھتے سوال کیا۔
ہاں۔۔ شاید۔۔ میں اُن سے دور بیٹھی تھی اس لیے سنا نہیں مگر تم ”
فکر نہ کرو میں شہر یار سے مل کر ساری بات کا پتہ لگا لوں گی۔“ اُس کی
بے اختیاری دیکھ کر نمرہ نے اُس کا دل توڑنے کے بجائے اک آس
دلاتے نرمی سے بتایا۔

ٹھیک ہے جیسے ہی کچھ پتا چلتا ہے مجھے بتانا اور شہر یار کو ناراض مت ”
کرنا۔ میں جانتی ہوں کہ اُس الو کو برا داشت کرنا تمہارے لیے مشکل
ہے مگر پلیز میری خاطر کچھ دن صبر کر لو۔“ زارون کو احساس
دلانے کے لیے ہانیہ نے نمرہ کے ساتھ مل کر جال بچھایا تاکہ اندر کی
بات جان سکے۔

ہاں مشکل تو ہے مگر تم تو جانتی ہو کہ ایسے بے وقوفوں کو مزید پاگل ”
بنانا مجھے پسند ہے اس لیے فکر نہ کرو۔“ اپنی خصلت کا ذکر کرتے

نمرہ نے دبے الفاظ میں ہانیہ کو تسلی دی جو زارون کے جواب کے بعد سے کافی دلبرداشتہ ہو چکی تھی۔

ٹھیک ہے۔ بس اب سب کچھ تمہارے ہی بھروسے پہ ہے کیونکہ ”زارون میری ضد بن چکا ہے اور اُسے حاصل کرنے کے لیے میں کسی بھی حد تک جاسکتی ہوں۔“ پیسے کا غرور اور سب سے بڑھ کر بچپن سے اپنی ہر خواہش کی تکمیل پالنے کی وجہ سے ہانیہ سلجھے ہونے کے باوجود بھی اس معاملے میں کافی خود غرض تھی اسی لیے زارون کے انکار کو انا کا مسئلہ بناتے اُس نے اب ہر قیمت پہ اُسے حاصل کرنے کی قسم کھائی۔

ہاں جانتی ہوں کہ ہانیہ آفندی کو ایک بار جس چیز یا انسان کی ضد پڑ جائے پھر وہ اُسے حاصل کر کے ہی دم لیتی ہے۔“ اپنی دوست کی عادت سے واقف ہونے کی وجہ سے نمرہ نے مسکراتے ہوئے اُس کی

فطرت کا ذکر کیا اور کلاس میں ہوئی باقی سر گرمیوں کے بارے میں
بتانے لگی۔

یار فضول میں میرا دماغ خراب مت کرو۔ میں نے ایک بار منع کر ”
دیا ہے نا تو بس۔ میں بار بار اپنے فیصلوں میں رد و بدل کرنے والا
انسان نہیں ہوں۔“ پچھلے آدھے گھنٹے سے شہر یار نے ہانپہ ہانپہ کی
گردان کر کے اُسے غصہ دلا یا تو وہ اکتائے ہوئے انداز میں بولا۔
یار محبت کے فیصلوں میں رد و بدل کی گنجائش رکھنی چاہیے اس لیے ”
پلیز ایک بار میری بات مان کر اس معاملے میں تھوڑی لچک لے کر
دیکھو۔ ہو سکتا ہے کوئی بہتر حل نکل آئے۔“ اُس کے غصے کی پروا
کیے بغیر شہر یار نے بھی ہار نہ مانتے ایک بار پھر سے اپنا موقف بیان
کیا۔

میں لچک لے کر دیکھ چکا ہوں، سکون سے سوچ چکا ہوں مگر ہانیہ ”
میری زندگی میں ابھی کہیں نہیں ہے۔ میرے لیے میرا مستقبل،
میرے خواب سب سے اہم ہے جنہیں پورا کیے بغیر میں کسی بھی
فضول چکر میں پھنسنا نہیں چاہتا۔“ شہریار کی بات پہ لہجے میں
تھوڑی نرمی پیدا کرتے زارون نے اُسے اپنے ارادوں سے آگاہ کیا۔
مطلب تم اپنے مستقبل کو محبت پہ ترجیح دے رہے ہو؟ تم خود ”
غرض ہو۔ میں یہ تو جانتا تھا مگر اتنے۔۔۔ اس کا اندازہ نہیں تھا۔ یار وہ
پچھلے چار سالوں سے تمہاری آس میں بیٹھی ہے۔“ اُسے اُس کی بے
حسی کا احساس دلانے کے لیے شہریار نے اپنی بات پہ زور دیا۔
کون سی آس؟ میں نے کبھی اُسے کوئی آس نہیں دلائی اور نہ ہی کبھی ”
اس قسم کا کوئی اشارہ دیا اس لیے بہتر ہے کہ تم اس موضوع کو دوبارہ
میرے سامنے بیان مت کرنا۔“ اپنے اوپر لگے بے بنیاد الزام کی

وضاحت کرتے زارون نے دو ٹوک انداز میں شہریار کو باور کروایا اور مزید وہاں رکنے کے بجائے غصے سے اپنا بیگ اٹھتے کینیٹین سے نکلا۔ اُففف یہ کبھی نہیں مانے گا۔ حد ہے میں بھی ایویں ایک لڑکی کی ” باتوں میں آکر اسے ناراض کر رہا ہوں۔“ زارون کے یوں خفا ہونے پہ شہریار کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تو اُس نے نمرہ کی ایک ہفتے کی جذباتیات کو چولہے میں جھونکا اور اپنے دوست کو منانے کے لیے باہر کی جانب لپکا۔

امی مجھے بھی بھائی کی طرح کی شیر وانی بنوانی ہے۔“ دن قریب آتے ” ہی شادی کی تیاریوں نے زور پکڑا تو اذلان نے فیضان کی کالے رنگ کی خوبصورت شیر وانی کو دیکھتے فرمائش کی۔

بیٹا یہ تو دلہے پہنتے ہیں۔ جب تمہاری شادی ہوگی ناتب میں ”
تمہارے لیے بھی ایسی بنوادوں گی۔“ اُس کی بات پہ مسکراتے عالیہ
بیگم نے نرمی سے سمجھایا۔

نہیں مجھے ابھی بنوانی ہے۔ آپ نے نور عین کو بھی بارات کے لیے ”
لہنگا بنوا کر دیا ہے نا حالانکہ لہنگا تو دلہن پہنتی ہے تو پلیز مجھے بھی ایسی
شیر وانی بنوادیں۔“ ماں کا جواب سنتے ہی منہ بسورتے اذلان نے پھر
سے ضد کی۔

لہنگا تو دوسری لڑکیاں بھی پہن لیتی ہیں اور نور عین کی نقل کرنا ”
تمہارے لیے ضروری نہیں اس لیے جو کپڑے بنادیے ہیں اُسی میں
گزارا کرو۔“ مزید خرچے کی گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے عالیہ بیگم
نے اب کی بار اُس کے ساتھ تھوڑی سختی برتی۔

کیوں؟ آپ نے باقی سب کو بھی اُن کی پسند کی چیزیں لے کر دی ”
ہیں اور میں نے شے بالا بھی تو بننا ہے نا، تو پلیز آپ میرا بھی بھائی کے

ساتھ کاسوٹ بنوائیں۔“ ماں کی بات پہ ایک اور اعتراض اُٹھاتے
اذلان نے پھر سے اپنا مؤقف بیان کیا۔

توشے بالے اور دلہے کے کپڑوں کا ایک جیسا ہونا ضروری نہیں اس”
لیے مجھ سے مزید بحث مت کرو میرے پہلے ہی سر میں بہت درد
ہے۔“ اُس کی چک چک سے تنگ آتے عالیہ بیگم نے درد کا بہانہ
کرتے بات ختم کی تو اذلان نے خفگی سے ماں کی طرف دیکھا اور غصے
کے اظہار کے لیے پاؤں پٹختے لاؤنج سے نکلا۔

حد ہے، باپ بستر پہ پڑا ہے اور ان کی فرمائشیں ہی ختم نہیں”
ہو رہیں۔“ بیٹے کے جاتے ہی عالیہ بیگم نے جھنجھلاتے ہوئے خود
کلامی کی اور کپڑے سمیٹتے وہاں سے اُٹھیں تاکہ ایک بار کمرے میں جا
کر ذیشان صاحب کو دیکھ سکیں۔

آپی یہ برائیدل شاور کیا ہوتا ہے؟“ اپنی تیاری کرتے کرتے ”
نور عین کے دماغ میں سوال ابھرا تو اُس نے عائشہ کو مخاطب کیا۔
مجھے اچھے سے نہیں پتا پر ایک پارٹی کی طرح ہوتا ہے جہاں لڑکی کی ”
سہیلیاں اور کزنز وغیرہ مل کر دلہن کے ساتھ انجوائے کرتی ہیں۔“
ایک آنکھ بند کیے دوسری پہ میک اپ کرتے عائشہ نے مصروف سے
انداز میں اُس کی بات کا جواب دیا۔

کیسے انجوائے کرتی ہیں؟ گیمز کھیلتی ہیں کیا؟“ اُس کے جواب پہ ”
مطمئن ہوتے نور عین نے نظروں میں چمک لیے ایک اور سوال
پوچھا۔

ہاں، شاید پر تم ان باتوں کو چھوڑو اور جلدی سے تیار ہو جاؤ تا کہ ہم ”
ٹائم پہ خالہ کے گھر پہنچ سکیں۔“ اچھی طرح معلومات نہ ہونے کی
وجہ سے عائشہ نے اُسے ٹالنے کی خاطر ہاں میں جواب دیا اور اُسے
جلدی کرنے کا بولتے خود بھی تیزی سے ہاتھ چلانے لگی۔

بہت مزہ آئے گا، میں بھی اس بار خوب سارا انجوائے کروں گی۔““
عائشہ کی بات سے اُسے تسلی ہوئی تو اُس نے آنے والے وقت کا
سوچتے خوشی خوشی ارادہ کیا اور اپنی فراک سنبھالتے دراز کی جانب
بڑھی تاکہ پہننے کے لیے جیولری اور چوڑیاں نکال سکے۔

میں کسی کو چھوڑنے نہیں جاؤں گا۔ آپ پلیز انہیں رکشے میں بھیج دیجیے۔“
یونیورسٹی کے بعد وہ کچھ دیر دکان پہ فیضان کا ہاتھ بٹانے کے
بعد شام چھ بجے کے قریب گھر لوٹا تو اُس کے لیے ایک نیا مسئلہ تیار
تھا۔

نہیں، میں اس وقت بچیوں کو ایسے اکیلے رکشے میں نہیں بھیج سکتی۔“
اس لیے تم بس انہیں چھوڑ آؤ پھر واپسی پہ میں زین سے بول دوں گی

وہ خود ہی انہیں چھوڑ جائے گا۔“ بیٹے کے مشورے کو خاطر میں لائے بغیر عالیہ بیگم نے سختی سے انکار کیا۔

تو اذلان کو بھیج دیں نا ساتھ۔ میں رکشہ کروادوں گا سکون سے چلے جائیں گے۔“ سارے دن کی تھکاوٹ اور شہریار کی بے تکی باتوں نے اُس کا دماغ خراب کیا تو اُس نے جھنجھلاتے ہوئے ایک بہتر حل پیش کیا۔

اذلان کو عقل ہوتی تو میں اُسے کب کا بول دیتی اور تمہارا انتظار نہ کرتی۔ ویسے بھی تمہارے ابو مطمئن نہیں ہوں گے اس لیے بس دس منٹ کی بات ہے میں تمہیں وہاں رکنے کو نہیں بول رہی بے شک گیٹ پہ اُتار کے آجانا۔“ حالات اور سچی سنوری بیٹیوں کو دیکھتے عالیہ بیگم نے زارون کی بات ماننے کے بجائے ذیشان صاحب کا حوالہ دیتے اُس سے درخواست کی۔

ٹھیک ہے ان سے بولیں، پندرہ منٹ میں تیار ہو جائیں کیونکہ اگر ” ایک منٹ بھی اوپر ہوا تو میں انہیں چھوڑنے نہیں جاؤں گا۔ “ ماں کے بار بار اصرار پہ ہامی بھرتے زارون نے انہیں تنبیہ کی اور تیزی سے قدم اٹھاتے سیڑھیوں کی جانب بڑھاتا کہ جانے سے پہلے فریش ہو سکے۔

بس اپنا خیال رکھنا اور زیادہ اچھلنے کودنے کی ضرورت نہیں ہے۔ “ ” بیٹے کے دیے گئے وقت سے پہلے ہی عالیہ بیگم ان دونوں کو کمرے سے نکال کر لان میں لائیں۔

نہیں کودتے، حد ہے ہم کوئی بند رہیں جو وہاں اچھلنا کودنا شروع کر ” دیں گے۔ “ ماں کی بار بار کی جانے والی تاکیدوں سے تنگ آتے عائشہ نے خفگی سے منہ بسورا۔

آپ فکر نہ کریں، ہم اپنا خیال رکھیں گے بس آپ ماموں کا خیال ”
رکھیے گا۔“ آگے بڑھتے عالیہ بیگم کو تسلی دیتے نور عین نے اپنی
فراک کو سنبھالنے کی کوشش کی جو لمبی ہونے کی وجہ سے بار بار اُس
کے پاؤں میں الجھ رہی تھی۔

چلو۔“ باہر آتے ہی اُن تینوں کی طرف دیکھے بغیر زارون نے ”
بائیک سیدھی کر کے باہر نکالی اور اوپر بیٹھتے اُسے اسٹارٹ کرنے لگا تو
عالیہ بیگم نے اُس کی پھرتی دیکھ کر اُن دونوں کو جانے کا اشارہ کیا۔
تم آگے بیٹھ جاؤ، میں پیچھے بیٹھ جاتی ہوں۔“ بائیک کے قریب پہنچتے ”
ہی عائشہ نے اُس سے کہا تو نور عین نے نفی میں سر ہلاتے اُسے آگے
کیا۔

وقت ضائع مت کرو اور ایک سائیڈ پہ ٹانگیں کر کے بیٹھنا۔“ اُن ”
کی کھسر پھسر سنتے زارون نے ایک سخت نظر اُن دونوں پہ ڈالی تو
نور عین کو چار و ناچار اُس کے پیچھے بیٹھنا پڑا۔

بیٹھ گئے ہیں چلیں۔“ پہلے نور عین کی فراک اکٹھی کر کے اُسے ”
پکڑتے عائشہ نے اُس کے ساتھ بیٹھتے اپنی فراک سنبھال کر بائیک
کے نیچے لگے ہینڈل کو پکڑا۔

عائشہ آپلی ہمیشہ ہی میرے ساتھ ایسا کرتی ہے۔“ اُس نے بہن کی ”
بات سنتے ہی بائیک آگے بڑھائی تو نور عین نے ایک نظر اُس کی کشادہ
پشت پہ ڈالی اور جمپ لگتے ہی تیزی سے اُس کی قمیص کو پکڑا۔
تمیز کے ساتھ بیٹھو۔“ ایک ہاتھ سے ہینڈل سنبھالتے دوسرے
سے اُس کا ہاتھ جھٹکتے زارون نے اُس کی حرکت پہ سختی سے اپنے
جبرے بھینچے۔

گرنے لگی تھی میں، کوئی شوق سے نہیں رکھا تھا۔“ اُس کی ”
بڑبڑاہٹ سنتے نور عین نے بھی غصے سے اُس کی پشت کو گھورا جو
بلاوجہ ہی اُسے ڈانٹ رہا تھا۔

تم مجھے پکڑ لو۔“ بھائی کے تیور خراب دیکھ کر عائشہ نے نور عین کا”
ہاتھ تھامتا تو اُس نے کھا جانے والی نظروں سے آگے بیٹھے شخص کو دیکھا
جواب اُن سے لا پرواہی برتتے خاموشی سے بایک چلانے میں
مصروف تھا۔

السلام علیکم! میں آپ لوگوں کا ہی انتظار کر رہا تھا۔“ زارون نے”
بایک لے جا کر گھر کے سامنے روکی تو زین بے تابی سے اُن کی طرف
آیا۔

وعلیکم السلام، انتظار کی وجہ؟ مطلب سب خیریت ہے نا۔“ اُس کی”
نظریں نور عین پہ دیکھ کر زارون کے ماتھے پہ بل پڑے تو اُس نے
بامشکل اپنے لہجے کو نارمل رکھا۔

ہاں سب خیریت ہے وہ دراصل خالہ کی کال آئی تھی وہ بتا رہی تھیں ”
کہ تم لوگ پہنچنے والے ہو اسی لیے میں باہر آگیا تاکہ انتظار نہ کرنا
پڑے۔“ نظروں کے ساتھ ساتھ اپنے لہجے پہ بھی قابو پاتے زین
نے ایک بے ضرر سی وضاحت دی۔

ہمم مہمان آگئے؟ اور خالہ خالو کیسے ہیں؟“ گھر جانے کا ارادہ ترک
کرتے زارون نے بانیٹ سے اترتے سر سری سے انداز میں پوچھا۔
ہاں سب ٹھیک ہیں تم آؤ باہر کیوں کھڑے ہو۔“ نور عین اور عائشہ
اندر داخل ہوئیں تو زین نے بد دلی سے اُسے دعوت دی۔
ہاں، تم گیٹ کھولو میں بانیٹ اندر کر دوں۔“ زین کی بلاوجہ کی
خوشی دیکھ کر زارون کو کسی غیر معمولی بات کا احساس ہوا تو اُس نے سر
ہلاتے اُسے گیٹ کھولنے کا بولا۔

اُف ف خالہ نے اس آفت کو ضرور بھیجنا تھا ان کے ساتھ۔“ زارون
کی بات سنتے ہی چہرے پہ مصنوعی مسکراہٹ سجاتے زین گیٹ

کھولنے کے لیے تیزی سے اندر آیا اور اپنے سارے پلان کا بیڑہ غرق
ہوتا دیکھ کر غصے سے تلملایا۔

بیٹا تم اتنے دن سے یونیورسٹی کیوں نہیں جا رہے؟ سیمینار اتنے لمبے
تو نہیں ہوتے اور تم نے پہلے تو کبھی بھی اس طرح چھٹیاں نہیں
کیں۔“ رات ڈنر کے لیے ٹیبل پہ آتے ہی آفندی صاحب نے فکر
مندی سے بیٹی کو مخاطب کیا جو سیمینار اور فنکشنز کا بہانہ کر کے پچھلے
ایک ہفتے سے چھٹی پہ تھی۔

جی وہ تو ختم ہو گئے ہیں مگر ایک ہی روٹین میں رہ رہ کر میرا دل
اچاٹ ہو گیا تھا اسی لیے سوچا کہ کچھ دن کا بریک لے لوں۔“ باپ
کے سوال پہ پھر سے بہانہ بناتے ہانیہ نے چہرے پہ ایک نرم سے
مسکراہٹ سجائی۔

اچھا ٹھیک ہے اگر بورہور ہی تھیں تو مجھے بتاتیں ہم کہیں آؤنگ کا”
پلان بنا لیتے۔“ بیٹی کے چہرے پہ کچھ دنوں سے پھیلی تاریکی اور
کشمکش کو دیکھ کر آفندی صاحب کا دل اُس کے جواب سے مطمئن نہیں
ہوا مگر پھر بھی اُس کا پردہ قائم رکھنے کے لیے اُنہوں نے عام سے انداز
میں کہا۔

نہیں میرا کہیں جانے کا دل نہیں تھا اور آپ کی طبیعت بھی ابھی”
اچھی نہیں ہے اس لیے پلیز آپ اس بارے میں زیادہ اسٹریس نہ
لیں۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔“ باپ کی فکر دیکھ کر ہانیہ نے مہارت
سے اپنی تکلیف چھپائی اور ماں کی جانب متوجہ ہوئی جو اُس کے کہے
بغیر ہی کھانا چھوڑ کر اُس کے لیے گرما گرم پاستہ بنا کر لائیں تھیں۔
آپ کو کیسے پتا چلا کہ مجھے کھانا پسند نہیں آیا؟“ اپنی پسندیدہ چیز کو دیکھ
کر ہانیہ کو خوش گوار حیرت ہوئی تو اُس نے نظروں میں الجھن لیے
ماں کو مخاطب کیا۔

مجھے تمہارے تاثرات سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ تمہیں کون سی چیز ”
پسند آئی ہے اور کون سی نہیں۔“ باؤل اُس کے سامنے رکھتے ہما بیگم
نے آہستگی سے اُس کے سر پہ بوسہ دیا۔

بہت شکریہ امی آپ بہت اچھی ہیں۔“ اپنے والدین کی اپنے لیے ”
چاہت اور فکر دیکھ کر ہانیہ کی آنکھوں میں چمک آئی تو اُس نے ماں کے
ساتھ لگتے اُن کا شکریہ ادا کیا جو اُس کی زبان سے نکلنے سے پہلے ہی اُس
کی ہر خواہش پوری کر دیتی تھیں۔

بس بس اب یہ لاڈ بعد میں کرنا اور کھانا کھاؤ۔ ٹھنڈا ہو رہا ہے۔“
اُن ماں بیٹی کی محبت دیکھ کر آفندی صاحب کے چہرے پہ اطمینان آیا تو
اُنہوں نے اُن کا دھیان کھانے کی طرف دلایا جو کافی دیر سے اُن کی
توجہ کا منتظر تھا۔

کچھ ہی دیر میں عائشہ، سحر اور سائرہ کی عدم توجہ کی وجہ سے وہ وہاں سے بور ہو کر باہر آئی۔

آپ گھر نہیں گئے؟“ ڈرائنگ روم سے نکلتے ہی زارون کو سامنے ”لاؤنج میں بیٹھا دیکھ کر وہ اُس کے قریب آئی۔

نہیں، تم لوگ فارغ ہو جاؤ پھر اکٹھے جائیں گے۔“ ایک نظر اُس کے چہرے پہ ڈالتے (جو اُس کی فراک کے رنگ کی طرح ہی گلابی تھا) زارون نے نرمی سے کہا۔

میں تو فارغ ہوں، سب لڑکیاں ہی بڑی ہیں اور اپنے اپنے مزے کر رہی ہیں مجھے تو کوئی منہ لگانا بھی گوارا نہیں کرتا۔“ اُس کے قریب ہی صوفے پہ بیٹھ کر اپنا مسئلہ بیان کرتے اُس کی آنکھیں خوا مخواہ ہی نم ہوئیں۔

اچھا بس اب یہاں رونا شروع مت کر دینا اور جاؤ اندر عائشہ سے ”
بولو وہ تمہیں خود ہی کمپنی دے گی۔“ اُس کا ارادہ بھانپتے ہی زارون
نے آہستہ آواز میں کہتے اُسے تنبیہ کی۔

نہیں دیتیں، وہ تو مجھ سے بات بھی نہیں کر رہیں، ساری لڑکیاں ”
گیم کھیل رہی ہیں اور مجھے کوئی بھی نہیں کھلا رہا۔“ ہاتھ کی پشت سے
آنسو صاف کرتے اُس نے پھر سے شکایت کی۔

سب بولتے، میں چھوٹی ہوں۔ حالانکہ مجھے ساری گیمز کھیلنی آتی ”
ہیں۔“ سو سو کرتے اُس نے مقابل کو ساری صورت حال سے آگاہ کیا۔
اچھا ٹھیک ہے چپ کرو اور یہاں تماشا مت لگاؤ اگر پہلے ہی پتا تھا ”
کسی نے منہ نہیں لگانا تو آتی ہی نہیں۔“ اُس کے یوں رونے سے
کوفت محسوس کرتے زارون نے دبی آواز میں ڈانٹا۔

مجھے پہلے نہیں پتا تھا اگر ہوتا تو کبھی نہ آتی۔“ اُس کی بات پہ افسردہ ”
ہوتے نور عین نے بددلی سے کہا۔

عقل ہو تو پتا چلے ناجب دماغ کے پرزوں کو ہمیشہ بند رکھو گی تو ایسا ”
ہی ہو گا۔“ ایک نظر اُس کی کلائیوں میں سچی چوڑیوں پہ ڈالتے وہ
آہستگی سے بولا۔

دماغ کے پرزے یہ نہیں بتاتے کہ کہاں جانا ہے اور کہاں نہیں اور ”
نہ ہی مستقبل کی جھلک دکھاتے جو میں گھر بیٹھے ہی یہ فیصلہ کر لیتی۔“
اُس کے جواب پہ بے عزتی محسوس کرتے نور عین نے اُسے خفگی سے
گھورا جو ہر بات میں اُس کی عقل کو لے آتا تھا۔

مستقبل کی جھلک نہیں دکھاتے مگر ان میں سوچنے سمجھنے کی ”
صلاحیت جو انسان کو اُس کے اچھے بُرے سے آگاہ کرتی ہے اس لیے
مہربانی کر کے ان کا استعمال کر لیا کرو تا کہ کسی بڑے نقصان سے بچ
سکو۔“ سامنے سے زین کو آتا دیکھ کر زارون کے ماتھے پہ بل پڑے تو
اُس نے نور عین کو سختی سے سمجھایا۔

سوری وہ بس میں امی کے ساتھ کچن میں لگ گیا تھا۔ “اُسے اکیلے”
چھوڑنے پہ معذرت کرتے زین نے ایک نظر نور عین پہ ڈالی جو
زارون کی بات پہ غصہ ہوتے اُٹھ کر واپس ڈرائنگ روم میں جا چکی
تھی۔

کوئی بات نہیں، خالہ کو بولوزیادہ کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے”
میں نے ابھی شام میں کھانا کھایا ہے۔“ بھانجے کے آنے کی خوشی
میں شائستہ بیگم (جو کب سے چائے کابول کر کچن میں گھسی ہوئی
تھیں) کا سوچ کر زارون نے کسی بھی تکلف سے منع کیا۔
نہیں، تم فکر نہ کرو اور سکون سے بیٹھو ابو بھی بس آنے والے”
ہیں۔“ نور عین کایوں جانازین کو بُرا لگا مگر زارون کی وجہ سے چپ
رہتے اُس نے کڑوا گھونٹ پیا اور خود بھی اُس کے پاس بیٹھتے اُس کی
پڑھائی کے بارے میں پوچھنے لگا۔

یار یہ تمہارے بھائی کے ساتھ باہر جو لڑکا بیٹھا ہے وہ کون ہے؟““
واش روم سے آتے وقت پلوشہ کی نظر زارون پہ پڑی تو اُس نے سحر کو
مخاطب کرتے سوال کیا۔

میری خالہ کا بیٹا ہے اور آپ کا دیور۔ کیوں کیا ہوا؟“ اپنی دوست کی
بات سنتے ہی سحر نے حیرت سے اُس کی طرف دیکھا۔
کچھ نہیں، کافی ڈیشنگ ہے۔ اس کی بھی کہیں منگنی وغیرہ ہوئی ہے“
کیا؟“ نظروں میں واضح چمک لیے پلوشہ نے مزید جاننے کی کوشش
کی۔

نہیں، ابھی نہیں ہوئی مگر تم زیادہ خوش مت ہو کیونکہ یہ محترم“
عنقریب میرے حصے میں آنے والے ہیں۔“ مقابل کی بات سنتے ہی
سحر نے اک ادا سے اپنے بال پیچھے کیے تو پلوشہ کے ساتھ ساتھ پیچھے
کھڑے وجود کو بھی جھٹکا لگا۔

ہو نہہ حد ہے یار تم تو چھپی رستم نکلیں، مطلب پہلے تو تم نے کبھی ”
اس بات کا ذکر نہیں کیا۔“ اپنی ناپسندیدگی پہ قابو پاتے پلو شہ نے فی
الوقت سحر کی بات سنتے اُسے چھڑا۔

مجھے بھی کچھ دن پہلے ہی پتا چلا ہے کہ امی اور خالہ میرے اور ”
زارون کے بارے میں پر امید ہیں۔ ویسے یقین مجھے بھی نہیں آ رہا،
مطلب اتنے ہینڈ سم شخص کو پانا کوئی عام بات نہیں۔“ لہجے میں غرور
اور نظروں میں چمک لیے سحر نے اپنی خوش قسمتی کو بیان کیا تو
نور عین نے سختی سے اپنے جبرے بھینچے اور وہاں سے ہٹتے عائشہ کی
جانب بڑھی تاکہ اُسے گھر جانے کا بول سکے۔

سحر کی گل فشانی نے نور عین کے دل میں کاری ضرب لگائی تب ہی
گھر پہنچتے ہی وہ کسی سے بات کیے بغیر ہی کمرے میں چلی گئی۔

اسے کیا ہوا ہے؟“ اُسے یوں تیزی سے کمرے میں جا کر بند ہوتا”
دیکھ کر عالیہ بیگم نے فکر مندی سے بیٹی کی طرف دیکھا۔

پتا نہیں، ایک دم سے ہی دماغ خراب ہو گیا تھا اور ایسی گھر آنے کی
رٹ لگائی کہ میرا بھی سارا مزہ کر کر اکر دیا۔“ ماں کے سوال پہ منہ
بسورتے عائشہ نے نور عین کی کارستانی بتائی۔

اچھا خیر ہے طبیعت خراب ہو گئی ہو گی یا نیند آئی ہو گی، تم اپنا موڈ
خراب نہ کرو اور زارون کہاں ہے؟ تم لوگ اُس کے ساتھ نہیں
آئیں؟“ اُن دونوں کو اکیلا دیکھ کر عالیہ بیگم نے نور عین کی بات کو
نظر انداز کرتے بیٹے کے بارے میں پوچھا۔

اُنہی کے ساتھ آئے ہیں، ہمیں چھوڑ کر باہر سے ہی کہیں چلے گئے۔“
میں نے پوچھا بھی پر کہتے کچھ دیر میں آتا ہوں امی کو بتا دینا۔“ ماں کے
سوال کا جواب دیتے عائشہ نے بھی کپڑے تبدیل کرنے کے لیے اپنا

رخ کمرے کی جانب کیا تو عالیہ بیگم نے ایک نظر کلاک پہ ڈالی جہاں
اب دس بج رہے تھے۔

ایسا نہیں ہو سکتا، وہ صرف میرے ہیں۔ میں کسی صورت بھی اُنہیں ”
کسی اور کا ہونے نہیں دوں گی۔“ کمرے میں آتے ہی واش روم میں
بند ہوتے نور عین نے غصے سے اپنے بالوں کو مٹھیوں میں جکڑا۔
جو چیز مجھے پسند آتی ہے یا جو انسان مجھے اچھا لگتا ہے یہ لوگ سب کچھ ”
ہی مجھ سے چھین لیتے ہیں مگر اس بار میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔
زارون صرف میرا ہے صرف نور عین کا۔“ کلائیوں میں سجی
چوڑیاں غصے سے اتار کر دور پھینکتے اُس نے منہ پہ دوپٹہ رکھتے اپنی
چیخوں کو دبایا۔

نور عین کیا ہوا ہے؟ اور یہ شور کیسا ہے؟“ واش روم سے کھٹ“
پٹ کی آواز پہ پریشان ہوتے عائشہ جو جیولری اُتار کر دراز میں رکھ رہی
تھی ایک دم سے پریشان ہوتے دروازے پہ دستک دینے لگی۔
کچھ نہیں، آپی وہ میرے ہاتھ سے چوڑیاں گری گئیں تھیں۔“ باہر“
سے آتی آواز پہ ہوش میں آتے اُس نے جلدی سے اپنے آنسو صاف کیے
جو اپنی بے بسی پہ تو اتر سے بہہ رہے تھے۔
اچھا ٹھیک ہے جلدی باہر آؤ، مجھے بھی چیلنج کرنا ہے۔“ دوسری“
طرف سے جواب آتے ہی مطمئن ہوتے عائشہ نے پھر سے آواز لگائی تو
نور عین نے جلدی سے بیسن کی جانب بڑھتے اپنے چہرے پہ پانی کے
چھینٹے مارے۔

ہو نہہ اتنے دنوں سے مجھ سے بات نہیں کی اور اب تصویریں بھیج ”
بھیج کر میرا دل جلا رہی ہے۔، سائرہ کی بھیجی ہوئی تصویروں کو دیکھتے
فیضان کے چہرے پہ مسکان آئی تو اُس نے مقابل کے عکس سے شکوہ
کیا۔

ویسے یہ دوری بھی ضروری ہے تاکہ ملن کے احساس میں بے تابی ”
رہے ورنہ سب کچھ عام ہی لگے گا۔“ اُسے کال ملانے یا میسج کرنے
کے بجائے اپنی بے چینی پہ بند باندھتے اُس نے ایک اہم فیصلہ کیا۔
اب تو میں نکاح کے بعد ہی تم سے بات کروں گا اور مناؤں گا۔“
اُس کی ناراضگی کا احساس ہونے کے باوجود بھی فیضان نے اپنی ضد پہ
قائم رہتے خود کلامی کی اور موبائل آف کرتے سائیڈ پہ رکھاتا کہ سائرہ
کی طرف سے بھی کسی پیش قدمی کا جواب نہ دے سکے۔

یار پلیز رونا تو بند کرو اور مجھے تفصیل سے بتاؤ کہ کیا مسئلہ ہوا۔“
ہے۔“ رات کانٹوں پہ گزارنے کے بعد وہ صبح اسکول پہنچی تو اُس
نے پہلی فرصت میں ہی ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں عائرہ کو ساری
صورتحال سے آگاہ کیا۔

سحر ہے کون؟ اور یہ بات اُس نے کیوں بولی؟ کوئی رشتہ دار ہے۔“
تمہاری؟“ اُس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے عائرہ نے اُس کی حالت کے
پیش نظر خود بھی فکر مند ہوتے نرمی سے استفسار کیا۔
سائرہ آپی کی بہن ہے مطلب اذلان کی خالہ کی بیٹی۔ وہ بول رہی تھی۔“
کہ ممانی اور اُس کی امی دونوں اُن کے رشتے کے لیے خوش ہیں۔ یار
مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہی کہ میں کس سے بولوں۔ رات سے میرا دماغ
بالکل بند ہے۔“ عائرہ کے سوال پہ اٹک اٹک کر ساری بات بتاتے
نور عین نے اپنی آنکھیں صاف کیں جو کسی صورت بھی خشک ہونے
کا نام نہیں لے رہی تھیں۔

ہاں، تمہاری تو امی بھی نہیں ہیں جو یہ بات کر سکیں۔ تم ایسا کرو کسی ”
طریقے سے اپنے ماموں کو بتادو یا زارون کو۔ مطلب جیسے تم بتاتی ہو
کہ وہ تمہارا خیال کرتا ہے تو مجھے سو فیصد یقین ہے کہ وہ بھی تمہیں
پسند کرتا ہے مگر ہو سکتا ہے کہ وہ پہل کرنے میں گھبرار ہا ہو یا کچھ
لڑکے اس معاملے میں ذرا اثر میلے ہوتے ہیں وہ اپنے دل کی بات بیان
نہیں کر پاتے اس لیے بہتر یہی ہے کہ تم کسی طریقے سے اُس کے
سامنے اپنی محبت کا اظہار کر دو۔“ اُس کی پریشانی کو سمجھتے عائرہ نے
اپنے عقل اور سوچ کے مطابق اُسے ایک مؤثر مشورہ دیا۔
وہ کیسے؟ میں زارون کو کیسے بتاؤں گی؟ اور مجھے تو وہ شرمیلے نہیں ”
لگتے مطلب وہ تو ہر بات اگلے بندے کے منہ پہ مارنے والے انسان
ہیں۔“ عائرہ کے مشورے سے کچھ حوصلہ ملا تو نور عین نے الجھے
سے انداز میں اُس کی طرف دیکھا۔

دوسری باتیں الگ ہیں اور محبت کی الگ، ہو سکتا ہے وہ یہ سوچ رہے ”
ہوں کہ تم ابھی چھوٹی ہو اور اُن کی بات نہیں سمجھ پاؤ گی یا وہ تمہاری
بے وقوفیوں سے گھبراتے ہوں۔ میں نے ایک ناول میں بالکل
تمہاری والی سچویشن پڑھی تھی مطلب لڑکا بڑا ہوتا وہ اپنے سے چھوٹی
عمر کی لڑکی کو پسند کرتا ہے مگر اُسے اس خوف سے کچھ نہیں بتاتا کہ
کہیں وہ کسی کو بتانہ دے پر جب لڑکی خود اُس سے اظہار کرتی تو وہ
بہت خوش ہوتا ہے اور پھر اُن کی شادی ہو جاتی ہے۔“ حقیقت کے
دنیا سے انجان عائرہ نے خوابوں کے دنیا میں سفر کرتے نور عین کو
بھی اپنے ساتھ کھینچا۔
اچھا تو پھر میں کیسے اظہار کروں؟ مطلب میں نے تو پہلے کبھی کسی ”
سے ایسی کوئی بات نہیں کی۔“ عائرہ کی بات سے مطمئن ہوتے
نور عین کو ایک نئی فکر نے ستایا۔

ہو نہ یہ کون سا مشکل ہے۔ ایک گلاب کا پھول لینا اور اُس کے ”
سامنے بیٹھ کے لو یو بول دینا۔“ چٹکیوں میں اُس کے مسئلے کا حل
نکالتے عائرہ نے کم عمری کی وجہ سے اس عمل کے نتائج کا سوچے بغیر
ہی اُس کے لیے مشکلات کا ایک گہرا گھڑا کھودا۔
لو یو؟؟؟ ہائے نہیں مجھے تو شرم آتی ہے۔ مطلب آگے سے مسٹر ”
پونے بارہ نے مجھے تھپڑ مارا دیا تو؟؟؟“ اُس کی آسانی سے کی گئی بات پہ
جھر جھری لیتے نور عین کی نظروں میں کئی خدشات سمائے۔
کچھ نہیں ہوتا، ایسے ڈرتی رہو گی تو تمہارے ہیر و کو کوئی اور چڑیل ”
لے اُڑے گی۔“ اُس کے خدشوں پہ خوف کے بند باندھتے عائرہ
نے اُسے سمجھایا تو نور عین نے بے بسی سے اُس کی طرف دیکھا اور
خاموشی اختیار کرتے اُس کی باتوں پہ غور کرنے لگی۔

کیا ہوا؟ سب خیریت ہے نا؟ تم نے اتنی ایمر جنسی میں مجھے گھر ”
کیوں بلایا؟“ یونیورسٹی سے فارغ ہوتے ہی نمرہ کو ہانیہ کی کال آئی تو
وہ اگلے بیس منٹ میں فکر مندی سے اُس کے پاس پہنچی۔
ہاں خیریت ہے۔ تم بیٹھو۔“ بیڈ کی جانب اشارہ کرتے ہانیہ نے ”
ایک نظر باہر دوڑائی اور دروازہ بند کرتے واپس پلٹی۔
کیا ہوا ہے؟ انکل ٹھیک ہیں اور یہ تمہاری آنکھیں کیوں سو جی ہوئی ”
ہیں؟“ ایک نظر اُس کے ستے ہوئے چہرے کو دیکھتے نمرہ کو کسی غیر
معمولی بات کا احساس ہوا تو اُس نے پریشانی سے پوچھا۔
ہاں، وہ رات کو نیند نہیں آئی اور ابو ٹھیک ہیں۔“ اُس کے قریب ”
ہی بیڈ پہ بیٹھتے ہانیہ نے مرجھائے سے انداز میں کہا۔
تو پھر کیا ہوا ہے؟ پھر سے آنٹی انکل نے رشتے کی بات کی ہے؟“ ”
اُس کے تاثرات سے اندازہ لگاتے نمرہ نے سوالیہ نظروں سے اُسے
دیکھا۔

ہاں، امی ابو کو لڑکا پسند ہے بس اب وہ صرف میری رضامندی ”

چاہتے ہیں۔“ کچھ ہی دیر پہلے ماں کے کیے گئے دھماکے سے دل برداشتہ ہوتے ہانیہ نے اپنی آنکھوں سے آنسو صاف کیے۔

تو تم نے کیا بولا؟ یار آنٹی انکل تم سے بہت پیار کرتے ہیں تم ایک بار ”

اُنہیں زارون کا بتا کر تو دیکھو پھر وہ کبھی بھی تمہاری مرضی کے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کریں گے۔“ اُس کی پریشانی سمجھتے نمرہ نے اُس کا ہاتھ تھامے نرمی سے سمجھایا۔

کس امید پہ بات کروں؟ کیا بولوں؟ جب ساتھ نبھانے والا ساتھ ”

نہیں دے رہا تو کیا کہوں میں اپنے ماں باپ سے؟“ والدین کے فیصلے اور زارون کے جواب پہ کشمکش کا شکار ہوتے ہانیہ نے بے بسی سے مقابل کی طرف دیکھا۔

تو پھر بھول جاؤ، کیونکہ اُسے تمہاری کوئی پروا نہیں ہے۔ میں نے ”

صرف تمہاری محبت کو دیکھتے ایک کوشش کی تھی، مجھے لگا تھا کہ

زارون وقتی طور پہ یہ سمجھ رہا مگر جب کچھ دن تم اُس سے دور رہو گی تو اُسے اپنی غلطی کا احساس ہو جائے گا پر وہ بے حس ہے اُسے تمہاری محبت اور تم سے زیادہ اپنے مستقبل کی فکر ہے اس لیے بہتر یہی ہے کہ ایسے انسان کے پیچھے اپنا مزید وقت ضائع مت کرو۔“ پچھلے دس سالوں کا ساتھ ہونے کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کے ہر راز سے واقف تھیں اسی لیے نمرہ نے دوستی کا فرض نبھاتے ہانیہ کو ایک مخلصانہ مشورہ دیا۔

نہیں بھول سکتی۔۔ پچھلے چار سالوں سے صرف میں نے اُسے سوچا، ”اُسے چاہا اور محسوس کیا ہے۔ محبت کے معنی سمجھ آتے ہی میں نے اس جذبے کا حق دار صرف اور صرف اُسے ٹھہرایا ہے۔ مجھے اُس کے علاوہ کچھ نظر نہیں آتا اور تم کہہ رہی ہو میں بھول جاؤں۔ یار میں مر جاؤں گی۔۔ وہ کہتا ہے اُس نے کبھی مجھے کوئی اس نہیں دلائی مگر اُس کی نظروں نے مجھ سے بہت کچھ کہا ہے۔ اُس کے رویے نے میرے

اندر بہت سے احساسات جگائے ہیں جنہیں ختم کرنا میرے لیے بہت مشکل ہے۔“ نمرہ کی بات پہ تڑپتے ہانیہ نے اُس کے ہاتھ کو اپنے سر دہاتھوں میں سختی سے تھاما۔

اچھا بس تم ریلکس رہو، میں کچھ سوچتی ہوں۔ ہو سکتا ہے کوئی راستہ ”نکل آئے۔“ شہریار کی جانب سے مایوس ہوتے اُس نے پر سوچ انداز میں کہتے ہانیہ کو تسلی دی جو ٹوٹی بکھری حالت میں بیٹھی ایک بے حس شخص کے لیے آنسو بہا رہی تھی۔

اپنی تیاری مکمل کرتے فیضان نیچے آیا تو باقی گھر والے بھی تقریباً تیار تھے۔ سب مرد حضرات نے سفید رنگ کی قمیص شلوار کے اوپر مختلف رنگوں کی ویسٹ کوٹ پہنی تھیں اور خواتین بھی سادگی کا مظاہرہ کرتے ہلکے کام والے نفیس جوڑوں میں بالکل تیار تھیں۔ جمعے

کے دن کی مناسبت سے مہندی سے ایک دن پہلے ہی نکاح کا فیصلہ کیا گیا تاکہ باقی فنکشنز دونوں گھرانے لڑکا لڑکی کو ساتھ بٹھا کر کر سکیں۔

ذیشان صاحب کی طرف سے نکاح میں شرکت کے لیے بس گھر کے افراد ہی شامل تھے مگر سلیم صاحب نے اس تقریب کے لیے بھی اپنے کچھ عزیز واقارب کو بلار کھا تھا۔

لڑکے والوں کے پہنچتے ہی کچھ دیر میں ایجاب و قبول کا مرحلہ طے ہوا تو سارا لاؤنج مبارک باد اور دعاؤں کی گونج سے کھل اُٹھا۔

ایک دن میں بھی ایسے ہی ایک پیاری سی دلہن اپنے گھر لاؤں گا اور ”

جلنے والوں کو مزید جلا کر رکھ کر دوں گا۔“ سب بڑوں کو اپنی اپنی خوش گپیوں میں مصروف دیکھ کر اذلان نے نور عین کے کان میں گھستے شریر سے انداز میں سرگوشی کی۔

کون سی سے دلہن؟“ دھیان زارون اور سحر (جو مٹھائی کی پلیٹ ”

زارون کے سامنے کیے کھڑی تھی) کی طرف ہونے کی وجہ سے

نور عین کو اُس کی آدھی بات سمجھ آئی تو اُس نے نا سمجھی سے مقابل کی طرف دیکھا۔

میری دلہن، جسے اللہ نے میرے لیے بنایا ہے۔ یار تمہیں کیا مسئلہ ”
ہے؟ اسکول میں بھی تم سارا دن اُس منحوس عائرہ کے ساتھ منہ جوڑے رکھتی ہو اور گھر میں بھی میری باتوں پہ دھیان نہیں دیتیں۔“ اُس کی عدم توجہی پہ جھنجھلاتے اب کی بار اذلان نے جواب دینے کے ساتھ ہی تشویش کا اظہار کیا۔

نہیں۔ مجھے کیا مسئلہ ہونا ہے؟ میں ٹھیک ہوں اور تمہیں کون لڑکی ”
دے گا۔“ اپنی چوری پکڑے جانے کے ڈر سے بوکھلاتے نور عین نے فٹ سے اُس کی جانب متوجہ ہوتے منہ بسورا۔

کیوں؟ مجھے کانٹے لگے ہیں یا میرے سر پہ سینگ نکلے ہیں جو کوئی ”
مجھے لڑکی نہیں دے گا۔“ مقابل کی بات کا بُرا مناتے اذلان نے بھنویں اچکائیں۔

پتا نہیں میرا دماغ مت کھاؤ۔“ اُس کی بے تکی باتوں میں نور عین ”
کی نظر پھر سے سامنے چلتے منظر پہ پڑی تو اُس نے غصے سے دانت پیسے
اور بے زاری کا اظہار کرتے لاؤنج سے اُٹھ کر باہر نکلی تو اذلان نے
حیرت سے اُس کی پشت کو دیکھا جو آج کل اُسے کچھ زیادہ ہی نخرے
دکھا رہی تھی۔

حد ہے کیسے اُس کے ہاتھ سے مٹھائی کھا رہے تھے۔ میرے ساتھ تو ”
کبھی سیدھے منہ بات بھی نہیں کی۔“ سحر کا زارون کے منہ میں چیچ
سے مٹھائی ڈالنا نور عین کو سخت ناگوار گزرا تو تلملاتے ہوئے لاؤنج
سے نکلی اور کسی بھی چیز کی پروا کیے بغیر صحن میں جا کر بیٹھ گئی۔

عائزہ ٹھیک کہتی ہے اگر میں نے ابھی کچھ نہ کیا تو یہ سحر آپی تو واقعی ”
زارون کو لے اڑیں گی۔“ بے چینی سے ہاتھوں کو مسلتے اُس نے
عائزہ کی باتوں پہ ایمان لاتے جھنجھلاتے ہوئے سوچا۔

لگتا ہے پر نسز آج کچھ پریشان ہے۔“ اپنی سوچوں میں غرق اک ”
جانی پہچانی سی آواز اُس کے کانوں میں پڑی تو اُس نے چونک کر اُس
کے تعاقب میں دیکھا۔

کوئی مسئلہ ہے تو مجھے بتاؤ، ہو سکتا ہے میں کچھ مدد کر سکوں۔“ اُس ”
کے سچے سنورے روپ کو آنکھوں کے ذریعے دل میں اُتارتے زین
نے بڑی اپنائیت سے پوچھا۔

نہیں۔۔۔ کوئی۔۔۔ مسئلہ نہیں ہے۔۔۔ وہ اندر میرا دل گھبرا رہا تھا ”
اسی لیے یہاں آگئی۔“ اُس کی نظروں میں عجیب سی ہوس دیکھ کر
نور عین کی زبان لرزی تو اُس نے بامشکل اپنی بات مکمل کی۔

ہم مطلب ہم دونوں کی پسند بالکل ایک جیسی ہے۔ مجھے بھی زیادہ ”
لوگ دیکھ کر گھبراہٹ محسوس ہونے لگتی ہے اور دل کرتا ہے بس
کسی خاموش کونے میں چھپ جاؤں۔“ اُس کے قریب ہی نیچے
زمین پہ بیٹھتے زین نے اُسے اپنی باتوں میں الجھانے کی کوشش کی۔
نہیں۔۔۔ مجھے ایسا کچھ پسند نہیں۔۔۔ مجھے تو تنہائی میں ڈر لگتا ”
ہے۔“ اُس کی پسند کا معلوم ہوتے ہی نور عین نے اُسے خود سے الگ
ثابت کرنے کے لیے جلدی سے اُس کی بات سے انکار کیا۔
پھر تو اور بھی اچھا ہے مطلب خاموشی میں تھوری ہلچل بھی ”
ضروری ہے ورنہ اکیلے رہ رہ کر تو انسان بور ہو جائے۔“ اُسے کسی طور
بھی اپنے رنگ میں رنگنے کے لیے زین نے مسکراتے ہوئے ایک اور
پتہ پھینکا۔

پتا نہیں کیا بول رہے ہیں آپ، مجھے اندر جانا ہے۔“ اُس کی باتوں اور ”
خاص کر اُس کی نظروں سے پریشان ہوتے وہ مزید وہاں بیٹھنے کے

بجائے جانے کے لیے اُٹھی تو زین نے اُسے روکنے کے لیے پھرتی
سے اُس کا ہاتھ پکڑا۔

کیوں جارہی ہو؟ پلینز کچھ دیر رک جاؤ۔“ اُس کے مقابل کھڑے ”
ہوتے زین نے دل کے ہاتھوں مجبور ہوتے ایک ناکام سی کوشش
کی۔

ہاتھ چھوڑیں میرا۔“ ایک نظربیرونی دروازے پہ کھڑی عائشہ پہ ”
ڈالتے وہ ہڑبڑائی اور جلدی سے اپنا ہاتھ چھڑواتے اندر کی جانب بھاگی
تو زین نے بھی پلٹ کر اُس کے تعاقب میں دیکھا۔

عائشہ؟ تم کب آئیں؟ وہ نور عین کے ہاتھ میں چوڑی لگی تھی میں ”
بس وہی دیکھ رہا تھا۔“ مقابل کے چہرے پہ سوال دیکھ کر زین نے
جلدی سے بات بنائی اور چند قدم کا فاصلہ طے کرتے اُس کے قریب
آیا۔

نور عین کو دیکھنے آئی تھی۔ ابوبلار ہے تھے۔“ اندر کچھ چھن سے ٹوٹا“
تو دل و دماغ میں بدگمانی کا گہرا سایہ لیے عائشہ نے اپنے من پسند شخص
کو دیکھا۔

بہت پیاری لگ رہی ہو۔ یہ کمر تم پہ کافی نیچ رہا ہے۔“ مقابل کے“
جذبات سے ناواقف زین نے بس کچھ سیکنڈ پہلے ہوئے واقعے کا اثر
زائل کرنے کے لیے اُس کی تعریف کی۔
تھینک یو، اذ لان ڈانس کر رہا ہے، آپ بھی آجائیں۔“ فی الوقت“
اُس کا ہر چیز سے دل اُچاٹ ہوا تو اُس نے بددلی سے کہا اور پلٹ کر
واپس لاؤنج کی جانب بڑھی جہاں سے اب شور اور قہقہوں کی آوازیں
آ رہی تھیں۔

اُف ف اب یہ لڑکی کوئی بے وقوفی نہ کر دے۔“ عائشہ کے جاتے“
ہی زین کو اک نئی فکر ستائی تو وہ خود کلامی کرتے اُس کے پیچھے ہی لاؤنج
میں آیا تاکہ موقع ملتے ہی پھر سے نور عین سے بات کر سکے۔

زین نے تمہارا ہاتھ کیوں پکڑا تھا؟“ سارے معاملات سے فارغ“
ہوتے وہ رات تقریباً ایک بجے کے قریب گھر واپس آئے تو عائشہ نے
کپڑے وغیرہ تبدیل کرنے کے بعد چہرے سے میک اپ اتراتے
سر سراتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

پتا نہیں، اُن کو کیا مسئلہ ہے اور وہ یہ حرکت دوسری بار کر چکے ہیں۔“
میرا تودل تھا کہ ماموں کو اُن کی شکایت لگا دوں پھر اُن کی طبیعت کو
دیکھتے ہوئے میں نے کچھ نہیں کہا۔“ عائشہ کے سوال پہ پھٹتے
نور عین نے کچھ سوچے سمجھے بغیر ہی فٹ سے اُس کی بات کا جواب
دیا۔

پہلی بار کب پکڑا؟“ اُس کی باقی وضاحت کو نظر انداز کرتے عائشہ“
نے دوسری بار پہ اٹک کر بامشکل پوچھا۔

ہسپتال میں جب میں ماموں کے پاس رکی تھی۔ مجھے تب بھی بہت ”
غصہ آیا تھا۔“ مقابل کے تاثرات دیکھے بغیر اپنی ہی دھن میں بولتے
نور عین نے بے وقوفی کا مظاہرہ کیا۔

اچھا ٹھیک ہے۔ لائٹ بند کر دو مجھے نیند آرہی ہے۔“ اُس کی بات ”
نے عائشہ کے دل پہ گہری ضرب لگائی تو اُس نے بے چینی سے پہلو
بدلا اور ہاتھ میں پکڑاٹشو وہیں ڈریسنگ پہ رکھتے اپنے آنسو چھپانے کے
لیے تیزی سے اُٹھ کر بستر پہ لیٹی۔

اب انہیں کیا ہوا،“ اُس کی پھرتی دیکھ کر نور عین کو عجیب لگا مگر ”
تھکاوٹ کی وجہ سے فی الوقت اُس کی حالت پہ غور کرنے کے بجائے
اُس نے آگے بڑھ کر لائٹ آف کی اور مقابل کی نیند اڑانے کی پروا کیے
بغیر خود سکون سے سو گئی۔

بہت بہت مبارک ہو نکاح کی۔“ سارا وقت اُسے نظر انداز کرنے“
کے بعد اب فیضان نے اپنے کمرے میں آتے ہی ایک میسج ٹائپ
کرتے اُس کے نمبر پہ سینڈ کیا جو اُس کی بے رخی پہ تلملاتے غصے سے
اپنی جیولری اُتار رہی تھی۔

ویسے آج تم کچھ زیادہ ہی اچھی لگ رہی تھیں بالکل کسی شہزادی کی“
طرح۔“ سائرہ نے میسج سین کر کے بھی جواب نہ دیا تو فیضان نے
دانتوں میں زبان دباتے شرارت سے ایک اور پیغام ٹائپ کیا۔
ہونہہ دوانچ کے فاصلے پہ بیٹھ کر دیکھنا تک گوارا نہیں کیا اور اب گھر“
جا کر ہوا میں تیر چلا رہے ہیں۔“ اتنے دن کی ناراضگی کے بعد فیضان
نے خود پہل کی تو سائرہ نے اکڑ دکھانا ضروری سمجھا اسی لیے میسج سین
کرنے کے باوجود بھی جواب نہ دیا اور لاپرواہی سے بڑبڑاتے اپنے کام
میں لگ گئی۔

غصہ؟؟ ٹھیک ہے بس کل کا دن ہے پرسوں تو میں تمہیں منا ہی ”
لوں گا۔“ کچھ دیر دوسری طرف سے جواب کا انتظار کرنے کے بعد
فیضان کے چہرے پہ مسکراہٹ آئی تو اُس نے سرشاری سے اپنے
بالوں میں ہاتھ پھیرا اور الماری سے اپنے کپڑے نکال کر واش روم
میں گھس گیا۔

اُف فف اتنی رات کو کسے مصیبت پڑ گئی ہے۔“ اُسے لیٹے اب کچھ دیر ”
ہی گزری تھی جب موبائل پہ مسلسل ہوتی بیل نے اُسے کوفت میں
مبتلا کیا۔

یہ کس کا نمبر ہے؟“ اسکرین پہ ایک ان نون نمبر دیکھ کر اُس کے ”
ماٹھے پہ پڑے بل مزید گہرے ہوئے مگر کسی ایمر جنسی کا سوچ کر اُس
نے تنے ہوئے اعصاب کے ساتھ کال ریسیو کی۔

ہیلو۔۔“ دوسری طرف کچھ پوچھنے سے پہلے ہی کسی کی سسکیوں کی”
آواز گونجی تو اُس کا دماغ بیدار ہوا۔

کون؟“ دوسری طرف موجود وجود کا احساس ہونے کے باوجود”
بھی زارون نے تصدیق کے لیے پوچھا۔

زا۔۔رون۔۔۔میں۔۔۔مر جاؤں۔۔۔گی۔“ اُس کی آواز سنتے”
ہی ہانیہ کے جسم میں جان آئی تو اُس نے آنسوؤں کے درمیان اپنی بے
بسی کو بیان کیا۔

میں۔۔۔تمہارے بغیر۔۔۔نہیں رہ سکتی۔۔۔۔میرے دل”
نے۔۔۔صرف تمہاری چاہت۔۔۔۔کے خواب بنے ہیں اس لیے
مجھے یوں بے وقت مت کرو۔“ دوسری طرف اُس کے ہونے کا
یقین ہوتے ہی اُس نے ایک بار پھر سے اپنی محبت کی بھیک مانگی تو
زارون کے تاثرات میں نرمی آئی۔

پلیز رونا بند کرو، اپنی محبت کو یوں اپنے سامنے گر گڑا تا دیکھ کر اُس کے ضمیر نے اُسے سختی جھنجھوڑا۔

”کیا ہو گیا ہے تمہیں؟ تم تو ایک بہت بہادر اور صابر لڑکی ہو۔“ اُس کی سسکیوں کی آواز پھر سے زارون کے کانوں میں پڑی تو اب کی بار وہ جھنجھلاتے ہوئے اپنے بستر سے نکلا۔

ختم ہو گیا ہے میرا صبر۔۔ ٹوٹ چکی ہوں میں۔“ اُس کے سوال پہ تڑپتے ہانیہ نے دبے لفظوں میں اپنی شکست کو بیان کیا۔

میں نے ان دنوں میں تمہیں ہر طرح سے بھلانے کی کوشش کی ہے مگر میں ہار چکی ہوں۔“ اپنی بے بسی کا تذکرہ کرتے آنسوؤں نے ایک بار پھر سے بند باندھا تو اُس نے رندھی ہوئی آواز میں بامشکل اپنی بات مکمل کی۔

”کیا چاہتی ہو؟“ اُس کی آہ و فریاد نے زارون کے دل کو مٹھی میں جکڑا تو اُس نے خود ہی ضبط کرتے آہستگی سے پوچھا۔

تمہارا ساتھ۔۔۔۔۔ میرے والدین میرا کہیں اور رشتہ کرنا چاہتے ”
ہیں پر مجھے تمہارے علاوہ کسی سے شادی نہیں کرنی اس لیے پلیز مجھے
اپنی زندگی میں تھوڑی سی جگہ دے دو۔“ محبت کے ہاتھوں مجبور
ہانیہ نے اپنی عزت نفس کا قتل کرتے دھڑکتے دل کے ساتھ فریاد کی
تو زارون نے ضبط سے آنکھیں میچیں۔

ٹھیک ہے پر تمہیں انتظار کرنا پڑے گا اور اس کے لیے تم اپنے ”
پیرنٹس کو خود مناؤ گی۔“ دل کی پکار پہ بے بس ہوتے اُس نے چند
سیکنڈز میں ہی اپنی زندگی کا ایک اہم فیصلہ کیا جس کے بارے میں وہ
خود بھی کافی دن سے کشمکش کا شکار تھا۔

میں منالوں گی تم جیسا بولو گے میں ویسا ہی کروں گی۔ میں انتظار ”
کرنے کے لیے تیار ہوں۔ تمہیں حاصل کرنے کے لیے میں کچھ بھی
کر سکتی ہوں۔“ اُس کے جواب سے ہانیہ کی انا کو تسکین ملی تو اُس نے
آگے آنے والے وقت کی تلخیوں کا سوچے بغیر ہی جلدی سے ہامی

بھری اور اپنے آنسو صاف کرتے نمرہ کو وکٹری کا نشان دکھایا جو خاص
اسی کام کے لیے گھر پڑھنے کا بہانہ بنا کر اُس کے پاس ٹھہری ہوئی
تھی۔

میں نے بولا تھا نا کہ یہ نسخہ ضرور کام کرے گا۔ ”کچھ دیر مزید“
باتوں کے ہانیہ نے کان سے موبائل ہٹایا تو نمرہ خوشی سے اٹھ کر اُس
کے قریب آئی۔

ہاں، قسم سے پہلے تو مجھے یہ آئیڈیا بکواس ہی لگا تھا پر اس نے بہت
جلدی زارون پہ اثر کیا ہے۔ ”نمرہ کے فرضی کالر جھاڑنے پہ منہ
بسورتے ہانیہ نے روکھے سے انداز میں اُس کی تعریف کی۔

ہو نہ بہت ہی ناشکری ہو تم، ایک میں نے تمہاری زندگی کا اتنا بڑا
مسئلہ حل کیا اور تم ہو کہ مجھے ہی باتیں سنار ہی ہو۔“ زارون کے اتنی

جلدی پگھلنے کا اندازہ نمرہ کو بھی نہیں تھا مگر اب جب کہ بات بن چکی تھی تو اُس نے اپنا آپ منوانے کے لیے ہانیہ پہ مصنوعی رعب جھاڑا۔
نہیں باتیں سنار ہی، یار میں بہت خوش ہوں۔ قسم سے مجھے پتا ہوتا۔“
کہ وہ میرے آنسوؤں سے اتنی جلدی مان جائے گا تو میں یہ مگر مجھ کے آنسو چار دن پہلے ہی بہا لیتی۔“ اپنی جیت پہ سرشار ہانیہ نے مسکراتے ہوئے بے تکلفی سے مقابل کے گلے میں بازو ڈالے۔
میں بھی خوش ہوں بس اب یہ باتیں چھوڑو اور مجھے یہاں بیٹھ کر۔“
تفصیل سے بتاؤ کہ اُس نے کیا کیا بولا۔“ چہرے پہ چمک لیے نمرہ نے سارے معلومات لینے کے لیے اُسے اپنے ساتھ ہی بیڈ پہ بٹھایا۔
کچھ نہیں، وہی پرانی باتیں کہ انتظار کرنا پڑے گا۔ مجھے سیٹل ہونے۔“
میں دو سال بھی لگ سکتے ہیں اور دس بھی اور ساری بات خود اپنے پیرنٹس سے کرنی ہے۔“ نمرہ کی بے قراری دیکھ کر ہانیہ نے مختصراً اپنے اور اُس کے بیچ ہوئی گفتگو کا خلاصہ پیش کیا۔

کیوں؟ بات تو اُسے کرنی چاہیے نامطلب انکل آنٹی تمہارے کہنے پہ ”
کیسے اتنا انتظار کریں گے۔“ باقی باتوں کو چھوڑتے نمرہ نے ایک اہم
نقطہ اٹھاتے سوال کیا۔

کر لے گا جب یہاں تک آگیا ہے تو آگے لے جانا بھی مشکل نہیں ”
اس لیے پلیز ابھی تم ایسی کوئی بھی فضول بات کر کے مجھے پریشان
مت کرو۔“ لہجے میں غرور اور پختہ عزم لیے ہانیہ نے فی الوقت کسی
بھی سوچ میں پڑنے کے بجائے نمرہ کو ٹوکا اور بیڈ پہ گرتے مستقبل کی
سوچوں میں گم ہو گئی۔

کیا؟ کیا بکواس کر رہے ہو تم؟“ اگر یہی فیصلہ کرنا تھا تو مجھے اتنے ”
تیر کیوں دکھائے۔“ اُس کی بات سنتے ہی شہریار کو کرنٹ لگا تو وہ
غصے سے اپنی جگہ سے اُچھلا۔

پتا نہیں اُس کی سسکیاں سن کر مجھے کیا ہو گیا تھا۔ میں ہامی بھرنے ”
کے بعد بھی ساری رات سو نہیں سکا۔ اُس کی تکلیف کو دیکھتے میری
طبیعت بہت عجیب ہو گئی تھی اور میں چاہتے ہوئے بھی اُسے انکار
نہیں کر پایا۔“ مقابل کے غصہ کو دیکھ کر زارون نے شرمندگی سے
سر جھکا دیا۔

اچھا چلو شکر ہے تمہیں وقت پہ احساس ہو گیا ورنہ اگر یہی بات ”
تمہیں دو تین سال بعد سمجھ آتی تو تمہارے لیے بہت مشکل ہو جانی
تھی۔“ اُس کی بے بسی کو دیکھ کر شہریار نے ٹھنڈے پڑتے اُس کے
کندھے پہ ہاتھ رکھا۔

ہاں مگر میرا دل مطمئن نہیں ہے مطلب شاید میں نے وقتی طور پہ ”
جذبائی ہو کر یہ فیصلہ کیا۔“ اپنے اندر کی کشمکش کو بیان کرتے زارون
نے جھنجھلائے سے انداز میں مقابل کو دیکھا۔

بس بس یار اب کوئی نیا مسئلہ کھڑا مت کرنا اور اگر اللہ نے تمہاری ”
زبان سے اعتراف کروایا ہے تو اس کے پیچھے بھی ضرور کوئی مصلحت
ہے اس لیے زیادہ فکر مند ہونے کے بجائے صحیح وقت کا انتظار کرو اور
اپنے معاملات اللہ پہ چھوڑ دو۔“ اُسے دو کشتیوں میں سوار دیکھ کر
شہر یار نے دوستی کا فرض نبھاتے اُسے ایک مؤثر مشورہ دیا تو زارون
نے اثبات میں سر ہلایا اور اُس کے ساتھ ہی اُٹھ کر کلاس لینے کے لیے
ڈپارٹمنٹ کی جانب بڑھا۔

تم تو بول رہی تھیں کہ چھٹی کرو گی آج؟“ اُسے اسکول میں دیکھ کر ”
عائزہ کو حیرت ہوئی تو اُس نے بریک ہوتے ہی نور عین سے پوچھا۔

ہاں، کرنی تھی مگر ممائی نے بولا کہ چلے جاؤ۔ مہندی تو شام کو ہے۔“
اور مجھے خود بھی تم سے بات کرنی تھی اسی لیے آگئی۔“ اُس کے سوال
کا جواب دیتے نور عین نے ساتھ ہی اپنا مقصد بیان کیا۔
کیا بات؟ زارون کو بتا دیا تم نے؟“ اُس کے لہجے میں اطمینان دیکھ
کر عائرہ نے چہک کر پوچھا۔

نہیں، ابھی کہاں۔۔۔ یار مجھے تو سمجھ ہی نہیں آرہی کہ کیسے بات
کروں، مطلب مجھے اُن سے ڈر لگتا ہے۔“ ایک بے ضرر سا جواز
پیش کرتے نور عین نے مدد طلب نظروں سے مقابل کی طرف
دیکھا۔

کھا نہیں جائے گا تمہیں وہ، اور ایسے ڈرتی رہو گی تو وہ سحر بی بی نمبر
لے جائے گی اس لیے اپنے اندر تھوڑا حوصلہ پیدا کرو۔“ اُس کی پتلی
ہوئی حالت کو دیکھ کر عائرہ نے خفگی سے بھنوائیں اچکائیں۔

بات کھانے کی نہیں ہے اگر انہوں نے ماموں یا ممانی کو بتا دیا تو وہ ”میرے بارے میں کیا سوچیں گے۔“ دل نے عائرہ کی بات پہ یقین کیا تو دماغ نے فٹ سے انکار کی سند دیتے اُس کے اندر کئی خدشات پیدا کیے۔

نہیں بتائیں گے۔ وہ بے وقوف تھوڑی ہیں جو ایسی باتیں اپنے ماں ”باپ کو بتاتے پھریں اور تم یہ بزدلی چھوڑو اور میری بات غور سے سنو۔ میں تمہیں بتاتی ہوں کہ اب تمہیں آگے کیا اور کس طرح سے کرنا ہے۔“ اُس کے سوالات کو ہوا میں اُڑاتے عائرہ نے اُس کا ہاتھ پکڑے اپنے ساتھ کھینچا تا کہ باہر گراؤنڈ میں بیٹھ کر تسلی سے اُسے سمجھا سکے۔

مہندی کا انتظام دونوں گھرانوں نے مل کر قریب ہی ایک ہال میں کیا تھا جس کی ساری ذمہ داری ذیشان صاحب کی طرف سے زارون نے اور سلیم صاحب کی طرف سے زین نے اٹھائی تھی۔

عائشہ؟ تم ابھی تک ایسے کیوں بیٹھی ہو؟ تیار نہیں ہونا کیا؟“ اُسے ”افسردہ سی صورت لیے کچن میں بیٹھا دیکھ کر عالیہ بیگم کو حیرت ہوئی تو وہ فکر مندی سے اُس کے قریب آئیں۔

طبیعت ٹھیک ہے تمہاری؟“ یقین دہانی کے لیے اُس کی پیشانی پہ ”ہاتھ لگاتے انہوں نے سوالیہ نظروں سے بیٹی کو دیکھا۔

جی، سر میں درد تھا اسی لیے سوچا چائے پی لوں۔“ نظریں چراتے ”اُس نے اپنے تاثرات بہتر کرنے کی کوشش کی جو نور عین کی بات اور زین کی حرکت پہ رات سے خراب تھے۔

اچھا تو کوئی دوائی کھا لو اور چائے نہیں بنائی تو میں بنادوں؟“ نرمی سے اُس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے عالیہ بیگم نے محبت سے پوچھا۔
نہیں، اب دل نہیں ہے بس پین کلر کھا لوں گی۔“ ماں کے سوال پر
پہ لچھے سے انداز میں کہتے عائشہ نے نہ چاہتے ہوئے بھی اپنی کیفیت کو عیاں کیا۔

کیا ہوا ہے؟ کوئی پریشانی ہے یا کسی نے کچھ بولا ہے؟“ بیٹی کی طبیعت میں کشمکش دیکھ کر اب کی بار انہوں نے اُس کے قریب بیٹھتے پریشانی سے استفسار کیا۔

نہیں، بس شاید نیند پوری نہیں ہوئی اس لیے دماغ پہ بوجھ سا ہے۔“
آپ پریشان نہ ہوں اور تیار ہو جائیں میں بھی بس اُٹھنے ہی لگی تھی۔“
لہجے میں ایک فطرتی جھجک اور لحاظ کی وجہ سے عائشہ نے ساری
کڑواہٹ کو اپنے اندر دباتے چہرے پہ ایک پھیکی سی مسکراہٹ
سجائی۔

ٹھیک ہے، جب مناسب سمجھو بتا دینا اور اُٹھ جاؤ بہت ٹائم ہو گیا۔“
ہے۔“ کلاک پہ نظر پڑتے ہی انہوں نے اُسے زیادہ مجبور کرنے کے
بجائے نرمی سے کہا اور اپنی جگہ سے اُٹھتے فریج سے دودھ نکالنے
لگیں تاکہ گرم کر کے ذیشان صاحب کو دے سکیں۔

کیا ہوا؟ میری گڑیا کیوں اداس ہے؟“ اُس نے کمرے میں آتے ہی
ذیشان صاحب کے سینے پہ سر رکھا تو انہوں نے آنکھیں کھولتے فکر
مندی سے اُس کے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

اداس نہیں ہوں، بس امی کی یاد آرہی تھی اسی لیے آپ کے پاس
آگئی۔“ دل میں ایک انجانہ سا خوف محسوس کرتے اُس نے مقابل کو
اپنی پریشانی سے آگاہ کیا۔

کیوں یاد آرہی تھی؟ اور میرے ہوتے ہوئے تمہیں یوں افسردہ ”
ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔“ اُس کی بات سنتے ہی ذیشان
صاحب لہجے میں بے چینی لیے اُسے تنبیہ کی۔

نہیں، میں افسردہ نہیں ہوں پر پتا نہیں مجھے آج بہت عجیب سا ”
محسوس ہو رہا ہے۔ ماموں آپ مجھے سے وعدہ کریں کہ آپ مجھے چھوڑ
کر کبھی دور نہیں جائیں گے۔“ دل میں ملال محسوس کرنے کے
باوجود بھی اپنی حالت سے انجان نور عین نے سر اٹھاتے تیزی سے
اُن کا ہاتھ پکڑا۔

میں نے کہاں جانا ہے اپنی پری کو چھوڑ کر۔ جب تک زندگی ہے ”
تمہارے ساتھ ہی رہوں گا۔“ اُس کے چہرے کی معصومیت کو
نظروں میں اُتارتے ذیشان صاحب نے نرمی سے اُسے یقین دلایا۔
کیا مطلب زندگی؟ میں آپ کو کبھی کچھ نہیں ہونے دوں گی اور اگر ”
آپ کو کچھ ہوا تو میں بھی آپ کے ساتھ ہی مر جاؤں گی۔“ دماغ کے

خلیے کچے ہونے کی وجہ سے نور عین نے مقابل کی طرف دیکھے بغیر ہی منہ میں آئی بات بلا جھجھک بیان کی۔

کیا فضول بول رہی ہو، اللہ پاک میری زندگی بھی تمہیں لگا دے اور ”خبردار دوبارہ ایسی کوئی بات کی تو۔“ اُس کی بات پہ تڑپتے جلدی سے اُٹھ کر بیٹھتے اُنہوں نے فکر مندی سے بھانجی کے چہرے کو اپنے دونوں ہاتھوں کے پیالے میں بھرا۔

تو آپ بھی ایسا نہ بولیں کیونکہ مجھے بھی تکلیف ہوتی ہے۔ آپ کے ”علاؤہ میرا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے اس لیے آپ بھی دوبارہ ایسی بات مت کریے گا۔“ اُن کی تاکید کا اثر لینے کے بجائے الٹا اُن کی بات کو پکڑتے نور عین نے شکوہ کیا تو ذیشان صاحب کے دل میں ایک ٹیس اُٹھی۔

سب تمہارے ہی ہیں، ممائی، بھائی، عائشہ۔۔ جب تم اُنہوں اپنا ”سمجھو گی تو وہ تمہارے بن کر رہے ہیں لیکن اگر تم نے اُنہیں پرایا کیا تو

وہ بھی کبھی تمہارے نہیں بنیں گے اس لیے دوبارہ ایسے الفاظ کبھی کسی کے سامنے ادا مت کرنا۔ دیکھو سب لوگ تمہارا کتنا خیال کرتے ہیں۔ میں تو دکان پہ ہوتا ہوں نا تو پیچھے سارا دن تمہاری ممانی ہی تمہارے سارے کام کرتی ہیں۔ فیضان، زارون، عائشہ سب تمہارے بہن بھائی ہیں اور تمہیں بالکل اس گھر کا حصہ سمجھتے ہیں اس لیے تم بھی اپنے دل و دماغ سے یہ وہم نکال دو کہ اس دنیا میں میرے علاوہ تمہارے کوئی نہیں ہے۔“ اُس کا جواب سن کر ذیشان صاحب کو ایک نئی فکر ستائی تو اُنہوں نے پیار سے نور عین کو سمجھایا جو پتا نہیں اپنے اندر کون کون سی بد گمانیاں پالے بیٹھی تھی۔

میں سب کو اپنا سمجھتی ہوں پر مجھے کسی سے بھی اتنی اپنائیت محسوس نہیں ہوتی مطلب ممانی بھی مجھے ڈانٹ دیتی ہیں۔ عائشہ آپنی بھی مجھ سے ناراض ہو جاتی ہیں۔ اذلان بھی لڑتا رہتا اور زارون بھائی تو ہر وقت مجھے آنکھیں نکالتے ہیں۔“ مقابل کے الفاظ کی گہرائی سمجھے

بغیر ہی نور عین نے پھر سے بچپنا دکھاتے گھر کے تمام افراد کی شکایت کی۔

اچھا بس ایسے نہیں کہتے اگر کوئی تمہیں ڈانٹتا یا کسی بات سے منع کرتا ”
ہے تو یہ سب تمہاری بہتری کے لیے ہے اس لیے ایسی باتوں کو دل پہ
نہ لیا کرو۔“ اُسے اپنے ساتھ لگاتے ذیشان صاحب نے اُس کی سائیڈ
لینے کے بجائے آہستگی سے سمجھایا۔

لوجی ایک متحرمہ کچن میں منہ بنائے بیٹھی ہیں اور دوسری آپ کے ”
ساتھ چپکی ہوئی ہے۔ تم دونوں کی آپس میں کوئی لڑائی ہوئی ہے
کیا؟“ وہ دودھ گرم کر کے کمرے میں لائیں تو نور عین کو ذیشان
صاحب کے ساتھ لگا دیکھ کر پوچھنے لگیں۔

نہیں، پتا نہیں عائشہ آپ صبح سے ہی ایسے ہیں۔ مجھ سے بات بھی ”
نہیں کر رہیں۔“ عالیہ بیگم کی بات سنتے ہی نور عین نے فٹ سے نفی
میں سر ہلایا۔

ہاں، اُس کے سر میں درد ہے شاید طبیعت ٹھیک نہیں اس لیے تم ”
اُسے زیادہ تنگ مت کرنا اور اُٹھو جا کر تیار ہو۔“ اُسے شوہر کے پہلو
میں چپکے دیکھ کر عالیہ بیگم نے بیٹی کی سائیڈ لیتے ساتھ ہی اُسے تاکید کی
تو نور عین نے خفگی سے ذیشان صاحب کی طرف دیکھا جواب اُس کے
تاثرات دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔

میں پہلے بھی کسی کو تنگ نہیں کرتی، عائشہ آپنی پتا نہیں کیوں مجھ سے ”
ہر دوسرے دن خفا ہو جاتی ہیں۔“ ذیشان صاحب کو مسکراتا دیکھ کر
نور عین کا پارامزید چڑھا تو اُس نے منہ میں بڑبڑاتے عالیہ بیگم کی بات
کا جواب دیا اور غصے سے اُٹھتے کمرے سے نکلی۔

پتا نہیں، کیا مسئلہ ہے ان لڑکیوں کو ہر وقت ایک دوسرے کے ”
ساتھ پھنسی رہتی ہیں۔“ اُس کے جاتے ہی عالیہ بیگم نے اپنا سر
پکڑا۔

خیر ہے، بچیاں ہیں خود ہی وقت کے ساتھ سمجھ جائیں گی تم بس ان ”
دونوں کو چھوڑا اور مجھے دوائی دوتا کہ پھر میں جانے سے پہلے کچھ دیر
آرام کر سکوں۔“ اُنہیں عائشہ اور نور عین کے لیے پریشان دیکھ کر
ذیشان صاحب نے نرمی سے کہتے اُن کا دھیان بٹایا تاکہ وہ اس خوشی
کے دن پہ کوئی ٹینشن نہ لیں۔

کون لڑکا؟ ہانیہ بیٹا ایسے کیسے ہم اُسے دیکھے بغیر ہی ہامی بھر لیں۔“
مطلب اگر وہ تم میں انٹر سٹڈ ہے تو گھر آکر ہم سے بات کرے یا اپنی
فیمیلی کو بھیجے۔“ بیٹی کی بات سنتے ہی ہما بیگم نے ایک سیدھا اور آسان
حل پیش کیا۔

میرا کلاس فیلو ہے پچھلے چار سال سے جانتی ہوں میں اُسے اور وہ ”
آئے گا پر ابھی اُس کے بھائی کی شادی چل رہی ہے تو وہ تھوڑا مصروف

ہے اس لیے پلیز آپ ابو کو بتادیں تاکہ وہ اپنے دوست کو انکار کر دیں۔“ دوسری طرف سے آسرا ملتے ہی ہانیہ نے ماں کو اپنی پسندیدگی کے بارے میں سب بتایا۔

ٹھیک ہے، وہ تو کوئی مسئلہ نہیں، تمہارے ابو کسی طرح منع کر دیں” گے مگر پھر بھی میری رائے ہے کہ فیصلہ کرنے سے پہلے ایک بار ٹھنڈے دماغ سے سوچ لو۔ شاہ زل بہت اچھا، تعلیم یافتہ، ملنسار اور ویل سیٹل ہے۔“ بیٹی کی پسندیدگی کا سننے کے باوجود بھی ہما بیگم نے ماں کا فرض نبھاتے اُسے نرمی سے سمجھایا۔

جی جانتی ہوں، زارون میں بھی یہ ساری خوبیاں ہیں اور وہ شاہ زل سے بھی زیادہ اچھا ہے اس لیے پلیز آپ بس ابو کو منع کر دیں۔“

محبت کا بھوت سر پہ سوار ہوا تو ہانیہ نے سوچے سمجھے بغیر ہی ماں کے اعتراض پہ اپنی ضد کی مہر لگائی۔

ٹھیک ہے، میں کرتی ہوں بات پر تم بھی اُس لڑکے کو بولو کہ اپنے ”
پیرنٹس کو جلد از جلد لے کر یہاں آئے کیونکہ تمہارے ابو اس
معاملے میں بہت فکر مند ہیں۔“ بیٹی کی نظروں اور تاثرات میں
چمک دیکھ کر ہما بیگم نے مزید کچھ کہنے کے بجائے اُسے تاکید تو اُس نے
خوشی خوشی اثبات میں سر ہلایا اور ماں کے گلے لگتے اُن کا شکریہ ادا
کرنے لگی۔

یار یہ کون سی مہمان نوازی ہے؟ مطلب جب سے میں آیا ہوں تم ”
نے ایک سیکنڈ بھی بھی مجھے سکون نہیں لینے دیا۔“ سارے انتظامات
سے فارغ ہوتے ہی شہر یار نے چہرے پہ مصنوعی خفگی سجاتے شکایت
کی۔

بس بس دو کام کروا ہی دیے ہیں تو ایسے نخرے مت دکھاؤ۔“ اُس”
کی جذباتی باتوں میں آنے کے بجائے زارون نے بھی ماتھے پہ بل
ڈالتے اُس کی طبیعت صاف کی۔

دو؟؟ یار قسم سے بہت ہی ناقدرے انسان ہو تم۔ پچھلے چار گھنٹوں”
سے تمہارے ساتھ لگا ہوا ہوں اور تم بول رہے ہو کہ بس دو کام
کیے۔“ اُس کی بد تمیزی پہ دل برداشتہ ہوتے شہر یار نے وقت کا
حوالہ دیتے اُسے اپنی محنت کا احساس دلایا۔

تو کھانا بھی تو سب سے زیادہ تم نے کھانا ہے بلکہ تم زیادہ پریشان نہ
ہو، میں تھوڑا گھر لے جانے کے لیے پیک کروادوں گا۔“ اُسے کچھ تپا
دیکھ کر زارون نے مزید جلتی پہ تیل چھڑکا تو وہ غصے سے بلبلا تے
ہوئے اپنی جگہ سے اٹھا۔

بھاڑ میں جاؤ تم اور تمہارا کھانا۔ مجھے اب یہاں رکنا ہی نہیں ہے۔“
مقابل کے ہاتھوں اپنی اچھی خاصی عزت افزائی پہ بُرا مناتے وہ

مصنوعی غصے کے ساتھ باہر کی جانب بڑھا تو زارون کے چہرے پہ مسکراہٹ آئی۔

کھانے میں گاجر کا حلوہ اور گلاب جامن بھی ہے۔“ اُس کی حرکتوں سے واقف ہونے کی وجہ سے اُسے روکنے کے بجائے زارون نے پیچھے سے صدا لگائی تو شہریار نے پلٹ کر اُس کی جانب دیکھا۔
واش روم جارہا ہوں اور زیادہ خوش مت ہونا کیونکہ میں اب ”تمہارے لیے نہیں بلکہ اپنی من پسند چیزوں کے لیے یہاں رکا ہوں۔“ اُس کی بات پہ منہ بسورتے شہریار نے دانت پیسے تو زارون کا قہقہہ فضا میں گونجا۔

کھڑوس، بے وقوف، بد دماغ۔“ اُس کے یوں مسکرانے پہ پہلو ”بدلتے شہریار نے زیر لب اُسے کئی القابات سے نوازا اور وہاں رک کر مزید اپنا دل جلانے کے بجائے تیزی سے قدم اٹھاتے ہال کی بائیں جانب بڑھا۔

لڑکی والوں کی آمد کے کچھ دیر بعد ہی لڑکے والے پوری دھوم دھام سے مہندی لے کر ہال میں پہنچے تو ہر طرف اک سما سا بندھ گیا۔ تمام رشتے دار قریب ہونے کی وجہ سے وقت کے وقت ہی ہال میں پہنچے تھے۔ ذیشان صاحب کی کوئی لمبی چوڑی رشتہ داری نہیں تھی اس لیے اُن کی جانب سے چند گنے چنے لوگ ہی شادی میں شامل تھے پر سلیم صاحب نے اپنے سارے بہن بھائیوں کو تقریب میں بلایا تھا۔ سائرہ کو پہلے ہی اسٹیج پہ بٹھادیا گیا تھا جو سچی سنوری مختلف رنگوں کے امتزاج کے لہنگا کرتی اور دوپٹے میں خوبصورتی سے کیے میک اپ اور پھولوں کے زیورات پہنے پہلی ہی نظر میں فیضان کا دل دھڑکا چکی تھی۔

ماشاء اللہ! آج کسی کے چہرے پہ خفگی نے چار چاند لگائے ہوئے ہیں۔“ اُس کے قریب بیٹھتے ہی فیضان نے ایک شریر سی سرگوشی کی تو سائرہ نے اُسے نظر انداز کرنے کے لیے پلکیں جھکائیں۔

اچھا ہے لڑکیوں کو تھوڑا اثر مابھی لینا چاہیے ویسے یہ تبدیلی کب ”

رو نما ہوئی تم میں؟“ اُس کی خاموشی پہ ضرب لگاتے فیضان نے ایک بار پھر سے اُسے چھیڑا تو اُس نے غصے سے دانت پیسے۔

زیادہ معصوم بننے کی ضرورت نہیں ہے اور چپ کر کے بیٹھیں۔“

اُس کے یوں انجان بننے پہ بلبلا تے سائرہ نے ایک طائرانہ نظر ہال پہ ڈالی تو فیضان نے اُس کے تحکمانہ انداز میں اپنی مسکراہٹ چھپائی اور عالیہ بیگم کو اسٹیج پہ اتار دیکھ کر شرافت سے خاموش ہو کر بیٹھا۔

ایک بات بتاؤں تمہیں؟“ ذیشان صاحب کے لاکھ سمجھانے پہ ”
بھی اذلان نے مردوں کے ساتھ پیچھے بیٹھنے کے بجائے لڑکیوں کی
طرف آتے نور عین کے ساتھ والی نشست سنبھالی۔

ہاں بتاؤپر پلیر کچھ فضول مت بولنا۔“ عائشہ کے تیور دیکھ کر ”
نور عین کا موڈ پہلے ہی خراب تھا اسی لیے سارا غصہ اذلان پہ نکالتے
اُس نے سختی سے تنبیہ کی۔

ہو نہہ، تمہیں مسئلہ کیا ہے؟ کل بھی تم نے میرے ساتھ ایسے ہی ”
بد تمیزی کی تھی اور آج پھر ایسے بات کر رہی ہو جیسے میں تمہارا کچھ لگتا
ہی نہ ہوں۔“ اُس کی بے رخی پہ دل برداشتہ ہوتے اذلان نے
دونوں ہاتھ سینے پہ باندھتے خفگی سے منہ پھلایا۔

تم تو میرے بھائی ہو وہ بھی پیارے، کیوٹ اور تھوڑے بد تمیز۔“
اُس کی ناراضگی پہ مسکراتے نور عین نے اپنی نشست پہ بیٹھے ہی
دونوں بازو اُس کے گلے میں ڈالے۔

کوئی ضرورت نہیں ہے مکھن لگانے کی۔ میں جانتا ہوں اب ضرور ”
تمہیں مجھ سے کوئی مطلب ہو گا تب ہی میری تعریف کر رہی ہو۔“
اُسے یوں اچانک سے پلڑا بدلتے دیکھ کر اذلان کو کسی خطرے کی بو آئی
تو اُس نے مقابل کے بازو ہٹاتے غصے سے کہا۔

تھپڑ کھا لو، ایک میں تمہاری تعریف کر رہی ہوں اور تم مجھ پہ شک
کر رہے ہو۔“ اپنی بچپن کے دوست پہ، اپنا کام نکلوانے کے لیے
اب کی بار نور عین نے منہ بسورے اُسے مزید جذباتی کیا۔
نہیں، شک نہیں کر رہا بس تمہاری تعریف مجھے ہضم نہیں ہوتی ”
اس لیے زیادہ ڈرامے مت کرو اور بتاؤ کیا کام ہے۔“ اُس کے
چہرے پہ واضح شرارت دیکھ کر اذلان نے فٹ سے اُس کی سازش کو
سمجھ کر آنکھیں سکیریں۔

کچھ نہیں بس مجھے گول گپے لادو، رش بہت ہے مجھ سے لیے نہیں”
جانے۔“ تیزی سے پلکیں جھپکاتے اُس نے اصل بات بیان کرتے
چہرے پہ معصومیت سجائی۔

اچھالا دیتا ہوں، تو بہ بہت تیز ہو تم۔“ اُس کی بات سنتے ہی سر”
جھٹکتے اذلان نے اُس کی چالاکی دیکھ کر اپنے کانوں کو ہاتھ لگائے اور
ایک نظر گول گپوں کے ٹیبل پہ لگے جم غفیر پہ ڈالی اور حوصلہ کرتے
اُس کی جانب بڑھاتا کہ اپنے پار ٹنر کے حکم کی تعمیل کر سکے۔

یار کیا ہوا ہے؟ تم نے ایسے منہ کیوں بنایا ہوا ہے؟“ عائشہ کو کسی”
بھی چیز میں دلچسپی لیتا نہ دیکھ کر بلا آخر سحر نے جھنجھلائے سے انداز
میں اُسے مخاطب کیا۔

نہیں، کچھ نہیں۔ میں نے کیوں منہ بنانا ہے۔“ جلدی سے اپنے“
تاثرات میں تبدیلی لاتے عائشہ نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی۔
اچھا تو پھر اُٹھو، ہم نے جن رسموں کا سوچا تھا وہ کرتے ہیں۔“ اُس کا“
بازو پکڑتے نشست سے اُٹھاتے سحر نے زبردستی اپنے ساتھ کھینچا۔
ارے لڑکیوں کیا آفت آگئی ہے۔ ایسے اتنی تیزی میں کہاں جا رہی
ہو۔“ چند قدم اُٹھاتے ہی اُن کا سامنا زین سے ہوا تو وہ اُس کے ساتھ
تصادم سے بامشکل بچیں۔
کہیں نہیں، بس فیضان بھائی کی جیب ہلکی کروانے جا رہے ہیں۔“
آپ پلیز اپنا کام کریں۔“ اُس کے ہاتھ میں پانی کی بوتلیں دیکھ کر سحر
نے جواب دینے کے ساتھ ہی اُس پہ چوٹ کی توزین نے خفگی سے
بہن کو گھورا اور ایک نظر ساتھ کھڑی عائشہ پہ ڈالی جو اُسے نظر انداز
کرنے کے لیے جان بوجھ کر ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔

چلو اسٹیج پہ چلتے ہیں۔“ زین کا دھیان اپنی طرف محسوس کرتے ہی ”عائشہ نے اُسے کسی بات کا موقع دیے بغیر ہی سحر کو اپنے ساتھ کھینچا اور اُس کے سامنے سے ہٹ کر اپنی منزل کی جانب بڑھی۔

اُف ف جن کی چاہت نہیں ہوتی وہ لوگ بار بار سامنے آ جاتے ہیں اور ”جنہیں دل دیکھنا چاہتا ہے وہ پتا نہیں کس کو نے میں چھپے رہتے ہیں۔“

اُن دونوں کے جاتے ہی ایک ٹھنڈی آہ بھرتے زین نے متلاشی نظروں سے چاروں طرف دیکھا اور سلیم صاحب کے آواز لگانے پہ جلدی سے اُن کی جانب بڑھا جو اپنے کچھ خاص دوستوں کے پاس کھڑے اُن کی خاطر تواضع میں لگے تھے۔

تم دونوں یہاں کیا کر رہے ہو؟“ نور عین کو ہال سے باہر اذلان ”
کے ساتھ چپک چپک کے تصویریں بناتا دیکھ کر زارون کا پارا چڑھا تو وہ
شہریار کو وہیں رکنے کا بولتے اُن دونوں کی طرف آیا۔

کچھ نہیں، بس ایسے ہی گھومنے آئے تھے۔“ مقابل کی سنجیدگی دیکھ ”
کر اذلان نے تیزی سے موبائل بند کر کے جیب میں ڈالا تو نور عین
بھی بال پیچھے کرتے تمیز سے کھڑی ہوئی۔

یہ کوئی گھومنے کی جگہ نہیں ہے اور نہ ہی تم دونوں یہاں سیر ”
و تفریح کرنے آئے ہو اس لیے تمیز کے دائرے میں رہ کر چپ چاپ
اندر جا کر بیٹھو۔“ کچھ ہی فاصلے پہ کھڑے شہریار کی وجہ سے حتی
الامکان اپنی آواز نیچی رکھتے زارون نے ایک خونخوار نظر اُن دونوں پہ
ڈالتے سختی سے تنبیہ کی۔

نہیں جائیں گے ہم اور ہم آپ کے نوکر نہیں ہے کہ جو آپ بولیں ”
ہم کرتے جائیں۔“ اذلان نے اندر جانے کی تیاری پکڑی تو نور عین

نے زارون کے غصہ کی پروا کیے بغیر ہی اُس کے سامنے آتے بہادری کا مظاہرہ کیا۔

زیادہ فضول بولنے کی ضرورت ہے نہیں ہے۔ اذلان اس بے ”
وقوف کو لو اور اندر جاؤ ورنہ میں یہیں تمہاری درگت بنادوں گا۔“
اُس کے منہ لگنے کے بجائے زارون نے چھوٹے بھائی کو مخاطب کرتے دھمکی دی تو اذلان نے فٹ سے اُس کی بات پہ عمل کرتے نور عین کا بازو پکڑتے اپنے ساتھ کھینچا۔
چھوڑو مجھے اور جب اپنے بھائی کے سامنے بولنے کی ہمت نہیں تھی ”
تو مجھے منتیں کر کے باہر کیوں لے کر گئے تھے۔“ اندر آتے ہی اُس نے غصے سے اذلان کا ہاتھ جھٹکا جس نے گول گپوں کے عوض اپنے ساتھ تصویریں بنانے کی شرط رکھی تھی۔

بولنے کی ہمت ہے پر مجھے ڈر تھا کہ وہ یہیں سب کے سامنے میری ”
عزت افزائی نہ کر دیں اس لیے چپ رہا اور یہ تم اتنی ہائپر کیوں ہو

رہی ہو مطلب بھائی نے تمہیں تو کچھ نہیں بولا۔“ اُس کا یوں بھڑکنا اذلان کی سمجھ میں نہ آیا تو اُس نے نا سمجھی سے نور عین کی طرف دیکھا جس کے دماغ میں ابھی بھی سحر کی باتیں گردش کر رہی تھیں۔

ابھی بھی کہنے کی کسر باقی تھی؟ تم سب ہی سر پھرے ہو۔“ اپنی ”

چوری چھپانے کے لیے بات مکمل کرتے ہی وہ فٹ سے عالیہ بیگم کی جانب بڑھی جو عورتوں کی طرف میزبانی کے فرائض سرانجام دے رہی تھیں۔

رات دو بجے کے قریب سارا سلسلہ تھما تو سب مہمان اپنے اپنے گھروں کی جانب روانہ ہوئے۔

صبح ملاقات ہوگی اچھے سے تیار رہنا۔“ جانے سے پہلے فیضان نے ”

سب سے نظر بچا کر سائرہ کے کان میں جھک کر سرگوشی کی جس نے

اپنی ناراضگی برقرار رکھتے فنکشن کے دوران اُس کی کسی بات کا جواب نہیں دیا تھا۔

سوچوں گی۔“ اُسے آگ لگانے کی خاطر اک ادا سے کہتے اُس نے ”آگے بڑھنے کے لیے قدم اٹھایا تو فیضان نے اُس کا ہاتھ پکڑتے روکا۔ اچھے سے سوچ لینا کیونکہ یہ تمہارا آخری موقع ہے۔“ اپنے الفاظ پہ ”زور دیتے فیضان نے بھی جلتی پہ تیل چھڑکا۔

ٹھیک ہے، آپ بھی سوچ لیجیے گا کیونکہ آپ کا بھی یہ آخری موقع ”ہے اس کے بعد میں کبھی بھی کسی چڑیل کو آپ کے قریب آنے نہیں دوں گی۔“ براہ راست مقابل کی آنکھوں میں جھانکتے سائرہ نے پورے حق کے ساتھ اپنی بات کہی تو فیضان کے چہرے پہ ایک گہری مسکان سجی۔

مرد کو چار کی اجازت ہے اور مجھے لگتا ہے کہ اگر تم آئے دن مجھ سے ”یو نہی خفا ہوتی رہیں تو مجھے اس بارے میں ضرور غور کرنا پڑے گا۔“

تاثرات میں شرارت لیے فیضان نے اُس کی ناراضگی پہ ضرب لگاتے
بظاہر سنجیدگی سے اپنی بات کہی تو سائرہ نے اُسے کھا جانے والی
نظروں سے گھورا اور غصے سے اُس کا ہاتھ جھٹکتے تیزی سے باقی افراد کی
جانب بڑھی جو کل بارات کے معاملات طے کرنے میں مصروف
تھے۔

اب آیا اونٹ پہاڑ کے نیچے۔“ سائرہ کی پھرتی دیکھ کر فیضان نے ”
اپنے بے ساختہ قہقہہ کو روکا اور اُسے مزید تنگ کرنے کے لیے اُسے
کے پیچھے ہی کچھ فاصلے پہ موجود صوفوں کی جانب بڑھا۔

اُف ف آج تو بہت تھکاوٹ ہو گئی ہے۔“ گھر پہنچتے ہی سب اپنے ”
اپنے کمروں میں آرام کی غرض سے گئے تو سائرہ نے بھی اپنے کمرے
میں آتے کچھ دیر صوفے پہ لیٹ کر کمر سیدھی کی۔

سائرہ، میری جان سو گئی ہو کیا؟“ چند منٹ بعد ہی اُس کے کانوں میں شائستہ بیگم کی آواز پڑی تو اُس نے آنکھیں کھولیں۔
نہیں بس کمرسیدھی کرنے کے لیے لیٹی تھی۔ آپ آئیں۔“ چہرے
پہ تھکاوٹ لیے کسلمندی سے اُٹھتے اُس نے ماں کو اپنے قریب بیٹھنے کی جگہ دی۔

نہیں تم لیٹ جاؤ، وہ بس میرا دل پریشان تھا اسی لیے تمہیں دیکھنے
آگئی۔“ نرمی سے اُس کے سر پہ ہاتھ رکھتے انہوں نے بیٹی کی پیشانی پہ
بوسہ دیا۔

کیوں پریشان تھا؟ طبیعت تو ٹھیک ہے آپ کی؟“ فکر مندی سے اُن
کا ہاتھ تھامتے سائرہ نے اُنہیں اپنے قریب بٹھاتے سوال کیا۔
ہاں ٹھیک ہوں بس تمہاری جدائی کا سوچ کر۔۔۔“ کل بیٹی کے
پر اے ہونے کا احساس ہوتے ہی شائستہ بیگم کا لہجہ نرم ہوا تو انہوں نے
بات ادھوری چھوڑتے اُسے اپنے ساتھ لگایا۔

پلیز امی، ایسا نہ کریں۔ پھر میرا دل بھی پریشان ہو گا اور میں کون سا ”
کہیں دور ہوں۔ یہ بس چند منٹوں کا فاصلہ ہے۔“ ماں کی افسردگی
دیکھ کر سائرہ کی اپنی آنکھیں بھی نم ہوئیں تو اُس نے بس اُن کی تسلی
کے لیے خود پہ ضبط کیا۔

ہاں بس اللہ پاک تمہاری زندگی میں آسانیاں پیدا کرے اور تمہیں ”
بہت ساری خوشیاں دے۔“ بیٹی کا حوصلہ پست ہوتا دیکھ کر شائستہ
بیگم نے اپنے آپ پہ قابو پاتے پھر سے اُس کی پیشانی کو چومتے ڈھیر
ساری دعائیں دیں تو سائرہ ہاتھ بڑھا کر اُن کا چہرہ صاف کیا۔
میں جانتی ہوں کہ آپ کے لیے یہ وقت بہت مشکل ہے اور شاید ہر ”
ماں باپ کے لیے ہی ہوتا ہے پر آپ یہ بھی سوچیں نا کہ یہ میرے
لیے کتنا کٹھن ہے۔ اپنے والدین، بہن بھائی، گھر سب چھوڑ کر نئے
رشتوں اور نئی جگہ پہ آباد ہونا۔ سب کہہ رہے تھے نا کہ سائرہ بہت
بہادر اور ماڈرن ہے اپنے نکاح پہ بھی نہیں روئی۔ پر آپ یقین جانے

یٹیاں کبھی بھی ان موقعوں پہ بہادر نہیں رہتیں بس اپنے ایک آنسو
گرنے کے پیچھے اپنے گھر والوں کے ہزاروں آنسو گرنے کا ڈرا نہیں
خاموش کروادیتا ہے ورنہ ساری بہادری تو والدین کی گھنی چھاؤں
سے نکلنے کے خوف سے ہی ختم ہو جاتی ہے۔“ اُن کے چہرے کو اپنے
دونوں ہاتھوں کے پیالے میں بھرتے سائرہ نے اپنی تکلیف کا اظہار
کیا تو شائستہ بیگم نے تڑپ کر اُسے خود میں بھینچا جو کل سے اپنے آپ
ہزاروں بند باندھنے کے باوجود بھی ماں کی آغوش ملتے ہی سسکنے لگی
تھی۔

کیا کروں میں اور کیسے؟ آج تو مجھے موقع ہی نہیں ملا۔“ عائشہ ”
تھکاوٹ کی وجہ سے جلد ہی نیند کی وادی میں اُتری تو نور عین نے
کروٹ بدلتے پریشانی سے سوچا۔

اُففف میں کیوں اتنا ڈر رہی ہوں۔ ایک پھول ہی دینا ہے نا اور کچھ ”
الفاظ بولنے پھر تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔ زارون خود ہی ماموں ممانی
سے بات کر لیں گے اور ہماری بھی فیضان بھائی اور سائرہ آپ کی طرح
شادی ہو جائے گی۔ کتنا مزہ آئے گا۔ میں بھی ایسے ہی پیارے پیارے
کپڑے لوں گی اور سائرہ آپ نے تو کم چوڑیاں پہنی تھیں نا پر میں کافی
زیادہ پہنوں گی۔“ زندگی کی تلخیوں سے انجان نور عین نے اپنے آپ
کو تسلی دی اور کل ہر حال میں زارون کے سامنے اظہار محبت کا فیصلہ
کرتے خوشی خوشی مستقبل کے خواب بُننے لگی جن میں اُس کے لیے
افیت کے سوا کچھ نہ تھا۔

یار اسے دیکھو کیا مسئلہ ہے یہ بند کیوں نہیں ہو رہا۔“ شیروانی کے ”
بٹن میں الجھے وہ بے زاری سے زارون کے کمرے میں داخل ہوا جو

زین کے ساتھ مل کر سارے انتظامات مکمل کرنے کے بعد ابھی ابھی گھر آیا تھا۔

کیا ہوا ہے؟ لائیں میں کرتا ہوں۔“ اُس کی بات سنتے ہی اُس کے ”قرب آتے زارون نے اُس کی مدد کی۔

سخت تھا اسی لیے نہیں ہو رہا تھا۔“ اُس کا مسئلہ حل کرتے ہی ”زارون نے تھوڑا پیچھے ہوتے اُس کے سجے ہوئے روپ کو اپنی نظروں میں اُتارا۔

ماشاء اللہ، کافی اچھی لگ رہی ہے شیروانی آپ پہ۔“ دونوں ہاتھ ”اُس کے کندھوں پہ رکھتے زارون نے چہرے پہ مسکراہٹ لیے اُس کی تعریف کی جو آج عام دنوں کی نسبت کافی ہینڈ سم لگ رہا تھا۔

شکریہ بس دعا کرو تمہاری نک چڑھی بھابھی کو بھی پسند آجاؤں۔“ ”تاثرات میں بے چینی اور چہرے پہ ملن کی خوشی لیے فیضان نے

شرارت سے سائرہ کا ذکر کیا تو اُسے خوش دیکھ کر زارون کی
مسکراہٹ مزید گہری ہوئی۔

ان شاء اللہ ضرور آئیں گے۔“ اُسے حوصلہ دیتے زارون نے دل ”
ہی دل میں اُس کی خوشیوں کی دعا کی اور ماں کی آواز سنتے ہی اُن کی
جانب متوجہ ہوا جو کسی کام کے سلسلے میں اُسے نیچے بلارہی تھیں۔

کچھ ہی دیر میں سب کی تیاری مکمل ہوئی تو گھر میں ہی چند مہمانوں کی
موجودگی میں کچھ رسمیں ادا ہوئیں اور بارات اپنی منزل کی طرف
روانہ ہوئی۔ عالیہ بیگم اور عائشہ فیضان کی گاڑی میں بیٹھیں تو اذلان
نے ضد کر کے نور عین کو اپنے ساتھ زارون کی گاڑی میں بٹھایا جہاں
ذیشان صاحب بھی براجمان تھے۔

یہ دیکھو میرے پاس گھر میں ہی دس ہزار اکٹھے ہو گئے ہیں۔“ پچھلی“
سیٹ پہ بیٹھے اذلان نے چپکے سے جیب میں موجود پیسے نکال کر
نور عین کے سامنے کیے جس کا فیضان کی گاڑی میں نہ بیٹھنے پہ موڈ
خراب ہو چکا تھا۔

تو میں کیا کروں؟ ہار بنا کر اپنے گلے میں ڈال لوں یا تمہارے گلے“
میں اور مجھ سے بات نہ کرو۔ صرف تمہاری وجہ سے ماموں نے مجھے
اس گاڑی میں بٹھایا ہے۔“ ذیشان صاحب کو زارون کے ساتھ
باتوں میں مصروف دیکھ کر نور عین نے دبے الفاظ میں کہتے اُسے
کاٹ کھانے والی نظروں سے گھورا۔

ہو نہہ اب ایسے تو نہ کرو، یار میرے ساتھ بھی کوئی حسین لڑکی“
ہونی ضروری تھی نامطلب امی اور آپی تو بھائی کے ساتھ بیٹھ گئیں تو کیا
اب میں اتنا پیارا اور ڈیشنگ لگنے کے باوجود بھی اکیلا ہی بیٹھتا۔“

نور عین کی بات پہ منہ پھلاتے اذلان نے اپنے پیسوں میں سے ایک ہزار کانوٹ نکال کر اُس کی جانب بڑھایا۔
اپنے پاس رکھ لو کوئی چیز لینی ہوئی تو لے لینا۔“ اُس کی سوالیہ ”
نظروں پہ جواب دیتے اذلان نے اُس کا پرس پکڑ کر پیسے اُس میں ڈالے۔

تو ٹھیک ہے مجھے تمہارا موبائل چاہئے۔ مجھے عائرہ سے بات کرنی ”
ہے اور اپنی تصویریں بھی بنانی ہیں۔“ اُس کی فراخ دلی دیکھ کر
نور عین نے فٹ سے اپنا موڈ ٹھیک کرتے اپنا مطلب نکالا۔
اچھا ٹھیک ہے رکھ لو پر گم مت کرنا اور میری بھی کچھ اچھی اچھی ”
تصویریں بنالینا۔“ اُسے منانے کے لیے کڑوا گھونٹ بھرتے اذلان
نے اپنا موبائل نکال کر اُس کی جانب بڑھایا تو نور عین نے خوشی خوشی
اثبات میں سر ہلایا اور اُسے پکڑ کر اپنے پرس میں رکھنے لگی۔

بارات کا شور اٹھا تو سائرہ نے اپنے دھڑکتے ہوئے دل کو سنبھالا جو
دلہن بننے کے بعد کسی اور ہی لے پہ دھڑک رہا تھا۔
”سحر پلیز رک جاؤ، تم کہاں جا رہی ہو؟“ باقی کزنز کے کمرے سے
نکلنے ہی سائرہ نے بہن کو بھی باہر کی جانب بڑھتا دیکھ کر آواز دی۔
فیضان بھائی کو دیکھنے جا رہی ہوں۔ سب بول رہے ہیں کہ وہ بہت
پیارے لگ رہے ہیں۔ آپ پلیز یہاں رکیں میں ابھی دو منٹ میں
دیکھ کر آتی ہوں۔“ اُس کی اگلی بات سننے سے پہلے سحر نے اپنی
پر جوشی کا ذکر کیا اور تیزی سے باہر کی جانب لپکی تو سائرہ کے چہرے
پہ بے ساختہ مسکراہٹ اُبھری۔

ہو نہہ جتنی مرضی کوشش کر لیں پر جب میں محفل میں آؤں گی تو
کوئی آپ کو دیکھے گا بھی نہیں۔“ سامنے شیشے پہ نظر آتے اپنے عکس
پہ نظر ڈالتے سائرہ نے چہرے پہ غرور لیے اپنے جھومر کو ٹھیک کیا

اور پاس پڑے سرخ دوپٹے کو دیکھنے لگی جس پہ فیضان کا نام پوری آب
تاب سے چمک رہا تھا۔

یار میں ہوں نور عین۔ یہ اذلان کا نمبر ہے۔“ دوسری طرف کال“
ریسیو ہوتے ہی نور عین نے اپنا تعارف کروایا۔
ہاں ہاں میں ٹھیک ہوں اور ابھی زارون سے بات نہیں ہوئی، موقع“
ہی نہیں ملا بس آج کروں گی۔“ ایک نظر پاس سے گزرتی لڑکیوں پہ
ڈالتے نور عین نے حتی الامکان اپنی آواز کو آہستہ رکھا۔
ہاں یار یاد ہے کیا بولنا ہے وہ بس میرا کانفیڈنس تھوڑا لو ہو رہا تھا اسی“
لیے تمہیں کال کی ہے تاکہ تم سے بات کر سکوں۔“ دوسری طرف
پوچھے گئے سوال کا جواب دیتے اُس نے اپنی پریشانی کا ذکر کیا تو عائرہ

نے بے وقوفی کا ثبوت دیتے اُسے پھر سے سبز باغ دکھائے تاکہ وہ کسی بھی حال میں اپنے مقصد سے پیچھے نہ ہٹے۔

ہاں سمجھ گئی ہوں بس تم دعا کرنا کہ وہ زیادہ غصہ نہ کریں۔ ”اُس کی“ باتوں سے نور عین کے دل کو تھوڑی ڈھارس ملی تو اُس نے عائرہ کو اللہ حافظ کہتے کال منقطع کی اور اپنی پیشانی سے پسینہ صاف کرتے عالیہ بیگم کی جانب بڑھی جو اُسے باہر کھڑا دیکھ کر آوازیں دے رہی تھیں۔

جاری ہے

! اسلام علیکم
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا
تک پہنچانا چاہتے ہیں تو زوبی ناولز زون

<https://www.zubinovelszone.com>

آن لائن ویب سائٹ آپ کو پلیٹ فارم فراہم کر رہا ہے اگر آپ ہماری ویب سائٹ پر اپنا ناول، افسانہ، کالم آرٹیکل یا شاعری
پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ابھی ای میل کریں۔

ZUBINOVELSZONE@GMAIL.COM

آپ ہمارے فیس بک پیج اور ای میل اور وٹس ایپ کے ذریعہ رابطہ کر سکتے ہیں
وہاں سب پر رابطہ کرنے کے لئے نیچے لنک پر کلک کرے

<https://wa.me/923444499420>

<https://www.facebook.com/Zubi.Novels.Zone.10>

انتباہ! اس ناول کے تمام جملہ حقوق زوبی ناولز زون کے پاس محفوظ ہیں کسی بھی طرح کاپی کرنے سے گریز کیا جائے۔

<https://www.facebook.com/groups/Z.Novel.Zone>

